مولانا محمد طلحہ کاندھلوی

ایک ذاکر وزاہد شخصیت

مخدوم العالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے فرزند جلیل مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کی زندگی کے حالات، واقعات، ماہ رمضان المبارک کے معمولات، مزاج وصفات ان کی دینی وایمانی، دعوتی وتبلیغی خدمات، ملکی وغیر ملکی اسفار کا تذکرہ۔ نیز حج وعمرات کی تفصیلات اور مکاتب دینیہ وقرآنیہ کے قیام میں ان کے قابل قدر جذبات اور بیش بہا خدمات۔

از قلم

سید محمد شاہد سہارنپوری

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

☆☆☆☆ ناشر ☆☆☆☆

مکتبہ یادگار شیخ محلہ مبارک شاہ سہارنپور، یوپی ۲۴۷۰۰۱

تفصیلات

نام کتاب: مولانا محمد طلحہ کاندھلوی ایک ذاکر وزاہد شخصیت

تالیف: مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری

صفحات: ۳۱۲

سن تالیف: ۱۴۴۱ھ/۲۰۲۰ء

کمپوزنگ: رحمت گرافکس، سہارنپور

بارِاوّل : ایک ہزار

ناشر: مکتبہ یادگار شیخ، سہارنپور

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رابطے کے لیے:

مصنف ☆ 9359950310

مفتی محمد صالح ☆ 9897946797

مولوی محمد یاسر ☆ 9761438888

☆☆☆☆☆

ای میل:

Email: jamiamazahir@gmail.com

فہرست مضامین

﴿عنوان نمبر۳﴾

﴿عنوان نمبر۴﴾

﴿عنوان نمبر۵﴾

﴿عنوان نمبر ۶﴾

عنوان نمبر ۷

﴿عنوان نمبر ۸﴾

﴿عنوان نمبر ۹﴾

ابتدائیہ

اذکر وا محاسن موتاکم کے ارشاد نبوی کے مطابق جلیل القدر شخصیات اور قابل قدر افراد کی زندگیوں کے حالات تحریر اور تقریر میں لانے کا اہتمام اور معمول امت محمدیہ مرحومہ میں قرن اوّل سے ہی چلا آ رہا ہے اور یہ بلا شبہ امت محمدیہ کی خصوصیات میں شامل ہے کیوں کہ اس نے ہمیشہ دینی و علمی و روحانی طبقات میں شامل انسانی کمالات اور صفات کی حامل شخصیتوں کے نام اور مقام اور کام کو باقی رکھنے میں بھرپور جدو جہد کی اور ان کے وجود سے بکھرنے والی نورانی کرنوں اور ایمانی جلوؤں کو نہ صرف محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا بلکہ ان کو اپنے اور دنیا بھر کے انسانوں کے لیے مشعل راہ بنایا، اس سلسلہ میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کتابیں پیش کی جاسکتی ہیں جن میں ان کے لکھنے والوں نے افراط وتفریط، غلو اور مبالغہ سے دامن بچاتے ہوئے اپنے اپنے ممدوح حضرات کے اخلاق و کردار، عالی صفات، اسلامی جذبات، باطل اور اہل باطل کی رگوں پر نشتر زنی کرتے ہوئے دین اور دعوت دین کے لیے ان کی شب و روز کی مخلصانہ قربانیوں اور علمی و عملی لائن کی تابنا کیوں کا عکس جمیل اتنے بہترین پیرایہ اور عمدہ زبان و بیان میں پیش کیا کہ قارئین متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، اور ان کی وہ تحریریں سامعین کے دلوں کی آوازیں بلکہ ان کے افکار و نظریات کی بہترین ترجمان بن گئیں۔

اللہ جل شانہ کی بخشی ہوئی توفیق وسعادت سے اس صدی کی متعدد ستودہ صفات شخصیات پر راقم سطور کو بھی لکھنے کا شعور اور حوصلہ عطا کیا گیا۔ چنانچہ اس ضمن میں مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، حضرت مولانا محمد الیاس، حضرت

مولانا محمد یوسف، حضرت مولانا محمد انعام الحسن، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن پر بہت سی کتابیں مختلف عنوانات کے تحت لکھیں جن کا دنیا بھر کے قارئین نے ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ کیا اور پورے اعتماد کے ساتھ ان کو سراہا، درجنوں ایڈیشن ان کے شائع ہوئے اور بعد میں وہ مختلف زبانوں میں منتقل ہوئیں۔

اسی طرح عالم اسلام کے اُس ممتاز علمی وتہذیبی ادارہ جامعہ مظاہر علوم پر بھی کم وبیش بیس (۲۰) کتابیں راقم سطور کے قلم سے وجود میں آئیں جس نے سینکڑوں بلکہ ہزاروں علماء وصلحاء، دعاۃ ومبلغین نیز مشائخ حدیث کو اپنے دامن میں جگہ دے کر دینی تربیت اور عمدہ صلاحیتوں سے مالا مال کیا۔

مشائخ واکابر پر لکھی جانے والی مذکورہ کتابوں میں اب یہ موجودہ کتاب جس کا عنوان اور موضوع ''حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی ایک ذاکر وزاہد شخصیت'' ہے، مرتب کر کے قارئین کو پیش کی جارہی ہے۔

اللہ جل شانہ اس کتاب کو بھی مفید ومؤثر اور نافع فرمائے اور اُن جذبات و تأثرات کی آبیاری اور اُن احساسات کی بقاء کا ذریعہ فرمائے جو اس ناچیز مصنف کے دل ودماغ میں اس وقت موجزن ہیں۔

صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ کے وصال کے بعد ان کے بہت سے وابستگان اور مسترشدین کا بطور خاص مجھ پر اصرار تھا کہ ان کے بھی حالات زندگی مرتب کئے جائیں، دراصل ان احباب کے علم ومطالعہ میں وہ تمام کتابیں آچکی تھیں جو مخدومنا حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی سے لے کر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی تک راقم سطور کے قلم سے لکھی جاچکی ہیں، لیکن ایک طرف مشاغل واسفار کی کثرت دوسری جانب اپنے طبعی ضعف کے ساتھ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مختلف ومتنوع خدمات

کے پیشِ نظر اس ضرورت کی تکمیل مشکل نظر آ رہی تھی مگر اذا اراد اللہ تعالیٰ بشیء هییا اسبابہ کے قاعدے وضابطے کے مطابق فرصت کے لمحات میسر ہونے کا غیبی سامان یہ مہیا ہوا کہ میرے لیے قابل احترام مولانا مفتی سید محمد معصوم ثاقب زیدمجدہ رکن شوریٰ جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور کا مجھ پر اصرار ہوا کہ تمام مشاغل ومصروفیات ترک کرکے راحت وآرام کے قصد سے کچھ عرصہ کے لیے میں ان کے ادارہ دارالعلوم امدادیہ رائے چوٹی (آندھراپردیش) چلا جاؤں۔

راقم سطور نے ان کی یہ مخلصانہ اورمحبانہ دعوت یہ سوچ کر قبول کرلی کہ ایسی صورت میں پوری یکسوئی اورسکون کے ساتھ مولانا محمد طلحہ کاندھلوی پر کتاب لکھنے کا موقعہ میسر آجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوااوراب یہ کتاب یہیں کے قیام میں شروع کی جارہی ہے۔

یہاں کے ایک عشرہ کے قیام میں حضرت مولانا مفتی سبیل احمد زیدمجدہ رکن شوریٰ جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور اپنے حُسن تعلق کی بناء پر تین مرتبہ بغرض ملاقات تشریف لائے، موصوف نے تامل ناڈواورکرناٹک کا نظام بھی اس احقر کا ترتیب دیا، چنانچہ رائے چوٹی کے بعدان دونوں صوبوں کا بھی سفرکیا گیا۔

اللہ جل شانہ آسانی اورعافیت کے ساتھ کتاب کوحُسن افتتاح کی طرح حسنِ اختتام بھی عطافرمائے۔اورحضرت مفتی معصوم ثاقب صاحب کوان کی اس پیشکش کی بہترین جزاعطافرمائے۔

سیدمحمد شاہدغفرلہ سہارنپوری

نزیل دارالعلوم امدادیہ رائے چوٹی (آندھراپردیش)

۲۱؍جمادی الاولیٰ۱۴۴۱ھ/ ۱۸؍جنوری۲۰۲۰ء

- ولادت
- حفظ قرآن پاک
- درس نظامی کا آغاز
- نکاح مسنونہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ!

ولادت:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے اکلوتے فرزند اور حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کے اکلوتے نواسہ مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کی ودلات ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ/ ۲۸/ مئی ۱۹۴۱ء پنجشنبہ میں حضرت نظام الدین دہلی میں ہوئی، فرزندار جمند کے اس تولد کی اطلاع آپ کو جناب الحاج شیخ رشید احمد دہلوی کے مرسلہ تار (ٹیلی گرام) سے ہوئی۔

روز نامچہ شیخ کا اندراج اس موقع پر اس طرح ہے:

''برقیہ شیخ رشید احمد صاحب مرسلہ چار بجے شام موصولہ بعد عصر ساڑھے ۶ بجے اطلاع تولد فرزند بخانہ زکریا کاندھلوی۔

خطوط سے معلوم ہوا کہ پنجشنبہ کو دو پہر ولادت ہوئی، مولانا یوسف نے محمد طلحہ، مولانا فخر الدین نے محمد یوشع اور مولانا انعام نے یعقوب نام تجویز کیا''۔

اسی روز نامچہ کے اندراج کے مطابق ۱۰/ جمادی الاولیٰ /۶/ جون جمعہ میں آپ کا عقیقۂ مسنونہ ہوا۔ والد ماجد نے ایک یوم قبل اس عقیقہ میں شرکت کے لیے دہلی کا سفر فرمایا تھا۔

اپنی حیات کے ساتویں مہینہ یعنی ۲۱/ ذی قعدہ ۱۳۶۰ھ / ۱۱/ دسمبر ۱۹۴۱ء پنجشنبہ میں آپ اپنی والدہ مرحومہ کے ہمراہ پہلی مرتبہ سہارنپور آئے، مولانا محمد یوسف

اور مولانا محمد انعام الحسن کی معیت سہارنپور کے اس پہلے سفر میں آپ کو حاصل تھی۔

ابھی آپ کو سہارنپور آئے ہوئے پانچ چھ ماہ ہی گذرے تھے کہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ/مئی ۱۹۴۲ء میں آپ شدید امراض میں گرفتار ہوگئے، علالت کی نوعیت ایسی تھی کہ موت وحیات کی کشمکش سامنے کھڑی ہوئی نظر آنے لگی۔ والد مخدوم کی جانب سے جسمانی وروحانی علاج پر پوری پوری توجہ صرف فرمائی گئی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی دیوبند سے، حضرت مولانا محمد الیاس اور حضرت حافظ فخر الدین دہلی سے متعدد مرتبہ عیادت و تیمارداری کے لیے تشریف لاتے رہے، مولانا محمد یوسف، مولانا محمد انعام الحسن اور دہلی کے دیگر خواص کی بھی آمد و رفت ہوتی رہی، دو ماہ کی شدت علالت کے بعد اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی۔

جب آپ دو ڈھائی برس کے ہوئے، تو دہلی کے قیام میں پھر شدت کے ساتھ آپ کو ایسی بیماری لاحق ہوئی کہ زندگی سے مایوسی ہوگئی، حضرت مولانا محمد الیاس جو اس وقت تک حیات تھے، اپنے کسی دعوتی و تبلیغی سفر میں جانے لگے تو اس موقعہ پر اپنے خلفائے مخصوصین میں سے جناب قاری داؤد صاحب (یا اس سطح کے کسی اور بزرگ) سے مخاطب ہوکر فرمایا "اگر میری واپسی سے پہلے طلحہ مرگیا تو تجھے اتنا ماروں گا کہ تو یاد رکھے گا" [۱]

لیکن اس علالت کی وجہ سے جسمانی طاقت و توانائی پر بہت خراب اثر پڑا، یہاں تک کہ آغاز تعلیم ہی نہیں بلکہ ختنہ جیسے عمل میں بھی تاخیر ہوتی چلی گئی، اور پھر

---

[۱] اس واقعہ کو نقل کر کے حضرت شیخ آپ بیتی میں لکھتے ہیں کہ ممکن ہے چچا جان کو یہ کشف ہوا ہو کہ اس کی صحت فلاں کی زور دار دُعا پر موقوف ہے اس لیے یہ سخت لفظ کہے۔ اس کے بعد حضرتؒ نے اس موقعہ پر دو حدیثوں کے درمیان تطبیق بھی فرمائی ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے آپ بیتی، ص: ۱۵۱، مطبوعہ کتب خانہ یحیوی سہارنپور)

ولادت کے چھ سال بعد ۱۳/ جمادی الثانی ۱۳۶۷ھ/ ۲۳/اپریل ۱۹۴۸ء میں تقریب ختنہ منعقد کی گئی۔

حضرت شیخ اپنے روزنامچہ میں اس کی تاریخ ان الفاظ سے تحریر فرماتے ہیں:

''۱۳/ جمادی الثانی ۶۷ھ/ ۲۳/اپریل ۱۹۴۸ء بروز جمعہ آج دس بجے صبح ہارون طلحہ کی ختنہ زنانہ مکان سہارنپور میں حافظ جلیل کے ہاتھ سے ہوئی، ہارون ہنستا رہا، طلحہ خوب رویا''۔

والدین ماجدین:

مشہورِ عالم شخصیت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا آپ کے والد ماجد تھے جن کی ولادت ۱۱/رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ/ ۱۲/فروری ۱۸۹۸ء میں قصبہ کاندھلہ میں ہوئی۔ ابھی آپ ۲۰/سالہ عمر کو پہنچے ہی تھے کہ والدین و ماجدین دونوں نے وفات پائی۔

آپ کا پہلا نکاح مسنونہ ۲۹/صفر ۱۳۳۵ھ/ ۲۵/دسمبر ۱۹۱۶ء میں محترمہ امۃ المتین بنت مولانا رؤف الحسن کاندھلوی سے ہوا تھا۔ کم و بیش بیس سال یہ محترمہ آپ کے نکاح میں رہ کر ۵/ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ میں داغ مفارقت دے گئیں۔

ان کی وفات کے بعد حضرتؒ کا دوسرا نکاح مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی صاحبزادی محترمہ عطیہ خاتون سے ہوا، جو ۱۸/ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ/ ۱۸/جون ۱۹۳۷ء بروز جمعہ منعقد ہوا تھا، اس نکاح سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو متعدد اولاد مرحمت فرمائیں، لیکن یہ سب بچپن ہی میں آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت بن گئیں تاہم دو صاحبزادیاں مسماۃ صفیہ خاتون، خدیجہ خاتون حیات رہیں۔

محترمہ صفیہ خاتون نکاح مسنونہ کے بعد مولانا محمد عاقل سہارنپوری (موجودہ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم) کے عقد میں اور محترمہ خدیجہ خاتون مولانا محمد سلمان

(موجودہ ناظم جامعہ) کے نکاح میں آئیں۔

محترمہ صفیہ خاتون مؤرخہ ۵؍جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ/ ۲۷؍اپریل ۲۰۱۲ء میں اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر انتقال کر گئیں۔ محترمہ خدیجہ خاتون بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں۔

مولانا محمد طلحہ ان ہی دونوں بہنوں کے حقیقی اور اکلوتے بھائی تھے۔

محترمہ عطیہ خاتون (جیسا کہ اوپر لکھا گیا) حضرت مولانا شاہ محمد الیاس کی حقیقی بیٹی تھیں۔ اس اعتبار سے مولانا محمد طلحہ اور مولانا محمد الیاس کے درمیان نانا اور نواسہ کا مضبوط اور قریبی رشتہ تھا۔

مسماۃ عطیہ خاتون صاحبہ نے مختصر علالت کے بعد ۱۲؍ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ/ ۲۵؍دسمبر ۱۹۸۵ء میں حضرت نظام الدین دہلی میں وفات پائی اور اسی دن بعد نماز عشاء حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کی زیر امامت نماز جنازہ ہو کر مرکز کے عقبی حصہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی، **رحمها الله تعالیٰ رحمةً واسعةً**۔

اس عقبی حصہ میں مولانا ہارون اور ان کی والدہ نیز مولانا محمد یوسف صاحب کی والدہ ماجدہ اور مولانا زبیر الحسن کی والدہ اور خالہ راشدہ (چھوٹی اماں) بھی مدفون ہیں۔

حفظ قرآن پاک:

مولانا محمد طلحہ موصوف اپنے خاندانی دستور اور قدیمی روایت کے مطابق سب سے پہلے حفظِ کلام اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

چنانچہ قاعدہ نورانی اور ابتدائی دو سی پارے مختلف اساتذہ سے پڑھ کر تیسرے سی پارہ ''تلک الرسل'' سے جناب حافظ محمد صدیق مرزا پوری کی شاگردی میں چلے گئے، پھر انہیں سے پورا کلام پاک حفظ کیا، حضرت شیخ نے حافظ صدیق موصوف کو مولانا مفتی سعید احمد، مولانا اکرام الحسن اور مولانا نصیر الدین مرحوم کے مشورہ سے اسی

مقصد کے لیے متعین فرما کر اس زمانہ کے بیس روپئے ان کا مشاہرہ تجویز کیا تھا۔

ختم قرآن کے زریں موقعہ پر ۱۴؍رجب ۱۳۷۵ھ/ ۲۷؍فروری ۱۹۵۶ء دوشنبہ میں حضرت والد ماجد مرحوم نے ایک دعوت کی جس میں خواص اہل تعلق علماء اور اہل قرابت نیز اساتذہ جامعہ مظاہر علوم کی ایک بڑی جماعت بشمول مولانا محمد یوسف، مولانا محمد انعام الحسن، حضرت حافظ مقبول حسن دہلوی شریک تھی۔ اگلے دن (۱۵؍رجب/ ۲۸؍فروری) منگل کی صبح حضرت شیخ کی معیت میں ایک لمبا چوڑا قافلہ جو ۲۴؍نفر پر مشتمل تھا جناب میر آل علی سہارنپوری کی مستقل لاری میں رائے پور پہنچا وہاں حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری نے اپنی مجلس میں سورۂ تحریم کا آخری رکوع سن کر آپ کا قرآن پاک ختم کرایا، جمعرات کی صبح یہ پورا قافلہ رائے پور سے سہارنپور واپس ہوا، اور اسی دن شام کو مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

اختتامی دعوت کی یہ تمام تفصیلات حضرتؒ نے اپنے روزنامچہ میں درج فرما رکھی ہیں۔

دینی تعلیم کا آغاز:

حفظ قرآن پاک سے فراغ پر والد ماجد حضرت شیخ مہاجر مدنی نے آپ کو دینی تعلیم کے حصول کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ سہارنپور کے زمانۂ قیام میں ۲؍جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ/۵؍دسمبر ۱۹۵۶ء بروز بدھ آپ کی اردو تعلیم کا آغاز ہوا، چند ماہ بعد اپنے بے انتہا علمی و درسی و تالیفی مشاغل کے پیش نظر حضرت شیخ نے آپ کو ترغیب دی کہ حضرت مولانا محمد یوسف کے ساتھ سہارنپور سے دہلی منتقل ہو کر وہاں مستقل قیام کر کے اپنی تعلیم کا آغاز کریں۔

روزنامچہ حضرت شیخ کے اندراج کے مطابق ''مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد

انعام الحسن جو کہ کئی دن سے سہارنپور تشریف لائے ہوئے تھے کے ساتھ آپ یکم شعبان ۱۳۷۶ھ/۴/مارچ ۱۹۵۷ء دوشنبہ میں دہلی چلے گئے۔

یعنی حضرتؒ کے الفاظ کے مطابق ''عزیز طلحہ مستقل قیام للفارسی کے لیے دہلی روانہ ہوا، چونکہ آپ اپنی تمام بہنوں کے تنہا ایک بھائی تھے، اس لیے فطری اور طبعی طور پر سبھی بہنوں پر ان کے اس سفر کا اثر تھا، اور وہ مسلسل آپ کو یاد کرتی رہتی تھیں۔ لیکن حضرت شیخ مسلسل اس پر نگاہ رکھے ہوئے تھے کہ اس محبت بھری یاد کا کوئی اثر آپ کی تعلیم پر نہ پڑے، اور ایسا نہ ہو کہ آپ کا دل دہلی سے اچاٹ ہو جائے اور آپ سہارنپور واپس آجائیں، چنانچہ ایک موقعہ پر مولانا محمد سلمان کی والدہ مرحومہ جنابہ عامرہ خاتون نے اسی انداز کا ایک خط لکھ کر مختلف الفاظ سے اس میں اپنی یاد کا تذکرہ کیا، تو حضرتؒ نے فوراً اس پر گرفت کرتے ہوئے ۱۷/ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ کے تحریر کردہ مکتوب میں ان الفاظ سے تنبیہ فرمائی۔

''والدہ سلمان کے خط میں جو ہارون طلحہ کی یاد کا بتنگڑ لکھا گیا وہ پسند نہیں آیا ایسی حالت میں جب کہ ان کو خود کو وہاں کی یاد ستا رہی ہو، یاد کو بڑھانے والی باتیں لکھنا مناسب نہیں، بلکہ نہایت اہتمام سے یاد نہ کرنے کے زور کے ساتھ علم میں مشغولی کا اہتمام اور کسی کو بالکل یاد نہ کرنے کی ترغیب ہونا چاہیے''۔

درجۂ ابتدائی اردو و فارسی کی متعدد کتابیں پڑھنے کے لیے تقریباً ایک سال نظام الدین دہلی رہ کر سہارنپور واپس لوٹے، اور یہاں آپ نے میزان الصرف وغیرہ سے اپنی عربی تعلیم کا آغاز کیا۔

حضرت شیخ اپنے روزنامچہ میں اس تعلیم کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

''۲۲/رجب ۱۳۷۷ھ/۱۲/فروری ۱۹۵۸ء چہارشنبہ میں مولانا

امیر احمد صاحب کے یہاں پہلی مرتبہ ترمذی شریف ختم ہوئی، اس لیے ان کے اصرار پر زکریا و دیگر مدرسین کی شرکت ہوئی۔ اور ختم ترمذی کے بعد عزیز ہارون کی کنز الدقائق و نور الانوار اور عزیز طلحہ کی میزان الصرف اسی مجلس میں حضرت مولانا اسعد اللہ نے شروع کرائی‘‘۔

حضرتؒ کے روزنامچہ کے مختلف اندراجات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

آپ کا تمام تعلیمی مرحلہ دہلی اور سہارنپور کے درمیان دائر رہا، چنانچہ اپنی والدہ محترمہ کی دہلی آمد و رفت میں آپ بھی شریک رہتے۔ اسی طرح مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن کے دعوتی و تبلیغی اسفار شروع ہونے پر آپ بمعیت مولانا محمد ہارون سہارنپور آ جاتے، اور پھر بعد میں ان حضرات کی واپسی پر دہلی لوٹ جاتے۔

چنانچہ ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء میں ایسا ہی ہوا کہ مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن کے سفر پاکستان کی وجہ سے یہ پورا قافلہ دہلی سے سہارنپور اپنے رفقائے تعلیم اور استاذ کی معیت میں سہارنپور پہنچا۔

اس سفر کے بارے میں حضرت شیخؒ اپنے روزنامچہ نمبر دو میں تحریر فرماتے ہیں:

’’آج ۴ر ربیع الاول ۱۳۷۷ھ/ ۲۹ر ستمبر ۱۹۵۷ء یکشنبہ میں بذریعہ کار مولوی یوسف، مولوی انعام مع چچی صاحبہ والدہ طلحہ نیز طلحہ، ہارون مع اپنے شرکائے درس اور استاذ مولوی منیر الدین کے سات بجے دہلی سے چل کر مع مستورات دیوبند حضرت (مدنی) کی خدمت میں دو گھنٹہ ٹھہر کر دو بجے سہارنپور پہنچے، اور مع زکریا اور برادر اکرام بعد عصر رائے پور جا کر منگل کو بعد عصر شاہ صاحب کی کار میں واپس آ کر بدھ کی صبح کو اپنی کار سے دہلی واپس ہوئے۔

ہارون، طلحہ مع رفقاء مولوی منیر الدین ایک ماہ یہاں قیام کریں گے کہ ان حضرات کا سفر پاکستان ہے۔

دہلی سہارنپور آمد و رفت کے سفر کا ایک اور اندراج حضرتؒ نے ۸؍رجب ۱۳۷۸ھ/ ۱۸؍جنوری ۱۹۵۹ء میں بھی کر رکھا ہے۔

اس موقعہ پر بھی ان دونوں حضرات کے اجتماع رائے ونڈ میں شرکت کی وجہ سے دونوں صاحبزادگان (مولانا ہارون ومولانا طلحہ) سہارنپور اس شان سے واپس آئے کہ آپ کے ساتھ رفقاء درس اور استاذ محترم (مولانا منیر الدین میواتی) بھی ہمراہ تھے۔ یہاں پہنچ کر مولانا ہارون صاحب اور مولانا طلحہ صاحب کی تعلیم شروع ہوئی۔

شوال ۱۳۸۱ھ؍مارچ ۱۹۶۲ء میں آپ پہلی مرتبہ جامعہ مظاہر علوم میں باضابطہ داخلہ لے کر شرح جامی، ہدایہ اولین اور مقامات وغیرہ ایک سال تک پڑھ کر دہلی واپس لوٹ گئے، اور وہاں مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں تقریباً چھ سال قیام کے بعد بقیہ تعلیم کی تکمیل کی۔

شوال ۱۳۸۳ھ؍فروری ۱۹۶۴ء میں وہیں آپ نے دورۂ حدیث شریف پڑھ کر شعبان ۱۳۸۴ھ میں فراغت پائی۔ آپ نے بخاری شریف حضرت مولانا محمد انعام الحسن اور طحاوی شریف حضرت مولانا محمد یوسف سے پڑھی ہے اور بقیہ اسباق حدیث مولانا اظہار الحسن، مولانا عبید اللہ بلیاوی اور مولانا یعقوب سہارنپوری کے یہاں ہوئے۔

نکاح مسنونہ

۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء میں جب آپ اپنی عمر کے اکیسویں سال میں تھے آپ کا نکاح مسنونہ حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلویؒ کی صاحبزادی مسماۃ نجمہ خاتون سے ہوا۔ حضرت مولانا یوسفؒ کا ارادہ عمرہ پر جانے کا تھا اس لیے انہوں نے حضرت شیخ کو لکھا کہ عنقریب میرا عمرے کا سفر ہے، بہتر ہے کہ جانے سے پہلے عزیزان ہارون اور طلحہ کا نکاح ہو جائے، حضرت شیخ نے جواباً ان کو تحریر فرمایا کہ: ''جب چاہے آ جاؤ نکاح ہو جائے گا''۔

اس نکاح کی تمام تفصیلات حضرتؒ کے قلم سے آپ بیتی میں موجود ہیں۔ لیکن مضمون کی مناسبت اور تقریب سعید کی مختصر وضاحت کے پیش نظر یہاں صرف روزنامچہ حضرت شیخ سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے کہ وہ ماقل و مادل کا بہترین مصداق ہے۔ یہ مجلس بیک وقت تین نکاحوں پر مشتمل تھی، حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''۶ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ/ ۱۷ ستمبر ۱۹۶۱ء یک شنبہ کی صبح مولوی یوسف اپنی کار میں نظام الدین سے چل کر کاندھلہ پہنچے، اطلاع ملی تھی کہ دوپہر کا کھانا وہاں کھا کر شام تک (سہارنپور) پہنچیں گے۔ شدت انتظار کے بعد دوشنبہ کی صبح کو ۱۲ بجے پہنچے، معلوم ہوا کہ کل تو کوئی چلنے پر راضی نہ ہوا۔ دوشنبہ کو علی الصباح چلے مگر اہلیہ مولوی اظہار نے چونکہ نکاح میں اپنے چچا کی شرکت ضروری بتائی اس لیے وہ سب اول بَنَت گئے، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ لکھنؤ گئے ہیں۔ اس لیے دیر ہوئی۔ بعد عصر سب اسی کار

میں مع زکریا برادر اکرام، ہارون، طلحہ بعد مغرب رائے پور پہنچے۔

حکیم ایوب صاحب سے طے ہوا تھا کہ وہ صبح کو میر آل علی صاحب کی لاری سے پہنچ جائیں۔ پل پر کار بھیج دی جائے گی، مگر بعض حکام نہر کی آمد کی وجہ سے کار نہ جاسکی، اس لیے بھائی الطاف ان سب کو سائیکلوں پر پیچھے بٹھا کر اور حکیم ایوب اور میر آل علی صاحب کو کسی کے ٹرک میں بٹھا کر دس بجے رائے پور پہنچے، حضرت اقدس انتظار کے بعد لیٹ چکے تھے، اس لیے بعد ظہر عزیز ہارون کا نکاح زیبہ بنت مولوی اظہار سے بمہر پانچ ہزار (روپئے) طلحہ کا نجمہ بنت صوفی افتخار سے بمہر ڈھائی ہزار (روپئے) صفیہ کا حکیم عاقل سے مہر فاطمی پر بعبارت مولانا یوسف صاحب ہوا۔ ہر ایک کی ماں کا یہی مہر ہے۔

حکیم جی مع اپنے رفقاء حکیم یامین، حکیم اسرائیل، عاقل، الیاس میر صاحب کی لاری سے واپس پہنچے۔ ہم سب بدھ کی صبح کو مولوی یوسف کی کار سے ۷ بجے پہنچے۔

مولانا اسعد مدنی کئی مرتبہ اس خبر پر پہلے آچکے تھے ان کی شرکت کا ارادہ تھا مگر اس روز وہ دھام پور گئے ہوئے تھے، پہلے سے کوئی اطلاع نہ تھی‘‘۔

نکاح مسنونہ کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد مولانا محمد طلحہ صاحب کی اہلیہ کی رخصتی عمل میں آئی۔ اس موقعہ پر مہمان مستورات کی اچھی خاصی تعداد کی آمد کا اندازہ ہو جانے پر حضرتؒ نے اپنے زنانہ مکان سے متصل جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کی ایک وسیع عمارت (جو اس زمانہ میں گاڑا بورڈنگ کے نام سے مشہور و معروف تھی) چند روز کے لیے کرایہ پر لے لی تھی۔ چنانچہ جملہ مستورات کا قیام و طعام اس وسیع عمارت میں بڑے نظم و ضبط کے ساتھ ہوا۔ ابتدائی چند روزہ قیام کے بعد مولانا مرحوم کی اہلیہ

کاندھلہ روانہ ہوگئیں۔حضرت مولانا احتشام الحسن آپ کے ساتھ تھے۔

تقدیری بات یہ ہے کہ اس نکاح مسنونہ سے مولانا کے یہاں کوئی اولادنہیں ہوئی۔

رخصتی کے اس عمل کی جو تفصیل حضرت نے اپنے روزنامچہ میں تحریر فرمارکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۶رشوال ۱۳۸۳ھ/ ۲۰رفروری ۱۹۶۴ء میں نظام الدین سے مستورات مع والدہ مولانا محمد یوسف سہارنپور پہنچیں، اور اگلے دن ۷رشوال میں مستورات گاڑا بورڈنگ میں منتقل ہوئیں، کہ ذاتی مکان میں جگہ نہیں تھی، ۸رشوال شنبہ کی صبح مولانا عبدالمنان دہلوی، مولانا منور حسین پورنوی، مولانا مسعود الٰہی میرٹھی، ودیگر اعزہ واقربا مع حضرت شیخ کاندھلہ روانہ ہوئے، اوراسی دن مولانا یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن بھی مغرب تک دہلی سے کاندھلہ آ گئے۔

۹رشوال/ ۲۳رفروری اتوار کی صبح کو عروس حاجی محمد شفیع دہلوی کی کار میں اور بقیہ مستورات مرکز کی گاڑی میں بابوایاز صاحب کے ساتھ روانہ ہوئیں۔مگر بابو جی کی کار راستہ میں خراب ہوگئی، اس کے بعد کا حال حضرتؒ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

> ''حضرت مدنی کی اہلیہ مع (مولانا سید محمد) ارشد وغیرہ اتوار کی صبح لکھنؤ سے آ رہی تھیں جب ان کو رخصتی کا حال معلوم ہوا تو وہ سب کو اپنی گاڑی سے روانہ کر کے خود اتر گئیں، اور شام کو چار بجے دیوبند گئیں''۔

مولانا مرحوم کی یہ اہلیہ وفات سے چند سال قبل مختلف عوارض وآلام کا شکار ہوئیں، متعدد آپریشن بھی ہوئے، اخیر میں ایک اچھا خاصا وقت میرٹھ آنند ہسپتال میں داخل رہ کر مؤرخہ ۳رشوال ۱۴۳۹ھ/ ۱۸رجون ۲۰۱۸ء میں جان، جان آفریں کے سپرد کی۔ جنازہ کاندھلہ لے جایا گیا، اور وہیں خاندانی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔رحمہا اللہ تعالیٰ۔

❑ اصلاح وتربیت

❑ اجازتِ بیعت وخلافت

❑ والد ماجد سے دلی تعلق اور قلبی ربط

اصلاح وتربیت

آپ کے والد ماجد کو اللہ جل شانہ نے جتنی صفات وکمالات سے نوازا تھا ان میں ایک بڑی صفت مردم شناسی اور رجال سازی تھی، کتنے ہی اللہ کے بندے اور خاص طور پر اپنے ہم عصر اکابر و مشائخ کے خانوادے اور قرابتی اصحاب اس مردم شناسی اور رجال سازی کی وجہ سے آپ کے فیض تاثیر سے نہ صرف متاثر ہوئے بلکہ بہت سی صفات حسنہ کے مالک بن گئے، اور انہوں نے اپنے بڑوں کا نام روشن کیا۔

حضرتؒ کی سوچ یہ تھی اور جس کو وہ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ صاحبزادگی کا سُوَرْ بہت دیر میں اور بہت مشکل سے نکلتا ہے، اپنی اسی سوچ کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرتؒ نے خدا معلوم کیسے کیسے نامی گرامی صاحبزادگان کا قبلہ درست کر دیا۔ جب دوسرے صاحبزادگان کے متعلق آپ کی یہ سوچ تھی تو ایسی حالت میں بھلا وہ خود اپنے جگر گوشہ اور اپنے دل کے ٹکڑے کی اصلاح وتربیت سے کیسے غافل رہتے، چنانچہ سخت تنبیہات اور ڈانٹ ڈپٹ کے ذریعہ آپ کے اخلاق وکردار کی پوری پوری حفاظت فرماتے اور باریک سے باریک خوردبین کے ذریعہ دیکھتے رہتے کہ آپ کے اندر کہیں صاحبزادگی کے جراثیم تو نہیں پیدا ہو رہے ہیں۔

ابتداء میں جب کہ مولانا محمد طلحہ اپنی عمر کے پچیسویں سال میں تھے تب حضرت شیخ نے انہیں اور مولانا محمد ہارون صاحب کو بڑی دل سوزی کے ساتھ کچھ نصیحتیں تحریر فرمائیں اور کچھ پڑھنے کے لیے اوراد ووظائف تلقین کئے تھے اس میں بھی صاحبزادگیت پر نکیر فرماتے ہوئے اس کا بے اثر اور بے وقعت ہونا تحریر کیا تھا۔

آج سے پچپن (۵۵) سال قبل ۲۹/صفر ۱۳۸۶ھ/ ۱۷/جون ۱۹۶۶ء کے تحریر فرمودہ مکتوب کی یہ چند سطور قارئین بھی ملاحظہ کریں ان سطور کی اہمیت بڑھانے کے لیے حضرت شیخ نے اُسے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسنؒ کے نام خط میں بطور پیغام تحریر فرمایا تھا:

''عزیز ہارون کی بیماری کا کوئی حال جمعہ کے بعد سے اب تک معلوم نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو صحت کاملہ، عاجلہ، مستمرہ عطا فرمائیں، اس کی مسلسل بیماری سے تو بہت ہی فکر اور قلق رہنے لگا، میں نے اس کو پہلے بھی کئی دفعہ کہا تمہارے کہنے سے کوئی اثر ہوسکتا ہو تو تم ہی کہہ دو کہ اب وہ پڑھنے، پڑھانے کا اہتمام زیادہ شروع کرے ان امراض کے لیے بھی مفید ہے اور جس وجہ سے یہ امراض پیدا ہوتے ہیں اس کے لیے بھی مفید ہے۔

ہم نے سنا ہے کہ بڈھا معالج اور بڈھا ڈاکٹر تجربہ کار ہوتا ہے اس ستر سالہ بڈھے کے ساٹھ سال ان ہی تجربات میں گذرے ہیں، جن پر جو گذری خوب غور سے ان کا مطالعہ کیا خوب ان کو دیکھا''۔

اس کے بعد حضرتؒ نے دونوں صاحبان کو تفصیل کے ساتھ کچھ اوراد و وظائف تلقین کرتے ہوئے آخر میں لکھا:

''اس کے علاوہ چچا جان (مولانا محمد الیاس) اور عزیز یوسف کے لیے خاص طور سے ایصال ثواب کا بھی کوئی اہتمام کرے کم سے کم سورہ یاسین شریف پڑھ کر روزانہ کا معمول بنائے، یہ ناکارہ اس کا اہتمام تین مرتبہ یومیہ کرتا ہے صبح کی نماز کے بعد مغرب کی نماز سے قبل اور عشاء کی نماز کے بعد۔

اپنی چیزیں ظاہر کرنے کو جی نہیں چاہتا مگر تم بچوں کی خاطر ہارون، طلحہ کی وجہ سے لکھنی پڑ رہی ہیں۔

کام کرو اور اہتمام سے کرو، تبلیغ میں بھی روحانیت ہی سے جان پڑتی ہے ۔

مپندار جانِ پدر گر کسی
کہ بے سعی ہرگز نہ منزل رسی

نری (خالی اور صرف) صاحبزادگی کچھ دنوں کو کچھ لوگوں کو دھوکہ میں ڈال دیتی ہے، لیکن جماؤ جب ہی ہوتا ہے جب اپنی بنیاد پختہ ہو۔

کرلو پیارو کرلو، بعد میں کوئی کہنے والا بھی شاید نہ ملے''۔

(مکتوب محررہ ۲۹ رصفر ۱۳۸۶ھ بقلم عبدالرحیم)

تربیت کے معاملہ میں حضرت کے مزاج کی یہ سختی اور اصلاح کا یہ فکر و اہتمام اس وجہ سے بھی تھا کہ بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ راہِ سلوک کے مسافر اگر اختیاری مجاہدات نہیں کریں گے تو پھر ان سے اپنی اصلاح و تربیت کے لیے اضطراری مجاہدات کرائے جائیں گے۔

اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں حضرتؒ کو سب سے زیادہ انقباض بے مقصد کی سیر و تفریح اور فضول دوستی اور تعلقات بڑھانے سے تھا۔ چنانچہ مولانا طلحہ موصوف پر بھی سخت پابندی تھی کہ وہ غیر ضروری مقامات پر نہ جائیں، اور ہر کس و ناکس سے ملاقات نہ کریں، کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ حضرتؒ ڈانٹ ڈپٹ سے آگے بڑھ کر ضرب یضربُ تک پہنچ جاتے، ایسے موقعہ پر مولانا مفتی سعید احمد (مفتی اعظم جامعہ)، مولانا اکرام الحسن (مہتمم مالیات جامعہ) اور مولانا نصیر الدین (ناظم کتب خانہ یحیوی) ڈھال بن جاتے، اور خوبصورت انداز سے حضرتؒ کے غصہ کا رُخ موڑ دیتے تھے۔

بیعت:

اعمال ظاہرہ کے ساتھ ساتھ اعمال باطنہ کی صفائی اور اخلاق ظاہرہ کے ساتھ اخلاق باطنہ کی درستی کے لیے حضرتؒ نے مولانا طلحہ موصوف کو خانقاہ قادریہ رائے پور شریف سے منسلک کرتے ہوئے قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے ہاتھ پر بیعت کرادیا تھا۔

مختصر اور ضروری تاریخ ان یادگار لمحات کی اس طرح ہے کہ:

''حضرت اقدس رائے پوری پاکستان جانے کے لیے سہارنپور تشریف لائے، شاہ مسعود حسن صاحب کی کوٹھی ''بہٹ ہاؤس'' میں قیام تھا حضرت شیخ بھی مع خدام و رفقاء روزانہ حضرت سے ملاقات کے لیے وہاں جایا کرتے تھے، اس موقعہ پر عوام وخواص کی ایک بڑی تعداد روزانہ بیعت ہورہی تھی، ایک دن حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا طلحہ موصوف کو اپنے سے بیعت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ''آؤ بھائی طلحہ تمہیں بھی بیعت کرلوں'' موصوف نے اپنے والد ماجد سے مشورہ اور استصواب کے بغیر اس کو ایک طرح کی جسارت سمجھ کر خاموشی اختیار کرلی، حضرت شیخ کے علم میں جب یہ سارا واقعہ آیا تو بڑے تاسف کے لہجہ میں مولانا موصوف سے کہا کہ ''تمہیں فوراً حضرت سے بیعت ہوجانا چاہئے تھا، اب خود درخواست کر کے حضرت سے بیعت ہوجاؤ، اور ہارون (ابن حضرت مولانا یوسف مرحوم) کو بھی اپنے ساتھ ہی رکھنا''۔

اس عمل خیر کے شروع ہونے سے پہلے پہلے مولانا زبیر الحسن کاندھلوی اور مولانا اجتباء الحسن (ابن مولانا احتشام الحسن کاندھلوی) کا بھی اس میں اضافہ ہوگیا، چنانچہ چاروں صاحبزادگان کی ایک جماعت حضرت رائے پوریؒ سے بیعت ہوگئی،

اس کے بعد حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی مسرتوں کا اظہار کرتے ہوئے بڑی دعائیں دیں، اور چاروں کو بطور نصیحت یہ فرمایا کہ:

''بیعت کے بعد کے معمولات اپنے اپنے باپوں (والد) سے پوچھتے رہنا''۔

۱۴/ربیع الاول ۱۳۸۲ھ/ ۱۶/اگست ۱۹۶۲ء میں حضرت اقدس رائے پوری کے وفات پا جانے پر آپ نے اپنے کو کلیّتاً اپنے والد ماجد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کر دیا تھا اور پھر انہیں کی اجازت پر ذکر و شغل کا سلسلہ شروع کیا چنانچہ اوپر حضرتؒ کے دار التصنیف میں کئی کئی گھنٹے ذکر جہری میں گذار دیا کرتے تھے۔

ان سب امور کے باوصف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے مولانا موصوف کی اصلاح و تربیت کا سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ اس میں مزید وسعت اور گہرائی پیدا ہوتی چلی گئی۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خواہ سفر میں ہوتے یا کچے گھر میں قیام ہوتا مولانا موصوف کی طرف سے ذرہ برابر بھی نہ غفلت کرتے اور نہ توجہ ہٹاتے بلکہ کُندن بنانے کی فکر میں لگے رہتے۔ باپ اور بیٹے کی زندگی میں اس کی بہت سی مثالیں اور بہت سے نظائر پیش کئے جاسکتے ہیں، لیکن یہاں نمونہ کے طور پر ان میں سے چند پیش کئے جاتے ہیں:

- ۱۸/جنوری ۱۹۷۱ء/ ۲۰/ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حرمین شریفین کے جس سفر کا آغاز دہلی سے ہوا تھا اس میں مولانا محمد طلحہ بھی بمبئی تک ساتھ رہے، وہاں چند روزہ قیام کے بعد حضرتؒ تو کراچی تشریف لے گئے اور مولانا محمد طلحہ گجرات وغیرہ کا دورہ کرتے ہوئے ہفتہ عشرہ میں سہارنپور پہنچے، الحاج ابوالحسن مرحوم سہارنپوری اس سفر میں موصوف کے ہمراہ تھے، گجرات کا یہ سفر مولانا عبدالرحیم متالا کی خواہش اور اصرار پر ہوا تھا، حضرت کو اطلاع دی

گئی کہ مولانا طلحہ موصوف کو گجرات کے اس سفر میں بیش قیمت ہدایا دئے گئے ہیں، اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس اطلاع میں کتنا مبالغہ اور کتنی حقیقت تھی، یا یہ صرف محسنوں کی کرم فرمائی تھی، لیکن حضرتؒ نے مولانا موصوف کی اصلاح وتربیت کی غرض سے حرمین شریفین سے متعدد خطوط ان کو تحریر فرمانے شروع کئے جن میں بطور خاص یہ جملہ ہوتا تھا کہ ''مجھے ان ہدایا کی تفصیل لکھو جو تمہیں گجرات کے سفر سے ملے ہیں'' مگر چونکہ موصوف کو ان ہدایا کی سچائی اور اصلیت معلوم تھی اس لیے انہوں نے سکوت اور خاموشی کو ترجیح دے کر اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

- آپ کی اصلاح وتربیت کے حوالہ سے یہاں یہ واقعہ بھی لکھا جا سکتا ہے کہ کسی شاکی نے آپ کے متعلق حضرت شیخ کو جب کہ آپ کا قیام مدینہ منورہ میں تھا۔ یہ لکھ دیا کہ مولوی طلحہ اپنا اور اپنی اہلیہ کا پاسپورٹ حرمین شریفین آنے کے قصد سے بنوا رہے ہیں۔

اس روایت پر حضرتؒ کو تکدر ہو کر یہ احساس ہوا کہ طلحہ میری اجازت اور مشورہ کے بغیر اپنا پاسپورٹ کیسے بنوا رہا ہے، چنانچہ حضرت نے ایک تنبیہی اور تہدیدی خط مولانا موصوف کے نام تحریر فرمایا، لیکن روایت چونکہ قطعاً غلط تھی اس لیے آپ نے بہت سنجیدہ لب ولہجہ میں اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت شیخ سے ان الفاظ میں تردید فرمائی۔

''تعجب ہے ان لوگوں پر جو بغیر تحقیق آپ کو روایت لکھ دیتے ہیں، اس سے جناب والا کو تشویش اور تکلیف ہوتی ہے، اور جناب والا کی گرانی سے ہمیں بھی ندامت تکلیف اور روایت تحریر کرنے والوں پر

تعجب ہوتا ہے۔

اللہ پاک ہی ایسے لکھنے والوں اور کہنے والوں پر رحم و کرم فرمائیں، اور اس نقصان دہ مرض سے مجھے بھی محفوظ فرمائیں۔ اوران لوگوں کی بھی اس مرض سے حفاظت فرمائیں۔ اللہ کے بندے غلط بات کہہ کر اور لکھ کر اپنے بڑوں کو تشویش میں مبتلا کرتے ہیں''۔

(اقتباس مکتوب محررہ، ۱۰ر جب ۱۳۹۳ھ/ ۸ر اگست ۱۹۷۳ء)

❑ یہاں بلا خوف تردید یہ بات لکھی جاسکتی ہے کہ مولانا طلحہ نے زندگی بھر اس کا اہتمام کیا کہ ان کے کسی طرز عمل یا کسی قول وفعل سے حضرت شیخ کو تکدر وانقباض نہ پیدا ہو، چنانچہ وہ چھوٹے سے چھوٹے اور معمولی سے معمولی عمل کے موقعہ پر بھی اس پر خوب غور کیا کرتے تھے کہ حضرت کے طبع مبارک پر اس کا کیا اثر ہوگا اور حضرت اس سے خوش ہوں گے یا ناراض۔

اس بڑی بات کا اندازہ اس چھوٹے سے واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ محرم ۱۳۹۴ھ/ فروری ۱۹۷۴ء میں حضرتؒ کا قیام مدینہ منورہ میں تھا، آپ نے وہاں کی سخت سردی کے پیش نظر اپنی اہلیہ مرحومہ سے حضرتؒ کے لیے ایک نیا اُونی سوئٹر تیار کرا کر کسی جانے والے شخص کی معرفت مدینہ منورہ بھیجا، حضرت تک یہ سوئٹر پہنچ تو گیا لیکن وہاں سے اس کی رسید موصول ہونے میں قدرے تاخیر ہوئی، اب مولانا طلحہ صاحب کو یہ تشویش لاحق ہوئی کہ رسید نہ آنا حضرت شیخ کے تکدر اور ناراضگی کی علامت ہے۔

اس سے آگے خود ان کے مکتوب میں پڑھئے، لکھتے ہیں:

''جناب والا کی رجسٹری مولوی نصیر الدین کے نام پہنچی جس میں

اس عاجز کے نام بھی گرامی نامہ تھا اہلیہ کو سوئٹر نہ پہنچنے سے بہت فکر تھا، بخیریت سوئٹر نہ پہنچنے اور سوئٹر پہنچنے پر جناب والا کو گرانی نہ ہو، اس کے لیے دس ہزار درود شریف اور کچھ نفلیں قبول کیں، اللہ کا کرم ہے کہ اس کے چند ہی دن بعد جناب والا کا گرامی نامہ سوئٹر کی رسید میں پہنچا''۔

(مکتوب محررہ، ۲۰؍محرم ۱۳۹۴ھ/۱۳؍فروری ۱۹۷۴ء)

- حرمین شریفین کے اسفار شروع ہونے سے قبل اصلاح وتربیت کے حوالہ سے حضرت نے ان کو حکم دے رکھا تھا کہ روزانہ بعد عشاء دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں بالجہر دعا کرایا کریں، اور اس کے لیے حضرت نے یہ ترتیب قائم کی تھی کہ نماز عشاء سے فراغ پر اولاً شاہد (راقم سطور) چند منٹ فضائل اعمال کی تعلیم کیا کریں، اور پھر مولانا طلحہ موصوف دعا کرایا کریں۔

اس زمانہ میں مولانا موصوف کی دعائیں بڑی طویل اور زوردار ہوا کرتی تھیں اور حضرتؒ بڑے اہتمام سے روزانہ کتاب اور دعا میں تشریف فرما رہتے تھے۔ راقم سطور کے روزنامچہ کے مطابق ۲۶؍جمادی الثانیہ ۱۳۹۴ھ/ ۱۸؍جولائی ۱۹۷۴ء جمعرات میں بعد نماز عشاء پہلی مرتبہ دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں حضرت شیخ کی موجودگی میں مولانا محمد طلحہ صاحب نے بالجہر دعا کرائی تھی۔

- حضرتؒ کی عادت مبارکہ یہ بھی تھی کہ اپنے ممتاز خلفاء ومنتسبین یا خواص اہل تعلق میں کوئی بات قابل گرفت یا لائق اصلاح سمجھتے تو ان کو براہ راست تنبیہ فرماتے، لیکن اس تنبیہ میں خود ان کو اپنا مخاطب نہ بناتے ہوئے مولانا طلحہ موصوف کی ذات کو نشانہ بنا کر اس طرح کے جملے تحریر فرماتے تھے کہ ''میں نے عزیز طلحہ کے بارے میں یہ شکایت یا یہ روایت سنی ہے آپ سے تحقیق کرنا چاہتا ہوں کہ صحیح

ہے یا غلط ہے۔

چنانچہ ایسے ہی ایک واقعہ میں مورخہ ۲۴؍صفر ۱۳۹۶ھ/ ۲۴؍فروری ۱۹۷۶ء میں ایک نامور عالم دین اور اپنے ممتاز، معروف خلیفہ کو مدینہ منورہ سے خط لکھتے ہوئے اس میں لکھا کہ طلحہ کے متعلق اس روایت کی تحقیق چاہتا ہوں کہ کسی برتن والے سے اس نے کہا کہ ''ہدیہ لینا بھی سنت اور دینا بھی سنت ہے، اس لیے اپنی دکان سے کوئی برتن مجھے دے دو''۔

حالانکہ اس واقعہ کا کوئی تعلق مولانا کی ذات سے نہیں تھا، اور نہ ہی ان کا اس طرح سے سوال یا حسن طلب کا مزاج تھا، بلکہ یہ ''کہیں پر نگاہیں اور کہیں پر نشانہ'' والی بات تھی۔

- قیام ہند کے زمانہ میں اسی طرح ہجرتِ مدینہ منورہ کے بعد حضرتؒ برابر مولانا مرحوم کو نصائح اور ہدایات زبانی اور تحریری طور پر دیتے رہتے تھے، اور اس میں کبھی کبھی راقم سطور کو بھی شامل فرمالیا کرتے تھے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں روزنامچہ شاہد کا ایک اندراج اس طرح ہے:

''شب چھ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ/ ۳۰؍اکتوبر ۱۹۷۶ء شنبہ میں بعد مغرب حضرت شیخ نے بھائی طلحہ اور بندہ کو تخلیہ میں بہت دیر تک پند ونصائح فرمائیں، اچھے اخلاق پیدا کرنے اور اپنے مخالفین کے ساتھ حسن سلوک پر زیادہ زور دیا''۔

حضرتؒ کے قدیم محسن اور مخلص خادم مولانا نصیر الدین مرحوم کے وصال پر حضرتؒ مدینہ منورہ مقیم تھے، چونکہ مولانا مرحوم بہت ساری ذمہ داریاں اٹھائے ہوئے تھے، اس لیے ان کے وصال کے بعد حضرتؒ نے مولانا طلحہ مرحوم کو چند ضروری نصائح اور ہدایات پر مشتمل ایک خط تحریر فرمایا چونکہ اس خط کا تعلق

بھی اصلاح وتربیت سے ہے اس لیے یہاں اس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے:

''عزیزم مولوی طلحہ سلمہ بعد سلام مسنون!

☆ ہندوستان کی ڈاک کئی دن سے خوب آ رہی ہے، مگر تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔

☆ تمہاری والدہ کی آنکھ بننے کی روداد تفصیل سے جتنی عزیز انعام وزبیر نے لکھی اس کے بعد عاقل وسلمان نے، تم نے بہت کم لکھا۔

☆ معلوم ہوا کہ ''یحیوی'' کا بہل خانہ جو مدرسہ قدیم کے سامنے ہے، اس کی تالی تم نے نہیں لی، کیوں نہیں لی؟ اب تو یحیوی کو تمہیں ہی سنبھالنا ہے، دونوں بہل خانے مدرسہ والا اور حکیم جی والا ان دونوں میں سے ایک میں یحیوی (کی کتابیں) کردو، اور دوسرے میں اختری کی اور اگر تمہاری کتابیں ایک میں نہ آسکیں تو دونوں تم ہی لے لو۔

☆ ابوالمدارس کے مدرسین میں ایک شخص سنا ہے کہ تم سے بہت مانوس ہے، اور معتمد بھی ہے، اس کو ابوالمدارس سے چھٹی کرا کرا پنے کتب خانہ میں رکھ لو اور اس کی تنخواہ میں اضافہ کردو، اس واسطے کہ تمہارا تو کتب خانہ میں بیٹھنا مشکل ہے مگر نگرانی تمہیں ہی کرنی ہوگی۔

میں بھی ۱۳۳۵ھ سے ۱۳۳۸ھ تک چار برس ایک آدھ گھنٹے کو کتب خانہ میں جایا کرتا تھا۔

☆ ''یحیوی'' کتب خانہ سے میرا اور تمہاری بہنوں کا تو کوئی تعلق ہے نہیں البتہ تمہاری والدہ کا ہے، اس لیے آمدنی میں سے کم سے کم پچاس روپئے ماہ وار علی الحساب اپنی والدہ کو دیتے رہا کرو۔ تم اپنی والدہ کو ماہانہ پچاس روپئے یا جو کچھ دو اس کو علیحدہ لکھتے رہو وہ ہدیہ نہیں ہوگا بلکہ

قرضہ ہوگا جس کا میراث کے وقت حساب ہو جائے گا۔

☆ اب تمہاری ذمہ داری کچھ بڑھ گئی، اب وہ بے فکری نہیں رہی جو میرے چلے آنے سے پیدا ہو گئی تھی، نصیر کے انتقال کے بعد اب تمہیں کچھ ذمہ داریاں لینی پڑیں گی۔

☆ فتح پور کے مہتمم کا لمبا چوڑا خط آیا تھا اس میں نصیر کے بعد اپنے مدرسہ کا سرپرست بنانا تمہیں تجویز کیا تھا، اور اگر تمہیں دقت ہو تو چار پانچ نام اور لکھے تھے، میں نے جواباً لکھ دیا تھا کہ اگر مولوی طلحہ راضی ہوں تو بڑے شوق سے اور اگر وہ راضی نہ ہوں تو مولوی سلمان کو (سرپرست بنالیں) اس کے متعلق معلوم نہیں ہوا کہ کیا تجویز ہوا، اگر تم تجویز ہوئے ہو تو بڑے اہتمام سے خبر گیری رکھنا اور اس کے مدرسین کو ذکر کی بھی تلقین کرنا، مہینہ دو مہینہ میں جاتے رہنا اور عزیز سلمان کو لیتے جانا تا کہ وہ وعظ کہے اور وہاں کے لوگوں کو مدرسہ کی طرف ترغیب دلائے۔

اپنی والدہ سے سلام کہہ دیجیو اور یہ بھی کہہ دیجیو کہ بہت دعائیں تمہارے لیے کرتا ہوں، تمہیں جو تکلیفیں مجھ سے پہنچیں وہ سب زائل ہو جائیں گی جب ان کا بدلہ ملے گا، میں روزانہ دعا کرتا ہوں کہ میں سے جو تکلفیں پہنچیں اللہ تعالیٰ مجھے تو معاف فرمائے اور تمہیں دونوں جہاں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ فقط والسلام

زکریا اپریل ۱۹۸۱ء“ [۱]

---

[۱] تاریخ پڑھی نہیں گئی۔

اجازت بیعت وخلافت

سالہا سال تک ریاضت ومجاہدات اور اصلاح وتربیت کے بعد حضرت شیخؒ کو جب مولانا طلحہ موصوف کے باطنی احوال و کیفیات پر اطمینان ہوگیا تب آپ نے بطور تجربہ مستورات کی بیعت کی ذمہ داری مولانا کو سونپ دی، نیز مردوں کی بیعت کے وقت حضرتؒ نے ان کو اپنا ترجمان بنانا بھی شروع کردیا۔ ایسے ہی حرمین شریفین کے اسفار کے موقعہ پر خانقاہ خلیلیہ کی ذمہ داری اور اس میں آنے جانے والے مہمانوں کی ضیافت اور مہمان نوازی بھی مولانا مرحوم کے سپرد کردیا کرتے تھے۔ ۱۳۹۳ھ تک سالہا سال یہ تجرباتی سلسلہ چلتا رہا اور جب حضرتؒ نے محسوس کرلیا کہ اب وہ اس امانت اور بوجھ کے اٹھانے کے قابل ہوگئے ہیں تب آپ نے مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی اور مولانا منور حسین بہاری کی موجودگی میں آپ کو اجازت بیعت وخلافت مرحمت فرمائی، اور اسی موقعہ پر وہ عمامہ بھی آپ کو سونپ دیا جو حضرت مولانا خلیل احمد نور اللہ مرقدہ نے حضرت شیخؒ کو ۱۳۴۵ھ میں اجازت بیعت کے وقت مرحمت فرمایا تھا۔

اس اجازت وخلافت کے بعد مولانا مرحوم نے خانقاہ خلیلیہ کو اسی نہج پر باقی رکھا، اور اس میں کسی قسم کا تغیر، حذف واضافہ گوارہ نہیں کیا۔ چنانچہ روزانہ بعد فجر مجلس ذکر اور بعد عصر مجلس تعلیم کا سلسلہ زندگی بھر آپ نے قائم رکھا، جمعہ کے دن عصر سے مغرب تک مسجد میں معتکف رہ کر ذکر اور درود شریف پڑھنے کا معمول بھی اسی طرح قائم رہا۔ ماہِ رمضان المبارک کے ۲۴ گھنٹہ کے تمام معمولات میں بھی کوئی فرق نہیں

آنے دیا، ذکر وشغل کی مجلس بھی اسی ترتیب سے قائم رکھی، حضرتؒ کے معمول کے مطابق خانقاہ خلیلیہ کے در و دیوار ذکر سے معمور رکھے، چنانچہ حضرت بھی وقتاً فوقتاً تحریروں میں اس پرمسرت کا اظہار فرماتے رہا کرتے تھے کہ: ''عزیز طلحہ کی کوشش سے ذاکرین کی بیس پچیس کی تعداد روزانہ ہوجایا کرتی ہے''۔

قصہ مختصر یہ کہ کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے آپ اس کی بھرپور کوشش کرتے رہے کہ کوئی ایسا نمایاں فرق سامنے نہ آئے جس سے کہ خانقاہ خلیلیہ کی عظمت داغدار ہو۔

مولانا شرف الدین اعظمی آپ کے مزاج وطبیعت اور سلوک واحسان میں آپ کے مدارج عالیہ نیز خلق خدا کے اس سے مستفیض ہونے پر والہانہ انداز میں اپنی شہادت ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

''طبیعت میں احسان وعرفان کے عناصر غالب تھے، اس لیے امت کی نافعیت کے لیے یہی میدان غیر ارادی طور پر منتخب ہوا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا، آپ کی روحانی مجالس سے کتنے قلوب منور ہوئے اصلاحی دوروں سے کتنی زندگیاں انقلاب آشنا ہوئیں، وظائف واوراد اور ذکر کی حرارتوں نے کتنے مرے ہوئے ضمیر کو بیدار کیا کچے گھر کے بادۂ معرفت سے کتنے وجود عشق الٰہی کے جام سے سرشار ہوئے، اس کا اندازہ کیسے اور کیوں کر لگایا جائے کہ آفتاب کی روشنی سے فیضیاب ہونے والے خطہ اور علاقہ تو محدود ہندسوں سے بے نیاز ہوتے ہیں''۔

اجازتِ بیعت وخلافت کے عنوان سے پڑھنے جانے والے اس مضمون کی ابتدائی سطور میں یہ وضاحت ہوچکی کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے باطنی احوال وکیفیات پر اطمینان ہوگیا تھا، اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ حضرتؒ کبھی کبھی خاص خاص مواقع پر

مولانا مرحوم کو اپنا نمائندہ اور سفیر بنا کر بھی بھیج دیا کرتے تھے، اور آپ حضرتؒ کی پوری پوری نمائندگی فرماتے ہوئے اپنے امور مفوضہ کو حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیتے۔

چنانچہ اس کی مثال میں دیوبند کا وہ سفر پیش کیا جاسکتا ہے جو آپ نے حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ کی اہلیہ محترمہ مرحومہ کے وصال پر حضرت شیخ کے حکم سے کیا تھا، حضرتؒ اس وقت مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے اور آپ حضرت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دیوبند تشریف لے گئے تھے:

اس تعزیتی ملاقات کی تفصیل وہ اپنے مکتوب میں حضرت شیخ کو اس طرح لکھتے ہیں:

''یہ عاجز قاری طیب صاحب کی اہلیہ کی تعزیت میں مفتی مظفر صاحب، مولانا وقار صاحب وغیرہ کے ساتھ دیوبند گیا تھا، حضرت قاری طیب صاحب بار بار جناب والا کا اہلیہ کے لیے اور جناب والا کے وہاں سے گرامی نامہ تحریر کرنے کا ذکر فرماتے رہے، یہ بھی فرمایا کہ تعلق والوں کے آنے سے قدرے سکون اور کچھ نہ کچھ غم غلط ہو جاتا ہے''۔

والد ماجد سے دلی تعلق اور قلبی ربط

جیسا کہ سطور بالا میں آپ نے پڑھا والد ماجد آپ کی اصلاح وتربیت کے معاملہ میں بہت سخت تھے اور کوئی بھی موقعہ اپنی جانب سے تہدید وتنبیہ کا جانے نہیں دیتے تھے، لیکن مولانا طلحہ موصوف ایک سعادت منداور فرماں بردار بیٹے کی طرح کبھی اپنی پیشانی پر نہ شکن آنے دیتے اور نہ ہی اپنے آپ کو صاحبزادہ سمجھ کر باغیانہ تیور ظاہر کرتے بلکہ دل سے سمجھتے تھے کہ یہ سب اصلاح وتربیت میرے ساتھ خیر خواہی اور جذبہ ہمدردی ہے۔

عام حالات میں تو اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا تھا، لیکن جب حضرتؒ حرمین شریفین تشریف لے جاتے تو اس محبت، دلی تعلق اور قلبی ارتباط کا بہت گہرائی کے ساتھ ہر شخص مشاہدہ کرتا تھا، وہ جس طرح اپنی روزمرہ کی جہری دعاؤں میں یا اہل تعلق کو لکھے جانے والے خطوط میں اپنے جس اندرونی درد وبے چینی کا اظہار کرتے تھے اس سے ان کے اضطراب اور کڑھن کو خوب سمجھا جا سکتا تھا یہاں تک کہ حضرتؒ کے نام کے خطوط[۱] میں بھی ان کے صبر وضبط کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک پڑتا تھا، اور وہ درد وفراق میں ایسے ایسے جملے سپرد قلم کر دیتے جو ان کی اندرونی اور مخفی محبت کو آشکارا کر دیا کرتے تھے۔

۱؎ والد ماجد کے نام، وہ اپنے مکاتیب کے سرنامے (عنوانات اور القاب) بدل بدل کر لکھا کرتے تھے، ایک مکتوب کا عنوان اس طرح ہے:

”فضیلة الشیخ الکبیر حضرت اقدس منبع جود و سخا، معدن رشد و ھدایت، ابو یا دامت برکاتھم و متعنا اللّٰہ بطول حیاتکم“۔

حضرتؒ کے دنیا بھر اور خاص کر حرمین شریفین میں مقیم خواص اہل تعلق میں رمضان المبارک کی آمد سے کئی ماہ قبل یہ کشاکشی شروع ہوجاتی تھی کہ آنے والا رمضان مدینہ منورہ میں ہو یا سہارنپور میں حضرتؒ تو کلیتاً اس مسئلہ کو تقدیر کے حوالے کر کے یہ فرمادیا کرتے تھے کہ:

''جو خیر ہو اللہ تعالیٰ اس کے اسباب پیدا فرمائیں''۔

لیکن دونوں جگہ کے احباب اپنے حق میں پورا پورا زور صرف کردیا کرتے تھے''۔

مولانا طلحہ موصوف بھی ان ہی اصحاب میں تھے جو بہت سے خواص مشائخ وخلفاء کے علی الرغم علی الاعلان حضرتؒ کی واپسی مدینہ منورہ کی دعائیں کرتے۔ اور ماہِ شعبان کے آغاز سے ہی اس دعا کا اہتمام شروع کردیتے کہ حضرت شیخ سہارنپور میں رمضان گذاریں۔ وہ صرف دعاؤں پر ہی اکتفاء نہیں بلکہ حضرت شیخ کو بھی براہ راست مضبوط لب ولہجہ میں سہارنپور تشریف آوری کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں وہ کبھی کبھی اپنے فرزند ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے خالص بیٹا بن کر بھی خطوط لکھ دیا کرتے تھے۔

اس حوالے سے یہاں متعدد تاریخوں میں ان کی جانب سے لکھے جانے والے چند خطوط کے اقتباسات شامل کتاب کئے جاتے ہیں۔ قارئین محسوس کریں گے کہ ان تمام اقتباسات میں صرف الفاظ بدلے ہوئے ہیں لیکن اندرونی کڑھن اور بے چینی سب میں مشترک ہے:

(۱) ایک خط میں حضرت کو لکھتے ہیں:

''جناب والا کی واپسی رمضان سے قبل کے لیے دل سے ہر آن دعا گو و دعا جو ہوں کہ اللہ پاک عافیت خیر سہولت بشاشت انشراح، شرح صدر، انبساط کے ساتھ جلدی سے رمضان سے قبل واپسی مقدر فرماوے آمین۔

اب تو اس مبارک تار کا انتظار ہے جس پر جناب والا کو لینے کے لیے نظام الدین کا سفر ہو اللہ پاک وہ مبارک تار عافیت، خیریت کے ساتھ جلدی سے لائیں، آمین ثم آمین''۔

(۲) اسی طرح اپنے ایک مکتوب محررہ ۱۰؍رجب ۱۳۹۳ھ/ ۸؍اگست ۱۹۷۳ء میں لکھا:

''اس عاجز کے نام جناب والا کے گرامی نامے وصول ہوئے جس سے فرحت اور روحانی قوت ہوتی رہی، اللہ پاک آپ کے وجود گرامی کو ہم ضعفاء کے سر پر تادیر قائم رکھیں۔

جناب کے گرامی نامے پیر اور جمعرات کو وصول ہوتے ہیں، انتظار تو ہر آن ہی رہتا ہے لیکن ان دو دنوں میں آنکھیں دروازہ کو لگی رہتی ہیں۔

(۳) اسی طرح محرم ۱۳۹۵ھ/ جنوری ۱۹۷۶ء کے تحریر کردہ ان کے ایک مکتوب میں حضرتؒ کے حکم کی پاسداری اور اس کو پورا کرنے کے اسی جذبہ کا بخوبی علم ہوتا ہے جو اُن کے دل میں موج زن رہتا تھا۔ وضاحت اس کی یہ ہے کہ حضرتؒ نے مدینہ منورہ سے آپ کو حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کے ذریعہ ایک مخفی اور بند لفافہ اس تاکید کے ساتھ ارسال فرمایا کہ اس کو سہارنپور پہنچنے سے پہلے نہ کھولا جائے، اور وہیں پہنچ کر پڑھا جائے۔

حضرتؒ کا یہ مکتوب جیسے ہی ان کے ہاتھ میں پہنچا تو ان پر دلی تقاضا یہ ہوا کہ اس کو فوراً کھول کر پڑھا جائے، بار بار ان کی طبیعت اس پر ان کو مجبور کرتی لیکن وہ پورے جبر کے ساتھ اپنی طبیعت کو یہ سمجھا کر کہ شیخ نے منع کیا ہے۔ روک لیتے تھے۔

طبعی اصرار اور عقلی انکار کی اس کشمکش سے وہ حضرت شیخ کو اس طرح مطلع کرتے ہیں:

''جناب کے ایک بند گرامی نامہ کے متعلق بھائی انعام صاحب، مولانا محمد عمر، مولوی محمد سلیمان اور عزیز زبیر سبھی نے الگ الگ یہ پیام پہنچایا کہ اس لفافے کو سہارنپور جا کر کھولیو، اور یہ ہی ہدایت اس لفافہ پر بھی لکھی ہوئی تھی، بار بار پڑھنے اور کھولنے کے تقاضے کے باوجود طبیعت نے اس کو گوارا نہیں کیا بمشکل وہاں (نظام الدین) کے قیام کا وقت گذارا یہی خیال ہوتا تھا کہ چپکے سے کھول کر پڑھیں۔

جناب کے خط آنے کے بعد اس کو نہ پڑھنا بھی ایسا لگتا تھا جیسے شدت کی گرمی میں روزہ کھولنے کے بعد برف کے پانی کا گلاس ہاتھ میں ہوتے ہوئے بھی آدمی نہ پی سکے، اللہ اللہ کر کے (نظام الدین قیام کا) وقت پورا ہوا''۔

(۴) ۲۴/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ/ ۲/جون ۱۹۷۵ء کے محررہ مکتوب میں اپنے والد محترم کی علالت کی اطلاع ملنے پر ان کو مخاطب بنا کر لکھتے ہیں:

''اللہ پاک جناب والا کے سایہ کو ہم نااہلوں کے سروں پر تادیر زندہ وسلامت رکھے، آپ کی عمر مبارک میں دن دونی رات چوگنی برکت عطا فرماویں، اور اب تک کی غفلت وسستی کو محض اپنے لطف وکرم سے سرور کائنات سرکار دو جہاں احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے معاف فرماویں۔

جناب والا سے بھی اپنی کوتاہیوں وغفلتوں کے لیے معافی کی درخواست ہے۔

جناب والا کے ضعف کی خبر سے خصوصاً حال کے خط میں جناب کا

یہ تحریر فرمانا کہ خط کا جواب لکھوانے میں تعب ہوتا ہے اور میری بات کاتب تک پہنچانے کے واسطے درمیان میں ایک واسطہ کی ضرورت پڑتی ہے، اس نے تو اور بھی زاید بے تاب کردیا۔ اللہ پاک ہی محض اپنے لطف وکرم سے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کو صحت وقوت عطا فرمائیں، اور عافیت کے ساتھ ماہ رجب سے پہلے آپ کی تشریف آوری ہندوستان فرمائیں''۔

(محررہ ۲۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ/ ۲ر جون ۱۹۷۵ء)

(۵) اسی طرح اپنے دوسرے مکتوب محررہ ۹ر رجب ۱۳۹۸ھ (۱۶ر جون ۱۹۷۸ء) میں امت کا عمومی فائدہ سہارنپور میں رمضان ہونے پر ان الفاظ سے حضرت شیخ کو متوجہ کررہے ہیں:

''شہر اور دیہات کے لوگ زبانی اور باہر کے لوگ خطوط سے جناب کی تشریف آوری کے متعلق معلوم کرتے رہتے ہیں، اللہ کرے عافیت کے ساتھ، سہولت کے ساتھ، انشراح کے ساتھ، شرح صدر کے ساتھ، انبساط کے ساتھ، دل جمعی کے ساتھ، اشارۂ غیبی سے آپ کی تشریف آوری ہوجائے۔

عمومی امت کا عام فائدہ آپ کی یہاں کی تشریف آوری میں ہے، اللہ پاک آپ کو صحت وقوت عطا فرماکر ہم ضعفاء کے سروں پر تادیر زندہ وسلامت رکھے''۔

(محررہ ۹ر رجب ۱۳۹۸ھ/ ۱۶ر جون ۱۹۷۸ء)

(۶) رمضان ۱۳۹۸ھ/ اگست ۱۹۷۸ء میں مولانا موصوف کو معلوم ہوا کہ پاکستان اور حرمین شریفین (سعودیہ عربیہ) کے اہل تعلق اپنے اپنے یہاں رمضان

گذارنے کے لیے حضرت شیخ کو ترغیب اور مشورے دے رہے ہیں اس پر مولانا موصوف نے فوراً حضرت شیخ کے نام خط تحریر کر کے سہارنپور تشریف آوری کی ترغیب دیتے ہوئے لکھا:

''رمضان گذارنے والوں کے بھی تحقیق کے واسطے پیام اور خطوط آتے رہتے ہیں ابھی تک تو یہی جواب بندہ دے رہا ہے کہ دعا کریں اور کرائیں، اللہ کو سب آسان ہے، حضرت والا بھی ہم کمزور، ضعیف، بے کس و بے بس ہندیوں پر رحم فرما کر پورے ماہ کی ہزاروں اللہ کے بندوں کی آمدورفت پر رحم کھا کر رمضان سے قبل واپسی کا فیصلہ فرما ہی لیں۔

حجاز والوں کے لیے حرمین خود ایک بڑی جگہ مشغول رہنے کے واسطے موجود ہے، مولوی احسان کے یہاں (پاکستان میں) رمضان کا قیام سمجھ میں نہیں آتا۔ رہ گیا وہاں کو ہوکر آنا اور وہاں والوں کے لیے جناب والا کی بڑے اجتماع میں شرکت اور وہاں کا کچھ دن کا قیام وہاں والوں کے لیے باعث مسرت اور موجب ترقی ہوگا (لیکن) رمضان کے متعلق تو اللہ کا نام لے کر یہیں کا فیصلہ فرمالیں، یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے، اللہ کرے ایسا ہی ہوجاوے۔

اللہ کرے مولانا علی میاں ہند رمضان کرنیکی تائید میں ہوں اور انہوں نے اس سلسلہ میں جناب سے بات بھی کی ہو''۔

(۷) محرم ۱۴۰۰ھ میں جب بعض مفسدین کے کعبۃ اللہ پر قبضہ کا لرزہ خیز سانحہ پیش آیا تو حضرتؒ سے متعلق بھی مختلف اور متعدد افواہیں گشت کرنے لگیں، رفتہ رفتہ یہ خبریں سہارنپور بھی آئیں، اس پر مولانا طلحہ موصوف طبعی طور پر ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، چنانچہ ۶ رصفر ۱۴۰۰ھ/ ۲۶ رنومبر ۱۹۷۹ء کے مکتوب میں آپ

نے اپنی فکر وتشویش کا اظہار اس طرح کیا:

''حجاز کے متعلق خاص طور سے جناب والا کے متعلق طرح طرح کی پریشان کن خبریں کان میں پڑتی رہتی ہیں اگر چہ ذرا چھان بین کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بدعتی کی روایت ہے۔

جناب والا کا جب کافی کافی دن تک گرامی نامہ نہیں آتا تو فکر ہونے لگتی ہے، اللہ پاک ہی اپنا فضل وکرم فرما کر جناب والا کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ اور ماہ مبارک سے قبل جناب والا کی تشریف آوری، عافیت، خیر انشراح اور اشارۂ غیبی سے مقدر فرماویں آمین۔

ایک مرتبہ مولانا موصوف کے اس طرح کے خطوط کے جواب میں حضرت شیخ نے اپنے بعض مخصوصین کے سفر ہند کی مشکلات نیز اپنے دو خدام (مولانا حبیب اللہ چمپارنی مرحوم اور راقم سطور (محمد شاہد) کے بارے میں اس خدشہ کا اظہار فرمایا کہ اگر میں سہارنپور رمضان میں آیا تو یہ دونوں حج سے محروم ہو جائیں گے۔

یہ یاد رہے کہ اس زمانہ میں ہم دونوں بحیثیت خادم ہونے کے تقریباً ڈیڑھ سال سے حضرت شیخ کے پاس مدینہ منورہ میں مقیم تھے لیکن مولانا طلحہ صاحب نے حضرتؒ کے اس خدشہ کو بھی قبول نہیں کیا اور صاف لکھ دیا کہ صرف ان دونوں کے حج کی وجہ سے جناب والا کا رمضان میں وہاں قیام کوئی ضروری نہیں۔

اب قارئین مولانا موصوف کے اس مکتوب کا اقتباس پڑھیں، لکھتے ہیں:

''حجاز میں بعض خدام ایسے ہیں جو جناب والا کیساتھ رمضان سے قبل آسکتے ہیں، مولوی عبد الحفیظ، مولوی عبد الرحیم، مولوی اسماعیل، صوفی اقبال ان کے علاوہ نہ جانے کتنے سعادت مند آپ کی واپسی معلوم ہونے پر آجائیں گے۔

یہ جناب والا نے صحیح تحریر فرمایا کہ مولوی حبیب اللہ، اور شاہد کا حج سے پہلے آنا مناسب نہیں، حرمین میں پہنچ کر ان کا حج سے پہلے آنا آپ کو بھی گوارہ نہ ہوگا، لیکن صرف ان کے حج کے لیے جناب والا کا قیام بھی ضروری نہیں کہ ہزاروں کا دار جدید کا مجمع یہ رمضان کی چہل پہل اور بہار خزاں سے بدل جائے گی''۔

(اقتباس مکتوب محررہ: ۱۰؍رجب ۱۳۹۳ھ/ ۸؍اگست ۱۹۷۳ء)

❑ ماہ رمضان المبارک

کے مشاغل اور معمولات

از رمضان ۱۳۷۵ھ / اپریل ۱۹۵۶ء

تا رمضان ۱۴۴۰ھ / مئی ۲۰۱۹ء

معتکف شیخ میں آپ کی مسند نشینی

رمضان ۱۴۰۳ھ / جون ۱۹۸۳ء

چوبیس گھنٹہ کے معمولات

ماہ رمضان المبارک کے مشاغل اور معمولات

مولانا محمد طلحہ موصوف نے ۱۳۶۰ھ سے ۱۴۴۰ھ تک اپنی حیات کے کچھ غیر شعوری اور کچھ شعوری دور میں اسی (۸۰) رمضانوں کی بہاریں دیکھیں اور شعور و فہم حاصل ہونے کے بعد اپنے والد ماجد کے نور اور سرور سے معمور نہ جانے کتنے ماہِ مبارک ایسے دیکھے جن میں رات دن تلاوت قرآن مجید اور طاعات و عبادات کے خوشنما مناظر اپنے جلوے بکھیر رہے تھے، اور ملک بیرون ملک سے خاصانِ خدا سہارنپور خانقاہ خلیلیہ پہنچ کر اپنے اپنے دامن کو گوہر مقصود سے بھر رہے تھے۔

آپ اپنی عمر کے پندرہویں سال میں تھے جب کہ آپ کا کلام پاک ختم ہوا، اس وقت سے لے کر دم واپسیں تک ماہِ مبارک میں آپ کا معمول کلام پاک پڑھنے کا اور اسی کے ساتھ ساتھ آخر حیات کے چند سالوں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے تراویح میں اس کے سنانے کا اہتمام رہا۔

یہاں مولانا مرحوم کے ماہِ رمضان المبارک کے مشاغل اور معمولات کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس معاملہ میں بھی مولانا مرحوم کو یہ اختصاص حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی اس بیش قیمت تاریخی روایت کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ ہر طرح کے سرد و گرم حالات میں اس نورانی و روحانی چراغ کی روشنی کو کمزور نہیں ہونے دیا۔

ماہِ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ/ اپریل ۱۹۵۶ء:

اس ماہِ مبارک کے آغاز سے صرف ڈیڑھ ماہ قبل آپ حافظ کلام اللہ بن چکے تھے، اس لیے نوافل میں کلام پاک سنایا اور رمضان المبارک کے پورے روزے اپنی علالت و بیماری کے باوجود بڑے اہتمام کے ساتھ آپ نے رکھے۔ جیسا کہ حضرتؒ نے اپنے روزنامچہ میں اس کی وضاحت فرمائی ہے:

''رمضان ۱۳۷۶ھ/ اپریل ۱۹۵۷ء:

مولانا محمد طلحہ کا یہ رمضان حضرت نظام الدین دہلی میں گذرا، اور آپ نے مسجد شاہ جی والی میں کلام پاک تراویح میں سنایا، موصوف کی یہ پہلی محراب تھی۔ اور حسب تحریر مولانا موصوف ۲۹/ویں شب میں مولانا یوسف صاحب کے حجرہ کے پاس ختم کے دن کی آخری دو رکعتیں پڑھ کر کلام پاک ختم کیا''۔

اس ماہ مبارک کی آمد سے ایک یوم قبل (۲۹/شعبان ۱۳۷۶ھ/ یکم اپریل ۱۹۵۷ء دوشنبہ میں) حضرتؒ نے ماہ مبارک میں نوافل میں قرآن پاک سنانے پر جو ترغیبی خط آپ کو دہلی بھیجا وہ یہ تھا:

''عزیزان ہارون وطلحہ محمد سلمہم بعد سلام مسنون!''

ماشاء اللہ تینوں حافظ ہو اور کچھ کرنے کی عمر یہی ہے بعد میں تو میری طرح سے ضعف کی حالت میں افسوس ہی رہ جاتا ہے۔

کم از کم ایک ایک قرآن نفلوں میں چچی صاحبہ کو ضرور سنادو، اوقات کی تقسیم آپس کے مشوروں سے کرلو، کاندھلہ کا قدیم دستور تو یہ تھا کہ ایک حافظ مغرب کے بعد دوسرا تراویح کے بعد اور تیسرا سحر میں سنایا

کرتا تھا، کچھ مشکل کام نہیں ہے، ایک پارے میں پندرہ منٹ خرچ ہوتے ہیں، اور پندرہ منٹ رکوع سجدے کے سمجھو صرف آدھ گھنٹہ روز کا کام ہے کیا مشکل ہے، چچی جان بھی خوش ہوں گی کہ حافظ بچوں سے کچھ فائدہ پہنچا۔ فقط

زکریا ۲۹/شعبان ۱۳۷۶ھ''

اور جب اسی سال آخر رمضان میں مولانا طلحہ موصوف کی پہلی محراب ختم ہوئی تو ذیل کا یہ مکتوب خود ان کو نیز مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن کو اس طرح تحریر فرمایا:

''عزیزم حافظ محمد طلحہ سلمہ!

آج ۲۹/رمضان سہ شنبہ کو اس وقت گیارہ بجے کے قریب تمہارا کارڈ بقلم مولانا عبید اللہ مورخہ ۲۵/رمضان پہنچا، معلوم نہیں یہ چار یوم تمہاری طرح کہاں کہاں اٹکتا رہا، اس سے قبل تمہارا پرچہ بھی ملا تھا، تمہارے قرآن پاک کے تراویح اور نفل کے ختم سے مسرت ہے، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے اس کو پختہ بھی فرماویں اور اس کی ذات سے قوی امید ہے کہ ان شاء اللہ ہو ہی جائے گا، بشرطیکہ تم بھی محنت کا ارادہ کرلو، عزیز ہارون کا اس کے اور مولانا عبید اللہ صاحب کے خطوط کی بناء پر ۲۵/رمضان کی شب ہی سے انتظار شروع ہو گیا تھا اور خوب رہا، مگر آج ۲۹/ہوگئی، نہ تو وہ خود ہی آئے نہ التوا کی کوئی اطلاع آئی۔

بخدمت مولانا محمد یوسف صاحب و مولانا محمد انعام الحسن صاحب

بعد سلام مسنون!

سب سے پہلے تو بچوں بالخصوص طلحہ کے ختم پر آپ حضرات کو

مبارکباد دوں، اس میں کوئی تصنع یا ظاہرداری نہیں کہ تمہاری برکت سے جوں توں پورا ہوگیا، یہاں بالکل نہ ہوتا، بلکہ گذشتہ سال کی طرح چند پارے ہوکر رہ جاتے۔ زکریا ۲۹/رمضان ۱۳۷۶ھ"۔

پتہ: عزیزم حافظ محمد طلحہ سلمہ معرفت مولانا محمد انعام الحسن صاحب زادمجدہم مسجد بنگلہ نظام الدین (نئی دہلی)

رمضان ۱۳۷۷ھ/ مارچ ۱۹۵۸ء:

رمضان ۱۳۷۸ھ/ مارچ ۱۹۵۹ء:

مولانا موصوف نے یہ رمضان نظام الدین دہلی میں گذار کر بستی کی مسجد میں کلام پاک سنایا، اس سال آپ کے سامع شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے خلیفہ ومجاز نیز قدیم داعی ومبلغ جناب الحاج منشی اللہ دتہ متعین تھے۔

رمضان ۱۳۷۹ھ/فروری ۱۹۶۰ء:

اس ماہ مبارک کی آمد سے دو یوم قبل مولانا محمد یوسف، مولانا محمد انعام الحسن سہارنپور آئے اور مولانا محمد طلحہ مع اپنی والدہ مرحومہ رمضان گذارنے کے لیے ان کی معیت میں دہلی چلے گئے، وہاں پہنچ کر مولانا طلحہ موصوف نے چکر والی مسجد میں کلام اللہ تراویح میں سنایا۔

رمضان ۱۳۸۰ھ/فروری ۱۹۶۱ء:

رمضان۱۳۸۱ھ/ فروری۱۹۶۲ء:

مولانا موصوف کا یہ رمضان حضرت نظام الدین دہلی میں گذرا اور آپ نے بستی کی مشہور مسجد چکروالی میں اپنا کلام پاک تراویح میں سنایا۔

رمضان۱۳۸۲ھ/ جنوری۱۹۶۳ء:

رمضان۱۳۸۳ھ/ جنوری۱۹۶۴ء:

رمضان۱۳۸۴ھ/ جنوری۱۹۶۵ء:

موصوف نے یہ رمضان حضرت شیخؒ کی نگرانی میں سہارنپور گذار کر مولانا نصیرالدین مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ ابوالمدارس میں کلام پاک سنایا۔

رمضان ۱۳۸۵ھ/ دسمبر۱۹۶۵ء:

مولانا مرحوم کا یہ رمضان بھی سہارنپور میں گذرا اور سال گذشتہ کی طرح اس مرتبہ بھی تراویح میں آپ کا کلام پاک مدرسہ ابوالمدارس میں ہوا۔

۱۶ر رمضان/ ۹ر جنوری میں حضرت جی ثالثؒ معتکف شیخ میں تشریف لائے، مولانا سلمان کی اقتداء میں تراویح ادا کی، بعد عشاء شیخ کی مجلس میں شریک ہوئے، اور شب میں کچے گھر میں آرام فرما کر صبح ۷ بجے کی ٹرین سے نظام الدین کے لیے روانہ ہوگئے۔

رمضان ۱۳۸۶ھ/ دسمبر ۱۹۶۶ء:

مولانا مرحوم کا یہ رمضان سہارنپور میں ہوا، اور مولانا نصیر الدین کے مدرسہ ابوالمدارس میں آپ نے تراویح میں کلام اللہ سنایا۔

مسجد دار جدید میں پہلا کلام پاک جناب شیخ فرقان احمد ساکن محلّہ چوب فروشان دوسرا مولانا سلمان اور تیسرا مولانا مفتی محمد یحییٰ نے تلاوت کیا۔

رمضان ۱۳۸۷ھ/ دسمبر ۱۹۶۷ء:

حسب معمول قدیم اس سال بھی آپ کا رمضان المبارک شیخ کی نگرانی اور سرپرستی میں سہارنپور گذرا، اور مدرسہ ابوالمدارس میں تراویح میں کلام پاک سنایا۔

رمضان ۱۳۸۸ھ/نومبر ۱۹۶۸ء:

موصوف کا یہ رمضان سہارنپور میں ہی گذرا، مدرسہ ابوالمدارس میں آپ نے کلام پاک سنایا، اور حضرتؒ کے روزنامچہ کے مطابق (مولانا) عاقل (مولانا) سلمان (مولانا) محمد شاہد (مولانا) خالد (مولانا) زبیر اور (مولانا) طلحہ نے پورے ماہِ مبارک میں دس کلام اللہ شریف گھر کی مستورات کو نوافل میں سنائے۔

رمضان ۱۳۸۹ھ/نومبر ۱۹۶۹ء:

اس ماہِ مبارک میں حضرتؒ کا قیام حرمین شریفین میں رہا، لیکن مولانا محمد طلحہ مرحوم نے اپنے والد ماجد کی نیابت میں یہ پورا مہینہ سہارنپور رہ کر مسجد دار الطلبہ جدید میں کلام اللہ تراویح میں سنایا۔ اس کے علاوہ زنانہ مکان میں گھر کی مستورات کو نوافل میں بھی قرآن پاک سنایا، جس کی سماعت جناب الحاج حافظ صدیق احمد اور مولانا محمد خالد سہارنپوری نے کی۔

مولانا محمد طلحہ کی تقویت اور معیت کی غرض سے حضرتؒ کے ممتاز خلفاء مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی، مولانا منور حسین بہاری، مولانا امام الدین بہاری، مولانا معین الدین مرادآبادی، مولانا محمد یونس جونپوری، مولانا احمد عمر جی آچھودی گجرات نے دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں اعتکاف کیا، مولانا طلحہ کے ذریعہ ۲۴ گھنٹہ کے وہ تمام اعمال واوراد پورے ہوتے رہے، جو حضرت شیخ کے معمولات تھے۔

رمضان ۱۳۹۰ھ/نومبر ۱۹۷۰ء:

امسال حضرت شیخ کا قیام سہارنپور میں ہی رہا، اور وہ تمام معمولات پورے ہوتے رہے جو خانقاہِ خلیلیہ کا خصوصی امتیاز تھے۔ مولانا طلحہ مرحوم بھی سہارنپور میں ہی رہے، مدرسہ ابوالمدارس میں آپ نے تراویح میں کلام پاک سنایا۔

رمضان ۱۳۹۱ھ/اکتوبر ۱۹۷۱ء:

سالہائے گذشتہ کی طرح اس ماہ مبارک میں بھی مولانا محمد طلحہ نے تراویح میں کلام پاک مدرسہ ابوالمدارس میں سنایا اور مولانا نصیرالدین نے ہمیشہ کے معمول کے مطابق اس کی سماعت کی۔

رمضان ۱۳۹۲ھ/اکتوبر ۱۹۷۲ء:

مولانا طلحہ صاحب موصوف کا یہ رمضان مولانا محمد ہارون صاحب کی معیت میں حرمین شریفین میں گذرا، دونوں حضرات مع اہل خانہ ماہ شعبان میں ادائیگی حج کی نیت سے حرمین شریفین روانہ ہوئے، اور تقریباً چھ ماہ وہاں پر قیام ہوا، اس لیے یہ پورا ماہ مبارک مدینہ طیبہ میں گذرا۔ مولانا موصوف نے بڑے ذوق وشوق کے ساتھ حرم نبوی شریف میں آخری عشرہ کا اعتکاف بھی کیا اور حضرتؒ کے روزنامچہ کے

مطابق حضرت مولانا یوسف بنوریؒ اور آپ کا معتکف حرم نبوی شریف میں ساتھ ساتھ ہی تھا۔

رمضان ۱۳۹۳ھ/ستمبر ۱۹۷۳ء:

یہ ماہِ مبارک حضرت شیخ نے حرمین شریفین میں گذارا، اور مولانا محمد طلحہ مرحوم نے معتکف خلیلیہ مسجد مدرسہ قدیم میں حضرتؒ کی نیابت کرتے ہوئے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا۔

حضرت شیخ۔ چار سال قبل (۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء) کا رمضان المبارک حرمین شریفین میں گذار چکے تھے اس لیے حضرتؒ کے ہزاروں متوسلین کی خواہش تھی کہ ۱۳۹۳ھ کا یہ رمضان سہارنپور میں گذرے، چنانچہ یہ تمام متوسلین مولانا طلحہ موصوف کو اور مولانا موصوف ان سب کے ترجمان اور نمائندہ بن کر بار بار حضرت شیخ کو مدینہ منورہ خطوط لکھ کر تشریف آوری کی درخواست کرتے تھے۔ چنانچہ رمضان سے قبل خدا معلوم کتنے خطوط آپ کی طرف سے اس مضمون کے لکھے گئے۔

یہاں ۱۷/شعبان ۱۳۹۳ھ/ ۱۶/ستمبر ۱۹۷۳ء کے ایک مکتوب کا اقتباس نقل کرتا ہوں اور اسی سے مولانا طلحہ مرحوم کے طبعی جذبات اور دلی کڑھن کا اندازہ لگ سکتا ہے وہ اپنے مکتوب میں حضرت شیخ کو لکھتے ہیں:

> ''امید لگی ہوئی تھی کہ مولوی احسان (پاکستان) کے یہاں کا سفر ہو جائے گا تو وہاں سے اللہ پاک سہارنپور کی کوئی شکل فرماہی دیں گے، لیکن اس سلسلہ میں جناب کا کوئی گرامی نامہ ابھی نہیں پہنچا لیکن بھائی انعام صاحب کے پرچہ سے معلوم ہوا کہ جناب والا کا کوئی گرامی نامہ ان کے پاس آیا ہے جس میں مولوی احسان کے یہاں کے سفر کا التوا ہے،

نہ جانے کیا بات پیش آئی کہ وہاں سے ویزا نہ آسکا، اللہ پاک ہی عافیت، خیر، انشراح کی کوئی صورت پیدا فرماویں''۔

اسی خط میں آگے چل کے لکھتے ہیں:

''یہاں رمضان گذارنے کی اجازت کے لیے خطوط آتے رہتے ہیں، اس سلسلہ میں جناب والا کے حکم کا انتظار رہا ہے مگر ابھی تک کوئی فرمان اس مسئلہ میں صادر نہیں ہوا جس کا انتظار ہے''۔

اسی طرح ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''سعادت مند ہیں وہ نفوس جو اس مبارک مہینہ میں، اس مبارک مقام پر جناب والا کے ساتھ وقت گذاریں گے، اپنی بدقسمتی پر افسوس ہے دعا فرماویں اللہ پاک ماہ مبارک کی قدردانی کی توفیق عطا فرماوے جیسا کہ حق ہے اس میں وقت گذارنے کا اس طرح سے وقت گذارنے کی توفیق عطا فرماویں، اور دعا فرماویں کہ آنے والوں کی جیسی خدمت کا حق ہے اس طرح سے ان کے ساتھ پیش آنے کی توفیق عطا فرماویں''۔

۱۹؍رمضان ؍۱۵؍اکتوبر پیر کی صبح حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن بمعیت مولانا محمد عمر پالن پوری اور مولانا محمد زبیر الحسن، مولانا طلحہ موصوف سے ملاقات کے لیے سہارنپور تشریف لائے۔ اور ایک شب معتکف شیخ میں قیام کے بعد دہلی واپس ہو گئے۔

حضرتؒ کے خواص خلفاء میں مولانا منور حسین پورنوی اور مولانا قاری امیر حسن پورے ماہ مع اپنے متوسلین مولانا محمد طلحہ کے پاس مقیم رہے۔

اس ماہ مبارک کے تفصیلی احوال وکوائف حضرت مولانا منور حسین پورنوی نے جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل میمنی مدنی کو تحریر کئے تھے تا کہ وہ حضرت شیخ تک پہنچ جائیں۔

یہاں اس مکتوب کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے، مولانا پورنوی لکھتے ہیں:

’’یہاں ماہ مبارک شنبہ ۲۹ر ستمبر سے شروع ہوا، پہلی تاریخ تک یہ احباب مستقل ماہ رمضان میں قیام کے لیے آئے، قاری امیر حسن، مولانا کفایت اللہ صاحب مع رفیق، حافظ عبدالرحمٰن، مولانا عبدالمنان دہلوی، بندہ منور حسین، مولانا اشتیاق صاحب مظفرپوری، بھائی محمد صدیق صاحب مظفرپور، مولوی ہارون اندور، بھائی ہارون مالی گاؤں، مولوی حسین احمد بنارسی، ڈاکٹر مختار احمد بدایونی۔

کل پندرہ رمضان کو مولانا عبدالجبار صاحب آئے ہیں، ۲۵ر رمضان تک کے لیے اور آج مولوی محی الدین بردوانی ان کے شاگرد آئے ہیں۔

بعد عشاء فضائل رمضان کے بعد اکابر کا رمضان اس کے بعد فضائل درود شریف، بعد عصر ارشاد الملوک اور بعد مغرب اذان عشاء سے پہلے تک حضرت اقدس کی مجلس کی جگہ تاریخ مشائخ چشت ہورہی ہے، مدرسہ قدیم کی مسجد میں قیام ہے، قاری امیر حسن مستقل پورے ماہ کے لیے معتکف ہیں۔ الحمدللہ دلجمعی اور سکون کافی ہے، بس حضرت اقدس کی موجودگی تو نہیں ہے ورنہ الحمدللہ سب کچھ ہے۔ کاش حضرت اقدس بھی موجود ہوتے، اور زیارت ہوتی رہتی۔ عزیزی خالد سوا پارہ کر کے روزانہ سناتے ہیں، بھائی طلحہ گھر میں سنا رہے ہیں۔ آج ہی ایک خواب دیکھا کہ بھائی طلحہ سلمہ کا نام حضرت اقدس نے یوسف رکھ دیا۔ میں حیرت میں ہوں کہ معلوم نہیں کیا بات ہے۔ فقط‘‘

از راقم شاہد یہ مکتوب حضرت شیخ کو سنایا جارہا تھا بندہ اور مولانا احسان الحق لاہوری

بھی (پاس ہی بیٹھے ہوئے) سن رہے تھے۔اس کی تعبیر مولانا احسان نے دریافت کی تو فرمایا کیا بعید ہے اللہ تعالیٰ شانہ عزیز یوسف کے اخلاق حسنہ میں سے کچھ عطا فرمادے ویسے وہ تبلیغ میں تو بہت جانے لگا، جس سے اس کو وحشت تھی (انتہابلفظہ الشریف)۔

اس ماہ مبارک سے ایک یوم قبل ۳۰/شعبان /۲۸/ستمبر جمعہ میں مولانا محمد ہارون کا حادثۂ وفات پیش آنے پر ہنگامی طور سے آپ کو حضرت نظام الدین دہلی کا سفر کرنا پڑا، وہاں تدفین میں شرکت کے بعد ماہِ مبارک کے مشاغل معمولات اور مہمانوں کی موجودگی کے پیش نظر اسی وقت سہارنپور واپس ہوئے۔

رمضان ۱۳۹۴ھ/ستمبر ۱۹۷۴ء:

مولانا موصوف نے یہ رمضان بھی سہارنپور میں گذار کر اپنی قدیم جگہ مدرسہ ابوالمدارس میں تراویح پڑھائی۔

۵/رمضان میں مولانا احمد لاٹ دو افریقی مہمانوں کے ساتھ، ۱۰/رمضان میں مولانا اظہار الحسن اور ۱۵/رمضان میں مولانا زبیر الحسن بمعیت مولانا محمد عمر پالن پوری اور بائیس رمضان میں مولانا سعید احمد خان صاحب بمعیت شیخ فہیم مکی معتکف شیخ میں ایک دن قیام کی نیت سے تشریف لائے۔

رمضان ۱۳۹۵ھ/ستمبر ۱۹۷۵ء:

اس ماہ مبارک کی آمد سے قبل حضرت شیخ مدینہ منورہ تشریف فرما تھے، مولانا محمد طلحہ موصوف اپنے ایک مکتوب میں بہت واضح اور کھلے الفاظ میں حضرتؒ کو سہارنپور تشریف لانے کی دعوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ پاک ہی ان لوگوں پر رحم فرماویں جو جناب کے رمضان میں حجاز قیام کی رائے دے رہے ہیں، کاش وہ ایک بار آ کر سہارنپور کا

رمضان دیکھ جاتے، تو کبھی خواب میں بھی اس کا خیال نہ آتا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ رمضان میں کبھی سہارنپور آئے ہی نہیں اور جو یہاں کے رمضان کے متعلق لوگوں سے سنا ہوگا اس کا یقین نہیں کیا، اللہ پاک ہی ان کے حال پر رحم فرماویں اور امت کو ایسا نقصان پہنچانے سے ان کی حفاظت فرماویں۔

اللہ پاک ہی قاضی عبد القادر صاحب کو اور ان حضرات کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرماویں جو کھل کر جناب کے سہارنپور رمضان کرنے کی رائے دیتے ہیں''۔

(مکتوب محررہ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ/ جنوری ۱۹۷۶ء)

رمضان ۱۳۹۶ھ/ اگست ۱۹۷۶ء:

معتکف شیخ میں پہلے عشرہ میں مولانا سید محمد سلمان نے کلام پاک سنایا اور اس کی دعا مولانا اظہار الحسن کاندھلوی نے کرائی، جب کہ دوسرے عشرہ کا کلام پاک مولانا سید محمد خالد نے اور تیسرا کلام پاک مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نے سنایا۔ اس مقصد کے لیے موصوف سترہ رمضان میں بمعیت حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری سہارنپور پہنچے تھے۔

مولانا طلحہ مرحوم نے اس ماہ مبارک کا کلام پاک بھی مدرسہ ابو المدارس میں سنایا، مولانا نصیر الدین مرحوم کے داماد ان کے سامع رہے۔

قاضی عبد القادر (جھاوریاں پاکستان) چند روز معتکف شیخ میں قیام کی نیت سے یکم رمضان کو دہلی سے سہارنپور پہنچے۔ عید سے اگلے دن حضرت مولانا افتخار الحسن کی دعوت پر آپ نے کاندھلہ کا سفر بھی کیا۔

رمضان ۱۳۹۷ھ/ اگست ۱۹۷۷ء:

مولانا موصوف کا یہ رمضان بھی حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور گذرا، اور قرآن پاک بھی معمول کے مطابق ابوالمدارس میں سنایا۔

معتکف شیخ میں پہلے اور تیسرے عشرہ میں مولانا سلمان صاحب اور درمیانی عشرہ میں مولانا خالد سلمہ نے کلام پاک سنایا۔

مخصوصین میں حضرت مولانا قاضی عبدالقادر، جناب الحاج عبدالعلیم مرادآبادی، مولانا رشید الدین مدرسہ شاہی مرادآباد، مولانا عبدالحفیظ اور مولانا عبدالوحید مکی، جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل مدنی، مولانا یوسف تتلا، مولانا محمد یوسف متالا، مولانا محمد ہاشم جوگواڑی مقیم لندن، مولانا فقیر محمد انڈومان شامل تھے۔

رمضان ۱۳۹۸ھ/ اگست ۱۹۷۸ء:

اس سال کا ماہ مبارک حضرت شیخ نے مدینہ منورہ میں گذارا اور مولانا طلحہ موصوف نے آپ کی تعمیل ارشاد میں معتکف شیخ کو معمولات شیخ سے معمور اور آباد رکھا۔ چنانچہ حضرتؒ کے اپنے روزنامچہ کے مطابق روزانہ بعد ظہر مجلس ذکر ہوکر بعد عصر ارشاد الملوک وغیرہ اور بعد مغرب مہمانوں کے طعام و چائے کا نظم ہوتا اور پھر بقیہ وقت میں اذان عشاء تک کتاب ''شریعت وطریقت کا تلازم'' سنائی جاتی، بعد تراویح فضائل رمضان اور اکابر کا رمضان بھی بالترتیب سنائی گئی۔

ان ساری ذمہ داریوں کے باوجود مولانا نے نماز تراویح میں اپنا کلام پاک مدرسہ ابوالمدارس میں سنایا۔

۱۱ر رمضان میں مولانا طلحہ موصوف حضرت مولانا انعام الحسن سے ملاقات کی نیت سے نظام الدین تشریف لے گئے، جن کی حال ہی میں یورپ اور حرمین شریفین

سے واپسی ہوئی تھی۔

۱۸؍رمضان میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن معتکف شیخ کو تقویت پہنچانے اور آپ کی خیر وعافیت دریافت کرنے کے لیے بذریعہ ٹرین سہارنپور آئے، معتکف شیخ میں قیام کیا افطار بھی وہیں کیا، اور ایک شب قیام کے بعد بذریعہ ٹرین دہلی واپس ہوگئے۔

اسی طرح ۲۰؍رمضان پنجشنبہ میں مولانا مفتی محمود رنگونی (تلمیذ رشید حضرت شیخ سابق مفتی اعظم برما) بھی سہارنپور تشریف لائے اور ایک شب مولانا محمد طلحہ کے پاس معتکف شیخ میں قیام کے بعد واپس ہوئے۔

مولانا طلحہ موصوف برابر حضرتؒ کو مدینہ منورہ خطوط تحریر فرما کر اپنے اور اپنے معتکفین کے احوال وکوائف سے مطلع کرتے رہتے اور ساتھ ہی اپنی مدینہ منورہ حاضری کے طبعی تقاضا اور دلی ذوق وشوق سے بھی مطلع کرتے رہتے تھے، چنانچہ وہ اپنے ایک مکتوب محررہ ۸؍رمضان ۱۳۹۸ھ/۱۲؍اگست ۱۹۷۸ء میں اپنی دلی کیفیات اور اندرونی تاثرات کا اظہار ان الفاظ کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں:

”اللہ کرے جناب والا مع خدام حاضرین وصادرین بعافیت ہوں، جب سے دیار حبیب دربار سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف حاضری کے ذکر تذکرے شروع ہوئے ہر وقت طبیعت میں حاضری کا تقاضا رہتا ہے، رمضان شروع ہونے کے بعد سے بار بار یہ خیال آتا رہتا ہے کہ اللہ کرے ماہ مبارک میں حاضری ہوجائے تو تیسرے عشرہ میں سرور کائنات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں اعتکاف کی سعادت حاصل ہوجائے، مگر اللہ جانے کیا ہوا اب تک جانا طے نہ ہوسکا، مختلف ذرائع سے ویزے کی کوشش کی گئی مگر ابھی تک ویزا حاصل نہ ہوسکا، امید لگی ہوئی ہے“۔

مولانا موصوف چند سطور کے بعد اپنا یہ مکتوب اس دعا اور جذبہ کے ساتھ ختم کرتے ہیں:

''اللہ پاک ہی اپنے لطف وکرم سے سید الکونین احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل سے اگلے سال ماہ مبارک سے قبل جناب کو سہارنپور بھیج کر پھر اس بہار سے اگلا رمضان سب مریدین و مجازین کو سہارنپور میں کرنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین''۔

رمضان ۱۳۹۹ھ/ جولائی ۱۹۷۹ء:

مولانا موصوف نے یہ ماہ مبارک حضرت شیخ کی نگرانی وسرپرستی میں سہارنپور میں کیا، تراویح میں کلام پاک مدرسہ ابوالمدارس میں سنایا۔

حضرت قاضی عبدالقادر صاحب نے چند یوم معتکف شیخ میں گذارے۔

۵؍رمضان؍۳۱؍جولائی منگل میں آپ کا ایک سفر ۳؍یوم کے لیے دہلی کا ہوا کہ حضرت شیخ نے مولانا محمد شمیم مکی (مدیر مدرسہ صولتیہ) کے فرزند جناب بھائی حلیم (مرحوم) کے نکاح مسنونہ کی تقریب میں آپ کو اپنی نیابت میں دہلی بھیجا تھا۔

۱۳؍رمضان میں حضرت جی ثالث ایک شب معتکف شیخ میں قیام کے لیے تشریف لائے مولانا زبیر ہمراہ تھے۔۲۳؍رمضان میں بھی مولانا طلحہ موصوف نے اس مکی قافلہ کو حرمین شریفین رخصت کرنے کے لیے بحکم حضرت شیخ دہلی کا سفر کیا تھا۔

رمضان ۱۴۰۰ھ/ جولائی ۱۹۸۰ء:

حضرتؒ نے یہ رمضان المبارک مولانا مفتی زین العابدین (پاکستان) کے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم فیصل آباد میں گذارا۔

حضرتؒ کے بہت سے مخصوصین اور خلفاء بھی وہاں پہنچے لیکن مولانا محمد طلحہ نے

ابتدائی دوعشرے آپ کے حکم کے مطابق سہارنپور میں ہی گذارکران تمام واردین و صادرین کی ضیافت اور روحانی تربیت فرمائی جواس موقع پرسہارنپور خانقاہ خلیلیہ میں رمضان مبارک گذارنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ابتدائی دوعشروں میں آپ نے تراویح میں کلام پاک مدرسہ ابو المدارس میں اور نوافل کا قرآن پاک گھر میں مستورات میں سنایا اور پھر ۱۹رمضان المبارک/۲راگست شنبہ میں آپ بھی حضرت شیخ کی خدمت میں لاہور ایک روز قیام کے بعد فیصل آباد پہنچ گئے۔لاہور میں آپ کا قیام الحاج غلام دستگیر کے یہاں ہوا تھا۔

ہمیشہ کی طرح مولانا طلحہ موصوف کی خواہش اس رمضان المبارک کے متعلق بھی یہی تھی کہ وہ سہارنپور میں کیا جائے اور وہ اپنے اس خیال میں بڑی حد تک حق بجانب تھے کہ عمومی، خصوصی اور عوامی نفع ماہ مبارک سہارنپور میں گذارنے میں ہی ہے، چنانچہ جب ان کو فیصل آباد کے معتکفین اور وہاں مجمع کے مختصر تعداد میں موجود ہونے کا علم بعض ذرائع سے ہوا تو وہ حضرت شیخ کو اپنے احساسات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکے،اورلکھا کہ:

''یہ معلوم ہوکر قلق ہوا کہ لائل پور (فیصل آباد) میں صرف سو، سوا سو آدمی ہیں اور اس میں سے بھی ذاکرین کم ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ ظہر وعصر میں صرف دو صفیں ہوتی ہیں اس کا قلق ہے کہ ہزاروں کا دار جدید کا مجمع محروم اور صرف سو، دوسو اشخاص رمضان گذار رہے ہیں''۔

(مکتوب محررہ ۸رمضان ۱۴۰۰ھ/۲۲رجولائی ۱۹۸۰ء)

رمضان ۱۴۰۱ھ/ جولائی ۱۹۸۱ء:

حضرت شیخ کی حیات کا یہ آخری رمضان تھا، جو جنوبی افریقہ کے ایک مشہور

شہر اسٹینگر میں گذرا، مولانا محمد طلحہ اس موقعہ پر آپ کے شریک سفر نہ ہو کر سہارنپور میں ہی مقیم رہے، اور حضرتؒ کی خانقاہ نیز آپ کے مشاغل اور معمولات رمضان کے محافظ اور وارث بنے رہے۔

مولانا طلحہ موصوف نے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا جس میں آپ کے ساتھ بیس پچیس مہمان شامل تھے، معتکف شیخ میں تراویح کا کلام پاک مولانا محمد ابن مولانا مفتی محمد یحییٰ سہارنپوری نے اور مولانا طلحہ موصوف نے مدرسہ ابوالمدارس میں سنایا۔ نیز زنان خانہ میں بھی نوافل میں کلام پاک پڑھا، حضرت شیخ کے خلفاء میں مولانا مفتی کفایت اللہ پالن پوری اپنے چند رفقاء کے ساتھ رمضان میں معتکف شیخ میں مقیم رہے۔

رمضان ۱۴۰۲ھ/ جون ۱۹۸۲ء:

بہت کم قارئین ایسے ہیں جن کے علم و معلومات میں یہ بات ہے کہ مخدومنا حضرت شیخ نے ایک طویل عرصہ تک ماہ رمضان المبارک کا اعتکاف شروع نہیں فرمایا تھا، لیکن نظام الدین دہلی میں مولانا محمد الیاس، دیوبند میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، تھانہ بھون میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، اور رائے پور میں مولانا شاہ عبدالقادر کی وفات پر ان کی مجالس و محافل اور ذکر وفکر کی تربیت گاہیں جب متاثر ہونی شروع ہوئیں اور روحانی طالبین نیز سلوک و احسان کے مسافرین کو اس خلاء کے پُر کرنے کا شدید احساس ہو کر اپنی صلاح و فلاح کے لیے کوئی مضبوط سہارا تلاش کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تب ان کے دل و دماغ اور ضمیر کی آوازیں مخدومنا حضرت شیخ پر مجتمع ہوتی چلی گئیں، اور ان تمام مرحوم اکابر و مشائخ کے خواص آپ کی طرف رجوع کرتے چلے گئے، اُس وقت حضرتؒ کو بھی اس کا اہتمام پیدا ہوا کہ ماہ رمضان المبارک جو ذاکرین اور صالحین کے لیے ایک کیمیا اثر مہینہ رکھتا ہے ان سب کو تربیت اور

اصلاح وارشاد کے قصد سے لے کر بیٹھا جائے۔

چنانچہ ابتدائی سالوں میں دو، تین رمضان دفتر قدیم (جامعہ مظاہر علوم) کی چھوٹی سی مسجد میں اس طور پر گذرے کہ مہمانوں کا قیام مسجد میں ہوتا اور وہ اپنے افطار و طعام کے لیے حضرت شیخ کے دولت کدہ (کچہ گھر) آمد و رفت رکھتے تھے، لیکن دو ہی سال میں جب یہ مسجد ناکافی محسوس ہوئی تب حضرتؒ نے ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء کا سب سے پہلا رمضان المبارک مظاہر علوم کی دوسری عمارت دارالطلبہ جدید کی وسیع و عریض مسجد میں کیا۔

حضرتؒ اس یادگار واقعہ کی تابناک تاریخ اور اس کی ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے روزنامچہ میں رقم طراز ہیں:

''گذشتہ سال مدرسہ قدیم کی مسجد میں اعتکاف رہا تھا، مگر مجمع اس قدر بڑھتا چلا گیا کہ اخیر عشرہ میں مدرسہ میں بھی قیام کی جگہ نہ رہی۔

سب سے زیادہ قلق کی چیز یہ ہوئی کہ نظام الدین سے مولانا یوسف صاحب مرحوم کا ساتھ چھوڑ کر ایک جماعت ۱۵؍نفر کی سہارنپور اعتکاف کرنے آئی مگر یہاں جگہ نہ ملنے کی وجہ سے اعتکاف سے محروم رہی، اور نظام الدین بھی نہ جاسکی۔ اس لیے اس سال (۱۳۸۵ھ /۱۹۶۵ء) دارالطلبہ جدید میں پورے ماہ کا اعتکاف ہوا۔ تقریباً ۴۰ نفر شروع ہی سے معتکف تھے، جس میں مولوی منور، مولوی عبدالمنان دہلوی، مولوی امیر حسن ہردوئی (شامل ہیں) لیکن روزانہ کچھ بڑھتے ہی رہے، آخر میں مجمع دو سو کے قریب پہنچ گیا۔ اخیر عشرہ میں صحن میں بھی شامیانہ لگانا پڑا''۔ (روزنامچہ نمبر:۳)

اس پہلے رمضان کے بعد سے اخیر حیات تک حضرتؒ مسجد دارالطلبہ جدید میں

ہی اعتکاف فرماتے رہے، اور طالبین وذاکرین کی تعداد میں ہر سال نمایاں اضافہ ہوتا رہا۔ مرکز نظام الدین سے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن اپنے رفقاء کے ساتھ، دارالعلوم دیوبند کے حضرات خاص کر خواص اساتذہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا معین اللہ ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی مع اپنے متعلقین اور مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی سے حضرت مولانا شاہ ابرارالحق مع متعلقین اور ملک و بیرون ملک کے خواص مبلغین برابر مسلسل تشریف لاتے رہے۔

حضرتؒ کا معمول یہ بھی تھا کہ جن مسترشدین کو اجازت بیعت اور خلافت کے لائق سمجھتے ان کو زیادہ تر اسی ماہ میں اپنی جانب سے اجازت بیعت وخلافت سے بھی نوازتے تھے۔ چنانچہ رمضان ۱۳۸۶ھ کے آخری عشرہ میں مولانا عبدالرحیم متالا (زامبیا)، جناب الحاج پروفیسر جمیل احمد حیدرآبادی، مولانا عبدالحفیظ مکی، مولانا امام الدین پورنوی کو ارشاد وسلوک کی لائن سے اپنا مجاز بنایا۔

ذکر وفکر کی اس معرفت گاہ کو اللہ جل شانہ نے حضرت شیخ کے اخلاص اور تعلق مع اللہ کی برکت سے ایسا عروج دیا کہ بلا مبالغہ ہر آنے والا رمضان گذشتہ رمضان کے مقابلہ میں کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہوتا تھا، یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آیا کہ صرف چار سال کا مختصر عرصہ گزرنے پر یعنی ۱۳۹۰ھ کے رمضان المبارک میں جب کہ رمضان المبارک سے ایک یوم قبل سوا تین سو علماء اور خواص اعتکاف کے لیے سہارنپور پہنچ چکے تھے، حضرتؒ کو روزنامہ الجمعیۃ دہلی میں تحریری طور پر یہ اعلان کرانا پڑا کہ اب اعتکاف کی نیت سے کوئی صاحب سہارنپور نہ آئیں، تاہم بغیر اعتکاف کے درالطلبہ جدید کے کمروں میں قیام کر سکتے ہیں۔

اس اعتکاف اور اس کے متعلقات کی تفصیلات حضرتؒ تحدیث نعمت کے طور پر

اپنے روزنامچہ میں بھی اپنی تمام جزئیات کے ساتھ سپردقلم فرماتے تھے۔

اب یہاں لکھنے کی بات یہ ہے کہ ۱۳۸۵ھ سے ۱۴۰۲ھ تک مسلسل سترہ سال اتنی آب وتاب ، ایسی شان وشوکت اوراس قدرمعرفت وروحانیت سے مالامال معتکف تیارفرما کرحضرتؒ اس کواپنے اکلوتے فرزندحضرت مولانامحمدطلحہ مرحوم کوسونپ کرراہی ملک بقاہوئے۔اورکمال کی بات یہ ہے کہ مولاناطلحہ مرحوم نے زندگی بھراس معتکف کوان ہی خطوط پر چلایااوران ہی اصول پراس کوقائم ودائم رکھاجن کی مضبوط بنیادیں حضرت شیخ نے اپنے روحانی تصرفات ،قلبی توجہات اوردعاہائے نیم شبی سے قائم کردی تھیں ، وہی مشاغل ومعمولات ، وہی سادگی وبےنفسی ، اوروہی استغناءاور بےنیازی جواس خانقاہ شریف کاطرۂ امتیازتھی ،اورپہلی ہی جھلک میں دیکھنے والوں پر اپنااثرڈال کراس کے دل کی دنیاکوبدل دیاکرتی تھی ،آخرتک دیکھنے والوں کی نظریں اس کودیکھتی رہیں اورمحسوس کرتی رہیں۔رحمهم الله تعالىٰ رحمة واسعة۔

حضرت شیخ کے حادثۂ وفات کے موقعہ پرمولانامحمدطلحہ مدینہ منورہ میں موجود تھےاس لیے یہ پہلارمضان تھاجس میں مولانامحمدطلحہ مرحوم کاقیام مدینہ پاک میں ہوا، اس موقعہ پرمولاناطلحہ موصوف نے راقم سطور(محمدشاہد) کےذریعہ حضرت جی ثالث مولانامحمدانعام الحسن صاحب سے مدینہ پاک میں اپنے رمضان گذارنے کامشورہ لیا توحضرت جی نے برجستہ ان الفاظ کےساتھ اپنایہ مشورہ دیاکہ:

”بھائی حضرت شیخ کی وفات سے لوگوں کے قلوب اس وقت بہت مغموم ہیں ،اس لیےطلحہ کورمضان وہیں کرناچاہئے ،تاکہ حضرت شیخ کامعتکف آبادرہے ،اورشیخ کےلوگ ان سےرجوع کرسکیں“۔

لیکن مولانامحمدطلحہ کے دل ودماغ پراپنے والد ماجدکی وفات کاغم اورقیام مدینہ منورہ کاشوق اس قدرغالب تھاکہ وہ وہیں ٹھہرکررمضان گذارنے کے بعدواپس آئے،

تاہم خلفاء شیخ میں مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی، مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی، جناب الحاج عبدالعلیم مرادآبادی اور دیگر خواص کی موجودگی سے سہارنپور کا معتکف شیخ آباد رہا۔

۱۸؍رمضان میں ایک شب کے لیے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن سہارنپور تشریف لائے، مولانا محمد عمر اور مولانا محمد زبیر الحسن مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی آپ کے ہمراہ تھے۔

سہارنپور آنے کا مقصد کیونکہ صرف معتکف شیخ میں قیام کرکے پرانی یادوں کو تازہ کرنا تھا اس لیے حضرت جی ثالث نماز ظہر سے لے کر نماز عشاء وتراویح سے فراغ تک بہ نیت اعتکاف معتکف شیخ میں رہے، اور اس عرصہ میں ہونے والے تمام معمولات یعنی بعد نماز ظہر مجلس ذکر میں شرکت، بعد عصر مولانا محمد عمر پالن پوری کے بیان اور بعد تراویح ختم یاسین شریف اور مجلس درود شریف میں پوری پوری شرکت فرمائی۔ تراویح کے بعد تھوڑی دیر کے لیے گھروں میں تشریف لائے اور پھر واپس معتکف شیخ چلے گئے۔

مخدومنا حضرت شیخ چونکہ زندگی بھر جامعہ مظاہر علوم سے قلبی و روحانی طور پر وابستہ رہ کر مختلف جہات سے اس کو ترقی دیتے رہے اس لیے آپ کی وفات کے بعد میرے دادا جان (حضرت مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحبؒ) نے احسان شناسی کے طور پر ضروری سمجھا کہ مولانا محمد طلحہ کو حضرت شیخ کی جگہ پر مجلس شوریٰ سرپرستان کے لیے نامزد کیا جائے۔ چنانچہ اسی ماہ رمضان کی ۱۸؍تاریخ میں جد محترم موصوف نے اس سلسلہ میں راقم سطور کے ذریعہ ایک موثر اور مضبوط تحریر حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ کو لکھوا کر نظام الدین بھجوائی اور اس میں اس بات پر زور دیا کہ عنقریب مظاہر علوم کی ہونے والی شوریٰ میں مولانا محمد طلحہ موصوف کو رکن شوریٰ نامزد کیا جائے۔ چنانچہ اس تحریری تجویز پر عمل کیا گیا، اور مولانا طلحہ موصوف کا انتخاب ۲۲؍شوال ۱۴۰۲ھ/ ۱۰؍اگست ۱۹۸۲ء کے اجلاس شوریٰ میں عمل میں آ گیا۔

عشرہ آخرہ کے ۲۰ ویں روزہ میں مولانا محمد علی منیار سورت گجرات سے معتکف شیخ میں پہنچے اور معمولات رمضان میں مشغول ومصروف رہنے کے ساتھ ساتھ تمام مہمانوں کے لیے اپنی طرف سے چائے کا نظم وانتظام شروع کیا جو عید تک چلتا رہا۔

رمضان ۱۴۰۳ھ/ جون ۱۹۸۳ء:

مولانا محمد طلحہ مرحوم کا یہ پہلا رمضان ہے جو باضابطہ طور پر حضرت شیخ کی وفات کے بعد معتکف شیخ میں ہوا۔ چنانچہ اس سال مولانا محمد جعفر سلمہ نے تراویح میں کلام پاک سنایا، مولانا محمد طلحہ ان ہی کی اقتدا میں نماز تراویح ادا کرتے رہے، اور خود اپنا قرآن پاک زنانہ مکان میں نوافل میں سنانے کا معمول رکھا۔

آپ نماز ظہر سے لے کر شب میں ۱۲ بجے تک کا تمام وقت معتکف شیخ (مسجد دار جدید) میں گذارتے تھے۔ مہمانوں کا اوسط پچاس تک رہا۔ معمولات بھی بعینہ حضرت کے دور کے ہوتے رہے، حضرتؒ کے خواص میں حضرت مولانا قاضی عبدالقادر جھاوریاں (پاکستان) مولانا عبدالحفیظ مکی مع اپنے فرزند، مولانا عبدالرؤف و جناب اسعد محمود اور مولانا محمد یحییٰ کراچی، جناب پہلوان ابراہیم فیصل آباد، مولانا کفایت اللہ مع جماعت بیس نفر، مولانا فقیر محمد انڈومان، جناب الحاج صغیر احمد لاہوری، جناب الحاج ڈاکٹر اسماعیل مدنی، مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی، مولانا عبدالرحیم متالا زامبیا، مولانا محمد یوسف متالا لندن ماہ رمضان المبارک کی مختلف تاریخوں میں تشریف لائے۔

سولہویں شب میں مولانا طلحہ موصوف کا گھر میں نوافل میں سنائے جانے والا قرآن پاک ختم ہوا اور اس کی اختتامی دعا حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی نے کرائی۔

رمضان۱۴۰۴ھ/ جون ۱۹۸۴ء:

مولانا موصوف نے یہ ماہ مبارک معمول قدیم کے مطابق مسجد دارالطلبہ جدید میں کیا، سالکین کی تعداد میں روزانہ اضافہ ہوتا رہا، دوسرے عشرہ کے ختم پر دوسو اور تیسرے عشرہ کے اختتام پر تین سو سے تجاوز کر گئے تھے،اس مرتبہ پہلے اور دوسرے عشرہ میں مولانا محمد سلمان نے اور تیسرے عشرہ میں مولانا محمد خالد نے سنایا،تشریف لانے والے خواص کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مولانا عبدالحفیظ مکۃ المکرّمہ، مولانا عبدالرحیم متالا زامبیا، مولانا محمد یوسف متالالندن، مولانا محمد ہاشم جوگواڑی لندن، حضرت مولانا تقی الدین ندوی مظاہری اعظم گڈھ،مولانا محمد علی منیار سورت گجرات۔

عید سے اگلے دن مولانا سید اسعد مدنی بغرض ملاقات و مبارک باد تشریف لائے، مظاہر علوم کا قضیہ نامرضیہ اس رمضان المبارک میں قدرے زوروں پر رہا، جس کی وجہ سے معتکف شیخ اور مدرسہ کے ماحول میں بہت انتشار و خلفشار محسوس کیا گیا۔

رمضان۱۴۰۵ھ/ مئی ۱۹۸۵ء:

اس ماہ مبارک کی آمد سے چند ماہ قبل جامعہ مظاہر علوم کے ارکان شوریٰ نے جامعہ اور اس کے املاک کو قانونی تحفظ دینے کے لیے سوسائٹی ایکٹ ۱۸۶۰ کے تحت رجسٹریشن کی کارروائی شروع کردی تھی، اور مولانا محمد طلحہ مرحوم کو اتفاق رائے سے سکریٹری منتخب کرلیا تھا،اس لیے موصوف کو وقتاً فوقتاً رجسٹریشن کی کارروائی کے لیے مختلف مقامات کے سفر کرنے پڑ رہے تھے، چنانچہ اس سال کے ماہ مبارک کی دوسری تاریخ میں موصوف حضرت مولانا اسعد مدنی سے ملاقات کے لیے شب میں دیوبند پہنچے، راقم سطور (محمد شاہد) آپ کے ہمراہ تھا، بعد فجر دارالعلوم کے مہمان خانہ میں

آرام کر کے دس بجے حضرت مولانا مدنی سے ملاقات ہوکر اس سلسلہ میں ضروری مشورے کیے گئے، اور پھر دو روز بعد یعنی ۴/رمضان شنبہ میں اسی مسئلہ کے پیش نظر آپ بذریعہ ٹرین میرٹھ گئے، راقم سطور بھی اس سفر میں ساتھ تھا۔

جناب الحاج نعمت اللہ دہلوی مرحوم بھی اس تاریخ میں دہلی سے میرٹھ آ گئے تھے، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ رجسٹرار کسی فوری سرکاری کام سے لکھنؤ گئے ہوئے ہیں، اس لیے کسی پیش رفت کے بغیر سہارنپور واپسی ہوگئی۔ اور پھر ۱۳/رمضان المبارک میں اسی مقصد کے لیے میرٹھ کا دوسرا سفر ہوا، حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی بھی رفقاء سفر میں شامل تھے۔

اس ماہ مبارک میں تشریف لانے والے خواص میں یہ حضرات شامل تھے:

حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی، مولانا محمد یوسف متالا۔

رمضان ۱۴۰۶ھ/ مئی ۱۹۸۶ء:

اس سال شروع کے دو عشروں میں عزیز مولانا جعفر سلمہ نے اور تیسرے عشرہ میں مولانا محمد خالد صاحب نے کلام پاک سنایا۔

امسال مولانا عبدالحفیظ مکی اور عالی جناب الحاج صغیر احمد نے ماہ رمضان المبارک سہارنپور معتکف شیخ میں کیا، ۱۷/رمضان میں مولانا اظہار الحسن، الحاج کرامت اللہ و نعمت اللہ صاحبان دہلی اور مولانا زبیر الحسن ایک یوم معتکف شیخ میں گذارنے کے لیے دہلی سے تشریف لائے۔ ۲۷/رمضان جمعہ میں دوسری مرتبہ مولانا زبیر الحسن مرحوم بمعیت مولانا احمد لاٹ دہلی سے سہارنپور ایک روزہ قیام کی نیت سے آئے۔

رمضان ۱۴۰۷ھ/ اپریل ۱۹۸۷ء:

جامعہ مظاہر علوم کے اندرونی انتشار کو دُور کرنے اور فریقین (یعنی مجلس شوریٰ سرپرستان اور ناظم مدرسہ) کے درمیان مصالحت کرانے کی نیت سے حضرت مولانا عبدالحفیظ مکہ مکرمہ سے اور عالی جناب الحاج صغیر احمد لاہور (پاکستان) سے شروع

رجب ۱۴۰۷ھ/ مارچ ۱۹۸۷ء میں سہارنپور تشریف لاکر مصالحت کی راہ ہموار کرنے میں بے حد جدوجہد فرمارہے تھے، لیکن کچھ کامیابی کے آثار نہ دیکھ کر اور حالات و احوال سے مایوس ہوکر ان حضرات نے یہ مناسب سمجھا کہ اس سال (۱۴۰۷ھ) کا رمضان مولانا طلحہ صاحب مدینہ منورہ میں گذار لیں، چنانچہ ۱۳/رجب ۱۴۰۷ھ/ ۱۴/مارچ ۱۹۸۷ء میں حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی، مولانا عبدالحفیظ مکی اور مولانا محمد طلحہ، حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کی خدمت میں دہلی پہنچے اور پوری صورت حال سامنے رکھ کر مشورہ چاہا، حضرت جی ثالثؒ نے اس مشورہ سے اتفاق نہیں کیا کہ سہارنپور چھوڑ کر کسی دوسری جگہ رمضان کیا جائے، اور تینوں حضرات کی موجودگی میں اپنا مشورہ ان الفاظ کے ساتھ دیا:

> ’’نہیں بھائی مرکزیت نہیں چھوڑنی چاہئے، جم کر بیٹھنے سے ڈھارس رہتی ہے، استقامت کے ساتھ جم کے سہارنپور رہیں، اور وہیں رمضان شریف کا اعتکاف ہو، اِدھر اُدھر ہونے سے جماؤ نہیں پیدا ہوتا‘‘۔

چنانچہ ان تینوں حضرات نے متفقہ طور پر یہ مشورہ قبول کرکے طے کیا کہ اب رمضان سہارنپور ہی کرنا ہے، خواہ اس کے لیے قدیم مسجد معتکف شیخ کے بجائے کسی دوسری مسجد کا انتخاب کیا جائے، چنانچہ مسلمانان محلہ شاہ مدار کی تحریک اور اصرار پر وہاں کی مسجد کبیر منتخب کرلی گئی۔

جامعہ مظاہر علوم اپنے سخت بحرانی دور سے گذر رہا تھا، جابجا دیواروں پر اشتہارات اور فتاویٰ لگائے جارہے تھے کہ کوئی شخص مولانا محمد طلحہ کے ساتھ اعتکاف میں نہ بیٹھیں کیونکہ انہوں نے مظاہر علوم کا رجسٹریشن کراکر ایک حرام اور ناجائز کام کا ارتکاب کیا ہے۔ ان فتاویٰ اور اشتہارات کا منفی اثر صحیح صورت حال سے ناواقف آنے والوں پر بھی ڈالا جارہا تھا، چنانچہ گنتی کے چند افراد ہی اعتکاف میں پہنچ پائے۔

اس حوصلہ شکن اور غمگین صورت حال کی اطلاع راقم سطور محمد شاہد نے دہلی پہنچ کر جب حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کی خدمت میں پہنچائی تو آپ کے چہرے پر بھی اس کا شدید تاثر ظاہر ہوا اور پھر فوراً آپ نے مولانا محمد اظہار الحسن کو بلا کر فیصلہ کن انداز میں ان سے فرمایا کہ:

''مولوی اظہار آج سے جتنی جماعتیں سہارنپور اور اس کے قرب و جوار میں جائیں ان سب کو یہ ہدایت کردی جائے کہ وہ تین دن مولانا طلحہ کے ساتھ اعتکاف کر کے اپنے مقامات پر جائیں''۔

چنانچہ اس فیصلہ پر عمل ہوا، اور مسجد شاہ مدار نمازیوں اور اعتکاف والوں سے بھر گئی۔

۱۸ر رمضان/ ۱۷ر مئی میں دوسرے عشرہ کا کلام پاک ختم کے موقع پر مولانا اظہار الحسن اور مولانا زبیر الحسن ایک شب کے لیے مولانا محمد طلحہ کے پاس آئے۔

نیز حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی، مولانا معین الدین مرادآبادی، مولانا وارث علی سیتاپوری، مولانا قطب الدین گیاوی، مولانا احرار الحق استاذ دارالعلوم دیوبند، مولانا ابراہیم پانڈور افریقی، مولانا عبدالاحد، جناب خالد منیار سورتی، جناب حکیم عبدالوہاب سورتی، جناب احمد میاں افریقی، جناب الحاج یوسف دمن، جناب اسعد نفیس سہارنپور، مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی وغیرہ خواص بھی اس رمضان المبارک میں موجود رہے۔

پورے ماہ کے خدام میں حاجی عبدالکریم سہارنپوری، حافظ محمد ارشاد دودھ گڈھ، مولانا مجاہد الاسلام آگرہ، بھائی انعام پانڈولی ہمہ وقت موجود رہ کر مہمانوں کی خدمت میں مصروف رہے۔ نیز تبلیغی جماعتوں میں علیگڈھ، میوات، اعظم گڈھ، گجرات، بہار، سری لنکا، بنگلہ دیش کی جماعتیں مختلف اوقات میں شریک اعتکاف رہیں[1]

---

[1] ماخوذ رجسٹر اندراج اسماء معتکفین وغیر معتکفین محفوظ نزد راقم سطور۔

رمضان ۱۴۰۸ھ/ اپریل ۱۹۸۸ء:

جامعہ مظاہر علوم میں گذشتہ چند سالوں سے جو زبردست انتشار و خلفشار چل رہا تھا اس کے پیش نظر مولانا مرحوم کے لیے یہ ماہ مبارک بھی مسجد دار جدید میں گزارنا سخت مشکل بنا دیا گیا تھا، اس لیے آپ نے اس سال بھی مسلمانان محلّہ شاہمدار کی خواہش پر ان کے علاقہ کی مسجد کبیر میں رمضان کا قیام منظور کرلیا، اور ایک دن قبل ان **الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد**[۱] کی ایمانی ویقینی کیفیات کے ساتھ وہاں منتقل ہوگئے۔

یہ اعتکاف پہلے اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور کی وسیع مسجد میں طے ہوگیا تھا مگر معاندین کی طرف سے اس میں مداخلت کی گئی، اور وہاں کی انتظامیہ پر دباؤ ڈالا گیا کہ یہاں اعتکاف نہ ہونے دیں۔

شہر کے دینی مزاج رکھنے والوں نے اس مخالفت کو بہت محسوس کیا اور اپنی ناگواری کا اظہار ایک اشتہار کے ذریعہ کیا جس پر چالیس اصحاب کے دستخط تھے بعدازاں مسلمانان محلّہ شاہ مدار کی پیش کش پر مسجد شاہ مدار میں یہ اعتکاف طے ہوا، اور مسلمانانِ شاہ مدار نے بڑے ذوق وشوق سے اس کے انتظامات کئے، آخری عشرہ میں معتکفین وغیر معتکفین کی تعداد تین سو کے قریب ہوگئی تھی۔ مسجد کی انتظامیہ نے راحت وسہولت کے تمام انتظامات کئے اور کسی قسم کی کمی یا تنگی کا احساس نہیں ہونے دیا، اور تمام اہل محلّہ نے باہمی طور سے ماہ مبارک میں تین دفعہ پورے مجمع کی دعوت کی۔

---

[۱] حضرات مفسرین نے ''معاذ'' کی تفسیر میں مختلف مطالب بیان کرتے ہوئے ایک مطلب مکہ مکرمہ بھی بیان فرمایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت وخوشخبری دے رہے ہیں کہ جس ذات نے قرآن پاک نازل کیا ہے وہی آپ کو دوبارہ مکہ مکرمہ بھی پہنچائے گی، چنانچہ فتح مکہ کے موقعہ پر یہ وعدہ پورا ہوا۔

۱۷/رمضان میں مولانا اظہار الحسن، مولانا احمدلاٹ، اور مولانا زبیر الحسن اختتام قرآن پاک کی تکمیل میں سہارنپور تشریف لائے، اور اسی مسجد کبیر میں ان حضرات نے تراویح ادا کر کے بیان اور دعا کرائی اور اسی مسجد میں سحری اور نماز فجر ادا کر کے دہلی کے لیے روانہ ہوگئے۔

ماہ مبارک میں تشریف لانے والے خواص میں حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی، حضرت مولانا صدیق احمد ہتھوڑا باندہ، حضرت مولانا معین الدین مرادآبادی مولانا عبدالرحیم متالا زامبیا، مولانا محمد اسماعیل بدات مدنی، جناب حافظ محمد صدیق مرزاپوری، مولانا محمد الیاس مہتمم مدرسہ پیپلی مزرعہ، مولانا عبدالعزیز ثانی رائے بریلوی، جناب چودھری عبدالغفور دودھ گڈھ، مولانا محمد حمزہ حسنی لکھنوی، مولانا محمد ہارون اندوری مظاہری، مولانا محمد حنیف پالن پوری، مولانا مفتی ابوالقاسم بنارس حال مہتمم دارالعلوم دیوبند وغیرہ شامل ہیں۔

رمضان ۱۴۰۹ھ/ اپریل ۱۹۸۹ء:

رمضان ۱۴۱۰ھ/ مارچ ۱۹۹۰ء:

اس سال معتکف شیخ میں دو قرآن پاک ہوئے، پہلا مولانا محمد جعفر سلمہ اور دوسرا مولانا محمد خالد سلمہ نے سنایا۔

۱۳/رمضان میں مولانا محمد طلحہ مرحوم نے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن

کے نام ایک خط مرکز کے خواص کو سہارنپور مدعو کرنے کے لیے بھیجا اس کا جواب حضرت جی ثالث کی جانب سے یہ موصول ہوا کہ ''مولانا اظہار الحسن، مولانا احمد لاٹ اور عزیز زبیر الحسن سلمہ کو سہارنپور بھیجا جا رہا ہے، چنانچہ نظام کے مطابق ۱۴؍ رمضان کی صبح میں یہ تینوں حضرات سہارنپور آئے اور ختم قرآن پاک کی تقریب میں مولانا احمد لاٹ کا خالص دعوتی بیان ہو کر مولانا اظہار الحسن صاحب کی دعا ہوئی، مجمع خوب تھا، مسجد کی دونوں منزلیں واردین و صادرین سے بھری ہوئی تھیں۔ دعا کے بعد طویل دسترخوان بچھا جس پر عوام و خواص کی ضیافت کے لیے کھانے پینے کی بہت سی چیزیں ہمارے اپنے گھروں سے تیار ہو کر آ گئیں تھیں۔ ڈیڑھ بجے اس مجلس طعام سے فراغت ہوئی، مولانا زبیر مرحوم نے بقیہ رات مختلف گھروں میں اپنے اعزہ و اقارب سے ملاقات میں گذاری۔

مولانا محمد خالد سلمہ کا قرآن پاک ۲۹ ویں شب میں ختم ہوا، اس موقعہ پر حضرت مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی کا اصلاحی بیان ہو کر طویل دعا ہوئی۔

حضرت شیخ کے خواص معتقدین میں مولانا وارث علی سیتاپوری، مولانا محمد حسان مظاہری مقیم مکہ مکرمہ نے مکمل ماہ مبارک مولانا طلحہ صاحب کی خدمت میں گذارا، مولانا حسان موصوف ماہ مبارک کے قیام میں ہر جمعہ کے امام و خطیب بھی متعین رہے جب کہ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی ہر جمعرات کی شام کو تشریف لاتے رہے، نیز مولانا احرار الحق دیوبند، مولانا مفتی کفایت اللہ پالن پور، مولانا محمد علی منیار سورت، مولانا فقیر محمد انڈومان، جناب بھائی خالد منیار سورت گجرات، مولانا مفتی عبدالحمید نعمانی مفتی شہر آگرہ، حاجی سبط حسن امیر جماعت آگرہ، مولانا مفتی محمد طیب براہمی، مولانا محمد عارف براہیمی (صاحبزادگان حضرت مولانا زاہد حسن سرساوہ) بھی اپنے اپنے علاقوں کے خواص کو ساتھ لے کر آخری دو عشروں میں، مولانا محمد طلحہ کی

خدمت میں قیام کر کے معمولات رمضان کی ادائیگی میں مصروف رہے۔

عیدالفطر کی نماز مولانا قاری رضوان نسیم کی امامت میں ادا کی گئی۔

مولانا مفتی محمد ناصر سیتاپوری جو سالہا سال تک معتکف شیخ میں رمضان گزار کر تراویح میں کلام پاک سناتے رہے۔ امسال پہلی مرتبہ اپنے والد مولانا وارث علی سیتاپوری کی معیت میں سہارنپور آئے اور پھر ہمیشہ رمضان میں آتے رہے۔

نیز سالہا سال کے معمول کے مطابق حافظ محمد ارشاد، چودھری عبدالغفور، حاجی عبدالکریم مہمانوں کے لیے کھانا تیار کر کے پھر پورے نظم کے ساتھ اس کو تقسیم کرتے، مولوی جمال الدین خصوصی مہمانوں کی خبر گیری اور ان کے قیام وطعام کی دیکھ بھال مولانا عبدالعزیز ثانی مولانا طلحہ مرحوم کے نام آنے والی ڈاک کو سنبھالنے اور ان کے جوابات کے لکھنے میں پورے ماہ مصروف ومشغول رہے، جزاہم اللہ تعالیٰ۔

رجسٹر اندراج اسماء کے مطابق امسال معتکف شیخ میں درج ذیل مقامات کے حضرات شریف لائے ہوئے تھے۔ ان میں زیادہ تر پورے ماہ کے لیے کچھ عشرہ کے لیے اور بقیہ تین روز کے لیے تھے، سہارنپور ضلع سہارنپور پرتاب گڈھ، لکھیم پور کھیری، مظفرنگر، غازی آباد، اعظم گڈھ، آگرہ، سیتاپور، پالن پور، ہریدوار، بہار، بنگال، جھارکھنڈ، ٹاملناڈو، گجرات، بنگلور، حیدرآباد، بھٹکل وغیرہ۔

رمضان ۱۴۱۱ھ/ مارچ ۱۹۹۱ء:

اس سال ابتدائی دوعشروں میں عزیزم مولوی محمد عثمان (ابن مولانا محمد سلمان) اور آخری تیسرے عشرہ میں مولانا محمد سلمان کا سنانا طے تھا، لیکن فسادات میں لگنے والے کرفیو کی وجہ مولوی محمد عثمان اور مولانا محمد سلمان کا آنا جانا مشکل ہونے پر مولانا محمد طلحہ مرحوم نے مفتی ناصر کا کلام پاک سنانا طے کر دیا۔ چنانچہ پورے ماہ مبارک ان

ہی کی امامت میں نماز تراویح ہوتی رہی۔ مولانا محمد طلحہ نے امسال پورے ماہ مبارک کا اعتکاف کیا۔

۳/رمضان تک معتکف مہمانوں کی تعداد پچیس اور ۸/رمضان میں اضافہ ہوکر اسی (۸۰) ہوگئی تھی، اور پھر اس تعداد میں آخر تک اضافہ ہی ہوتا رہا۔

اس ماہ مبارک کے اہم واقعات میں سہارنپور کا ہندو و مسلم فساد بھی ہے جس کا آغاز ساتویں روزہ کو ہوا اور اس نے دیکھتے ہی دیکھتے خطرناک صورت حال اختیار کر کے پورے شہر کو اپنے لپیٹ میں لے لیا، ہندو اور مسلم مشترک محلوں میں کرفیو کا نفاذ ہوا، خلاف ورزی پر فوراً گولی مارنے کا حکم بھی دے دیا گیا۔ ہمارا علاقہ بھی کرفیو کی زد میں آیا، اور ہم لوگ اپنے گھروں میں ایسے محبوس اور مقید ہوئے کہ چار یوم تک مسجد دارالطلبہ جدید اور معتکف شیخ کی کوئی خیر خبر نہیں مل سکی۔

راقم سطور کو اس صورت حال سے سخت تشویش اور الجھن تھی، چنانچہ اس کی پوری اطلاع دہلی میں اپنے قدیم اور محسن کرم فرما جناب ڈاکٹر محسن ولی کو دی گئی، انہوں نے اپنے اثر ورسوخ سے کام لے کر متعلقہ حکام اور پولیس انتظامیہ کو ہدایت بھجوائی کہ محمد شاہد (راقم سطور کو) فوری طور پر کرفیو پاس جاری کیا جائے، چنانچہ اس کے جاری ہونے کے بعد آمد ورفت میں کوئی قانونی رکاوٹ نہیں ہوئی۔

۱۸/رمضان میں حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی شہر سہارنپور کا دورہ کرتے ہوئے معتکف شیخ میں تشریف لائے ان کی تشریف آوری سے بہت ڈھارس بندھی اور اہل تعلق کو تسلی ہوئی۔

اس ماہِ مبارک میں مولانا محمد طلحہ صاحب نے اپنے بہترین جذبات اور نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہوئے جو مکتوب مولانا اظہار الحسن صاحب کو ان کی سہارنپور

آمد کے سلسلہ میں دہلی بھیجا اس کی نقل راقم سطور اپنے محفوظ ذخیرہ نوادرات سے یہاں پیش کرتا ہے:

''مکرم ومحترم مخدوم ومعظم جناب الحاج ماموں اظہار صاحب دام عنایتکم وزیدت کرمکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک کا شکر ہے کہ بندہ بعافیت ہے، امید ہے جناب والا بھی بعافیت ہوں گے، حسب معمول سالانہ درخواست ختم کی دعا کے لیے سب اپنے پرائے اعزہ، معتقدین، مدرسہ والے، تبلیغ والے، خانقاہ والے، سبھی جناب کے منتظر ہیں۔

یہ بات صحیح ہے کہ جناب والا علالت وضعف کی وجہ سے ممکن ہے کہ ہمت نہ فرمارہے ہوں لیکن اللہ کے لیے اس معمول کو باقی رکھیں، اور تھوڑی سی توجہ اللہ کے لیے اس آباد گلشن کو جو حضرت نوراللہ مرقدہ کے سامنے سرسبز وشاداب تھا اور خزاں کے دہانے پر بلکہ ماحول سے خزاں کا جھونکہ کھا کر شاہمدار دوسال یہ قافلہ رہ کر آیا، پھر اللہ رب العزت نے اپنے فضل سے اپنی قدیم جگہ پر پہنچایا، ان یادوں کو جہاں تک ہوسکے باقی رکھنے کی کوشش سبھی کو کرنی چاہیئے، ان یادوں میں سے ایک یاد پہلے ختم پر جناب والا کی دعا ہونا بھی عرصہ سے چلا آرہا ہے، اس لیے جناب والا سے درخواست ہے کہ اس دعوت اور دعا کے اجتماعی موقعہ پر اپنی علالت، ضعف، بیماری ان سب کے مقابلہ میں ہمت اور جناب والا کا حضرت نوراللہ مرقدہ سے جو اندرونی تعلق ہے اس کے اعتبار سے تشریف لاکر دعا فرما کر یہاں کے مقیمین اور اس موقعہ پر جمع ہونے والے لوگوں کی دعا فرما کر تقویت پہنچائیں۔

اللہ پاک ہی آپ کو اس مشقت کی جزاء عطا فرمائیں اور حضرتؒ

کی روحانیت کومزید جناب کی طرف مبذول فرمائیں۔

ہمارے یہاں ختم قرآن پاک ۱۴؍رمضان المبارک میں ہے یعنی ۱۴-۱۵ کی درمیانی شب میں۔

محمد طلحہ کاندھلوی

۱۱؍رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

بقلم عبدالعزیز ثانی از کاتب سلام مسنون عرض ہے۔

رمضان ۱۴۱۲ھ/ مارچ ۱۹۹۲ء:

امسال دارالطلبہ جدید میں عزیزانم مولوی عثمان ومولوی جعفر سلمہما نے ڈیڑھ ڈیڑھ پارہ (یعنی یومیہ تین سپارے تراویح میں) پڑھے اور آخری تیسرے عشرے کا کلام پاک راقم سطور کے برادر خورد مولوی محمد سہیل مرحوم نے سنایا۔

۱۸ویں شب میں ختم ہونے والے مشترکہ کلام پاک کی دعا مولانا احمد لاٹ نے مرکز نظام الدین سے تشریف لاکر کرائی، دعا سے قبل ختم یاسین شریف ہوکر درود شریف، چہل حدیث عام مجمع کوسنائی گئی۔

۲۰ویں شب میں مرادآباد کے خواص جو حضرت شیخؒ کی حیات میں بڑے اہتمام کے ساتھ آتے تھے، تشریف لائے۔ یہ حضرات تقریباً پچاس تھے ان میں معروف لوگوں میں بھائی عطا الرحمٰن، بھائی وصف الٰہی، بھائی ولی الرحمٰن صاحب نیز الحاج عبدالعلیم صاحب کے بڑے فرزند کے علاوہ دیگر نئے اور پرانے احباب شامل تھے۔ یہ حضرات صرف ایک شب قیام کی نیت سے آئے تھے لیکن ماحول کے سکون اور سکینت کی وجہ سے ایک یوم مزید قیام فرما کر واپس ہوئے۔

عزیزم مولوی سہیل مرحوم کے ختم قرآن پاک کی تقریب میں حضرت مولانا افتخارالحسن کاندھلہ سے تشریف لائے، اور حضرت موصوف کے بیان اور دعا پر یہ

دوسری مجلس اختتام کو پہنچی، اس اختتام کے موقعہ پر مولانا محمد احسان الحق رائے ونڈ لاہوری یکے از خلفاء حضرت شیخ بھی موجود تھے۔

مولانا طلحہ مرحوم کے مشہور خلیفہ ومجاز مولانا مفتی فرید ابن یونس دیولوی مولانا احمد عمر جی آچھود کی معیت میں اس رمضان مبارک میں پہلی مرتبہ آئے، گویا حضرت پیر صاحب سے یہ ان کے تعلقات استوار ہونے کا پہلا سال تھا۔ مولانا طلحہ صاحب کے آخری رمضان تک آپ کی مسلسل آمد ہوتی رہی، اس لحاظ سے مفتی صاحب موصوف نے مولانا مرحوم کے پاس اٹھائیس رمضان گزارے ہیں۔

رمضان ۱۴۱۳ھ/فروری ۱۹۹۳ء:

عزیزانم مولانا محمد جعفر ومولانا محمد عثمان سلمہما نے اس ماہ میں اپنا اپنا کلام پاک معتکف شیخ میں سنایا، اس سال کے آنے والے مخصوصین میں مولانا مفتی کفایت اللہ، پالن پوری، جناب شیخ محمود منیار سورت، جناب بھائی خالد منیار اور مولانا معراج الحق دیوبندی شامل ہیں۔

جناب پروفیسر سلمان بیگ بھی وسط رمضان میں سہ روزہ قیام کی نیت سے تشریف لائے، ۱۵ر رمضان میں مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی اور ان کی معیت میں حضرت مولانا صدیق احمد ہتھورہ باندہ، دیوبند سے تشریف لائے۔ مرادآباد سے بھی حضرت شیخ کے متوسلین اور نیازمندوں کا ایک اکیس نفری قافلہ معتکف شیخ میں مولانا محمد طلحہ کی معیت میں رمضان کے تین دن گذارنے کی نیت سے آیا۔ انیسویں شب میں ہونے والے کلام پاک کے لیے اختتامی بیان مولانا محمد سلمان کا ہوکر مولانا محمد طلحہ کی طویل دعا ہوئی۔

حضرت کے ممتاز اور مخصوص خلفاء میں مولانا احمد لولات اپنے مشاغل اور کچھ

طبعی تکدُّر کی وجہ سے متعدد سالوں سے ماہ رمضان میں نہیں آ رہے تھے، راقم سطور نے گجرات کے ہونے والے قریبی سفر میں ان کو ماہ رمضان کا کچھ حصہ سہارنپور گذارنے پر متوجہ کیا، چنانچہ وہ ۳۰؍شعبان میں سہارنپور تشریف لے آئے، راقم سطور نے ان کی شان اور مقام کے پیش نظر مولانا محمد طلحہ سے گذارش کی کہ مستقل طور پر نماز فجر کی امامت ان کو سونپ دی جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور مولانا مرحوم نے بہت اہتمام سے اس ذمہ داری کو ادا کیا۔

مولانا مفتی فرید نے بھی یہ رمضان مبارک سابقہ کی طرح مولانا کی خدمت میں گذارا لیکن بقول مفتی صاحب یہ آمدورفت صرف ملاقات کی حد تک رہی، اور اس وقت تک پیر صاحب سے کوئی خصوصی قرب حاصل نہیں ہوا۔

دارالطلبہ جدید کی تراویح کا تیسرا کلام پاک مولانا وارث علی سیتاپوری کے فرزند مفتی ناصر علی مظاہری کا ۲۸؍ویں شب میں ختم ہوا، اور اس کے لیے حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلہ سے تشریف لائے اور ان کے بیان و دعا پر اس ماہ مبارک کی آخری تراویح کا اختتام ہوا۔

رمضان ۱۴۱۴ھ/ فروری ۱۹۹۴ء:

۱۱؍فروری/ ۲۸؍شعبان میں مولانا طلحہ مرحوم مع ۲۵؍رفقاء اعتکاف کرنے کے لیے معتکف شیخ میں منتقل ہوئے، عزیزانم مولوی محمد جعفر، مولوی محمد نعمان نے تراویح میں کلام پاک سنایا خصوصیت کے ساتھ ان دونوں کے سامع مولانا احمد لولات گجراتی تھے۔ ۲۰؍رمضان میں دونوں صاحبان کے کلام پاک ختم ہوئے جس کی دعا اور تقریر مولانا محمد سلمان نے کی، تیسرے عشرہ میں عزیز مولوی عثمان سلمہ نے تراویح میں کلام پاک سنانا شروع کیا۔

یکم رمضان میں جناب الحاج خالد منیار اپنے متعدد رفقاء کے ساتھ سورت سے سہارنپور پہنچے۔

حضرت شیخ کا معمول اپنی حیات مبارکہ کے آخری سالوں میں ماہ رمضان المبارک میں وقتاً فوقتاً نظام الدین میں مقیم اپنی صاحبزادیوں اور دیگر مستورات کے لیے میٹھے چاول بھیجنے کا رہ چکا تھا، مولانا طلحہ صاحب بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے، چنانچہ اس سال مولانا زبیر الحسن مرحوم کو یہ میٹھے چاول بھیجتے ہوئے جو خط ارسال کیا اس کی چند سطور اس طرح تھیں:

''بھائی (انعام) صاحب کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد دعا کی درخواست کر دیں، ماشاءاللہ آپ کی طبیعت ٹھیک ہے (اس لیے) کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ آپ ایک رات کے لیے ہم لوگوں کی نگرانی کے لیے آسکیں گے، اللہ کرے تم کو بڑی سرکار سے سہولت کے ساتھ اجازت مل جائے''۔

اسی رمضان کے وسط میں راقم سطور محمد شاہد (جو کہ نظام الدین دہلی میں مقیم تھا) کو مخاطب بنا کر مولانا زبیر الحسن مرحوم کے مکتوب میں انہوں نے لکھا کہ:

''عزیز شاہد کے بارے میں کوئی کہتا ہے دیو بند گئے ہیں کوئی کہتا ہے دہلی گئے ہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ یہاں سے دیو بند گئے ہوں، اور وہاں سے دہلی چلے گئے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کہیں مخفی سفر میں گئے ہوں۔ اگر وہاں ہو تو بعد سلام مسنون! اگر تم میرے سے مل کے جاتے تو یہ درخواست تمہارے ذریعہ سے بھیجتا ہر ممکن کوشش سے اس کو منظور کرائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آسان فرمائیں، اور سالے بہنوئی (زبیر و شاہد) کو اس کی تکمیل کرانے کی جزائے خیر عطا فرمائیں،

ماموں اظہار سے زبانی بات کرلو اور مولانا احمد لاٹ صاحب ہمت کرلیں تو ان پر محنت کرلو، اور میرا ابھی مولانا احمد لاٹ سے سلام کہہ دیں[1]

مفتی فرید صاحب بھی امسال حضرت شیخ کے دور سے آنے والے بزرگ عالم دین مولانا احمد عمر جی آچھود گجرات کی معیت میں یہ رمضان گذارنے کے لیے سہارنپور پہنچے، اور مولانا احمد عمر جی موصوف نے بڑے اچھے مخلصانہ انداز سے مفتی صاحب کو مولانا محمد طلحہ صاحب کے قریب کیا جس کے نتیجہ میں موصوف کو خانقاہ خلیلیہ سے متعلق کچھ خدمات اور چند ذمہ داریاں پہلی مرتبہ سونپی گئیں۔

عید سے دوسرے دن یعنی ۲ر شوال میں مولانا طلحہ اپنے مخصوص رفقاء مولانا وارث علی، دیوان غیور سہارنپوری، شیخ محمد عالم کو ہمراہ لے کر دیوبند اور گنگوہ ملاقاتوں کے لیے گئے، ۳ر شوال میں رائے پور اور کلیر شریف کا سفر کیا، جس میں حضرت مولانا سید خلیل حسین میاں دیوبندی بھی رفیق سفر تھے۔

رمضان ۱۴۱۵ھ/فروری ۱۹۹۵ء

امسال پہلے عشرہ میں مفتی ناصر علی سیتاپوری، دوسرے عشرہ میں مولانا محمد الہاشمی اور تیسرے عشرہ میں مولانا مفتی محمد عمیر نے تراویح میں کلام پاک سنائے۔

حضرت مولانا وارث علی سیتاپوری جامعہ مظاہر علوم کے قدیم فضلاء میں سے ہیں، آپ نے صحاح ستہ میں بخاری شریف حضرت شیخ مہاجر مدنی سے پڑھ کر آپ ہی سے سند مسلسلات حاصل کی تھی، پھر بعد میں حضرت شیخ کے دست مبارکہ پر بیعت ہوکر ذکر وفکر میں لگے، اور بارگاہ شیخ سے اجازت وخلافت حاصل کی، موصوف بھی بڑے اہتمام کے ساتھ حضرت شیخ کی حیات میں رمضان گزارنے کے لیے بحیثیت

---

[1] مکتوب مولانا محمد طلحہ بنام مولانا محمد زبیر الحسن محررہ ۱۷ر رمضان ۱۴۱۴ھ۔

ایک مسترشد آیا کرتے تھے، وفات شیخ کے بعد بھی وہ اہتمام سے آتے رہے لیکن ۱۴۱۴ھ کے رمضان سے اپنی آخرحیات تک ذمہ دارانہ طریقے پر ایک منتظم اور نگراں کی حیثیت سے مسلسل آپ کی آمد جاری رہی۔

اسی طرح مولانا احمد لولات گجرات جو جامعہ مظاہرعلوم سے فراغت کے باوصف حضرت شیخ کے نمایاں خلفاء میں تھے اور ایک عرصہ تک کاتب خطوط بھی رہے، ماہ رمضان المبارک میں برابر آتے رہے اس زمانہ میں خانقاہِ خلیلیہ کے زیادہ تر امور ان ہی دوحضرات کے ہاتھوں انجام پاتے تھے۔

نیز ہر سال بڑے اہتمام کے ساتھ آنے والوں میں مولانا نسیم اللہ مظاہری پرتاب گڈھی بھی شامل رہے، وہ بھی کم وبیش ہفتہ عشرہ مولانا طلحہ صاحب کی خدمت مین معتکف میں گذارتے تھے۔

رمضان ۱۴۱۶ھ/ جنوری ۱۹۹۶ء:

امسال معتکف شیخ میں پہلے اور دوسرے عشرہ میں مفتی ناصر سیتاپوری اور تیسرے عشرہ میں مولانا محمد خالد نے کلام پاک سنایا۔

پہلے قرآن پاک ختم کے موقعہ پر ۱۹/ رمضان میں مولانا زبیرالحسن مرحوم مولانا طلحہ صاحب کی دعوت پر سہارنپور آئے اور بعد ظہر ختم خواجگان اور اسی دن کی تراویح میں ختم قرآن پاک کی دعا موصوف نے کرائی، مولانا احمد لاٹ جن کو مولانا طلحہ صاحب نے بطور خاص دعوتی اور تبلیغی بیان کے لیے مرکز نظام الدین سے بلایا تھا ان کا بھی دعوتی بیان ہوکر جماعتوں کی تشکیل ہوئی۔

تیسرے عشرہ کی اختتامی دعا کے لیے حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلہ سے تشریف لائے اور دعا کرائی۔

اس ماہ کے تشریف لانے والے خواص میں جناب الحاج ابوالحسن سہارنپوری، مقیم مدینہ منورہ، جناب مولانا مسعود مظاہری کٹھوروی، جناب الحاج محمد حلیم مکی، جناب متولی فیض الاسلام کاندھلہ، مولانا احمد عمر جی آچھودی، مولانا احمد لولات، مولانا وارث علی سیتاپوری، مولانا مفتی فریداحمد دیولوی وغیرہ شامل ہیں۔

رمضان ۱۴۱۷ھ/ جنوری ۱۹۹۷ء:

امسال عزیزانم مولوی عثمان ومولوی نعمان نے مشترکہ طور پر ابتدائی دو عشروں میں اور مولوی محمد عمیر سلمہ نے آخری عشرہ میں بالترتیب کلام پاک سنائے۔

سالہا سال کے قدیم معمول کے خلاف اس سال دہلی نظام الدین سے مولانا احمد لاٹ وغیرہ دعا اور بیان کے لیے سہارنپور نہیں آسکے اگرچہ مولانا طلحہ موصوف نے متعدد مرتبہ یاد دہانی اور تقاضے کے فون کرائے، خود مولانا زبیر صاحب مرحوم کی بھی خواہش تھی کہ قدیم معمول کے مطابق سہارنپور کا یہ سفر ہوجائے مگر وہاں سے یہ کہہ کر انکار کردیا گیا یہ تو رسم ہے کہ آدمی دہلی سے جا کر دعا کرائے۔

جناب الحاج ابوالحسن مدنی، مولانا محمد علی منیار سورت، جناب الحاج شفیق احمد کیتھے والے، مولانا احمد عمر جی آچھود، مولانا احمد لولات، مولانا وارث علی سیتاپوری، مولانا مفتی فریداحمد دیولوی وغیرہ نے ماہ مبارک کا اکثر حصہ معتکف شیخ میں گذارا۔

رمضان ۱۴۱۸ھ/ جنوری ۱۹۹۸ء:

۲۹/شعبان میں بعد نماز عصر مولانا مرحوم تقریباً ۸۰ مہمانوں کے ساتھ معتکف شیخ پہنچ گئے تھے، مسجد دار جدید میں پہلے عشرہ میں عزیز عثمان سلمہ دوسرے عشرہ میں مفتی ناصر سیتاپوری، اور تیسرے عشرہ میں مولانا محمد خالد صاحب نے کلام پاک سنایا۔ عشرۂ اولیٰ کے ختم قرآن پاک کی دعا و تقریر مولانا محمد سلمان کی ہوئی جب کہ انیسویں

شب میں ہونے والے ختم کلام پاک کی دعا اور اس سے قبل کا بیان مولانا طلحہ صاحب اور مولانا وارث صاحب کے اصرار پر راقم سطور محمد شاہد کا ہوا۔

رمضان ۱۴۱۹ھ/ دسمبر ۱۹۹۸ء:

امسال پہلے عشرہ کا کلام پاک مولوی محمد عثمان سلمہ نے پڑھا جب کہ دوسرے عشرہ کا کلام پاک مفتی ناصر سیتاپوری اور تیسرے عشرہ کا قرآن پاک مولانا مفتی عمیر سلمہ کا متعین تھا۔

پہلے عشرہ کے ختم قرآن پاک کی دعا مولانا محمد سلمان کی ہوئی، ۱۹؍رمضان/ ۸؍جنوری شب جمعہ میں مولانا زبیر مرحوم کے حکم سے مولانا احمد لاٹ معتکف شیخ میں ہونے والے دوسرے ختم کلام پاک کی دعا بیان اور تشکیل کے لیے سہارنپور آئے اور اسی شب میں مولانا طلحہ موصوف نے مولانا احمد لاٹ کو حضرت شیخ کے روحانی سلسلہ میں شامل کرتے ہوئے اجازت بیعت وخلافت مرحمت فرمائی اور ۱۰؍رمضان المبارک میں جناب الحاج خالد منیار سورت نیز ۲۷ویں شب میں مولانا محمد سلمان سہارنپوری اور مولانا عبدالوحید مکی کو بھی اجازت وخلافت عطا کی، آخری عشرہ کی اختتامی دعا حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی نے فرمائی۔

مولانا مفتی فرید احمد جو کئی سال سے متواتر ماہ مبارک گذارنے کے لیے آرہے تھے اس سال مولانا طلحہ صاحب کے مشورہ سے ان کو یہ خدمت سونپی گئی کہ وہ روزانہ بعد تراویح اور بعد عصر تصوف وسلوک پر کوئی کتاب نیز عشرہ ثانیہ میں تراویح کے بعد کی کتاب بھی مجمع عام میں پڑھا کریں جب کہ عشرۂ اولیٰ میں بعد تراویح کتاب سنت کی یہ خدمت مولانا عبداللہ معروفی کے سپرد تھی۔

اختتام رمضان پر عید سے اگلے دن مولانا طلحہ کی معیت میں راقم سطور محمد شاہد

اور مولانا زبیرالحسن مرحوم کا سفر حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنیؒ سے ملاقات کے لیے دیوبند کا ہوا، چونکہ اس آمد کی اطلاع دیوبند دے دی گئی تھی اس لیے مولانا مدنی نے مختلف پرتکلف کھانوں کا انتظام فرمارکھا تھا، اس سے فراغ پر ہم سب مولانا سید خلیل حسین کی خدمت میں پہنچے اور کچھ دیر وہاں قیام اور آرام کے بعد گنگوہ مزار رشیدی کے لیے روانہ ہوگئے اور وہاں سے بعد عشاء سہارنپور واپسی ہوئی۔ اور پھر ۳؍شوال میں خانقاہ صابریہ کلیر، خانقاہ قادریہ رائے پور جانا ہوا۔

درج ذیل رفقاء سفر میں ساتھ تھے، مولانا زبیرالحسن، راقم سطور محمد شاہد، مولانا عبدالوحید مکی، مولانا احمد گودھرا گجرات، مولانا وارث علی سیتاپوری، مولانا سید خلیل حسین، مولانا مجاہد الاسلام آگرہ، مولانا احمد مڑھی، نیز عزیزان مولویان محمد جعفر، عثمان، نعمان، سہیل، عمیر، مولانا زہیرالحسن سلمہم۔

عید سے چوتھے روز یعنی ۴؍شوال میں مولانا زبیرالحسن، راقم سطور محمد شاہد مولانا محمد جعفر وغیرہ رفقائے سفر کے ساتھ مولانا طلحہ کا سرہند شریف کا سفر ہوا، اپنا کھانا اور اپنا بستر ساتھ تھا ایک شب وہاں قیام کے بعد اگلے دن واپسی ہوئی۔

رمضان ۱۴۲۰ھ/ دسمبر ۱۹۹۹ء:

مولانا محمد طلحہ نے حسب معمول قدیم دارالطلبہ جدید کی مسجد میں اپنے متعدد خدام و مریدین کے ساتھ اعتکاف کا آغاز کیا۔

یکم رمضان کی صبح جناب بھائی خالد منیار بھی سورت سے دس احباب کی ایک جماعت کے ساتھ پہلا عشرہ گذارنے کے لیے آئے۔ جناب الحاج شاہد اخلاق و جناب امیرالدین و حافظ ہارون وغیرہ میرٹھ سے معتکف شیخ میں ۲۴ گھنٹہ گذارنے کے لیے پہنچے۔ حضرتؒ کے دور کے تمام معمولات صبح و شام پورے ہوتے رہے۔

امسال علی الترتیب عزیز عثمان سلمہ، مفتی ناصر علی سیتاپوری اور مولوی محمد ثانی ابن مولانا محمد عاقل زادمجدہ نے تینوں عشروں میں کلام پاک سنایا۔

رمضان ۱۴۲۱ھ/نومبر ۲۰۰۰ء:

اس سال جناب دیوان غیور صاحب اور جناب غیور عالم صاحب ایڈوکیٹ کی طرف سے جملہ معتکفین وغیر معتکفین کی دعوت طعام ہوئی۔

تینوں عشروں میں معمول کے مطابق قرآن کریم تراویح میں ختم ہوئے۔ تیسرے کلام پاک کی اختتامی دعا اور بیان کے لیے حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلہ سے تشریف لائے۔

اس سال آنے والے خواص میں جناب قاری محمد صالح جوگواڑی مقیم حال کناڈا، امریکہ، مولانا ہارون ندوی، پروفیسر سلمان بیگ علی گڈھ، جناب الحاج ممتاز احمد چاندی والے دہلی، مولانا عبدالعزیز ثانی رائے بریلوی کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

رمضان ۱۴۲۲ھ/نومبر ۲۰۰۱ء:

امسال پہلے عشرہ میں مولانا ازہر مدنی ابن حضرت مولانا سید ارشد مدنی زید مجدہ نے اور دوسرے عشرہ میں عزیز عثمان سلمہ اور تیسرے عشرہ میں مفتی ناصر سیتاپوری نے کلام پاک سنایا۔ پہلے ختم کی دعا مولانا طلحہ صاحب، دوسرے ختم کی مولانا احمد لاٹ اور تیسرے ختم میں مولانا افتخار الحسن کاندھلوی نے دعائیں کرائیں۔

مہمان وخواص میں مولانا محمود بارڈولی، مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی بنارسی، مولانا مفتی برہان الدین سنبھلی، مولانا زبیر الحسن کاندھلوی، مولانا احمد مڑھی شامل تھے۔

اس سال معتکف میں گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں مجمع شروع رمضان سے ہی زیادہ رہا، راقم سطور نے اس رمضان کے حالات اپنے ایک مکتوب میں جو عالی جناب

حضرت حافظ صغیر احمد لاہور کو ۱۴؍جنوری ۲۰۰۲ء/ ۲۹؍شوال ۱۴۲۲ھ کو ان کی خدمت میں بھیجا تھا اس طرح تحریر کئے تھے:

''ماہِ رمضان بہت عافیت سے پورا ہوا، اور اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرام سے روزہ اور تراویح پورے فرمائے۔

(مدرسہ کے) احوال کی وجہ سے اللہ جل شانہ نے بہت سے اپنے بندوں کو رونے دھونے کی توفیق عطا فرمارکھی تھی، اللہ جل شانہ قبول فرمائے، مولانا طلحہ صاحب کے معتکف میں الحمدللہ گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں زیادہ خیر وبرکت رہی، مجمع بھی دوسو سے دوسو پچاس تک رہا''۔

جناب الحاج بھائی ذکاء اللہ وجناب الحاج بھائی نصرت اللہ صاحبان (برادران حضرت الحاج حافظ صغیر احمد مرحوم لاہوریؒ) اس ماہ مبارک میں مہمان خصوصی کے طور پر مولانا طلحہ مرحوم کی خدمت میں رہے، اور حضرت شیخ کے الفاظ کے مطابق رمضان شریف کو اچھی طرح وصول کیا جس کے نتیجہ میں مولانا محمد طلحہ مرحوم نے دونوں صاحبان کو اجازت بیعت وخلافت سے نوازا۔

اس موقع پر جو خلافت نامہ ان کو دیا گیا وہ یہ ہے:

''جناب الحاج بھائی ذکاءاللہ صاحب و بھائی نصرت اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ دونوں کو اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے بیعت کی اجازت دیتا ہوں کوئی طالب درخواست کرے تو اُسے بیعت کرلیا کریں، فضائل درود شریف، ام الامراض، حقوق العباد کی فکر کیجئے، موت کی یاد، اور معمولات کے پرچہ میں جو کتب لکھی ہیں وہ بھی حاصل کرلیں، ان کو مطالعہ

میں رکھا کریں۔

معمولات کے پرچہ کے علاوہ بندہ جو کتابیں بتاتا ہے وہ عزیزم ناصر کو معلوم ہیں وہ اس سے منگالیں، خاص طور سے درود شریف کی کثرت کا خود بھی اہتمام کریں، اور اپنے سے تعلق رکھنے والوں کو بھی اس کی تاکید کرتے رہیں۔ نیز مکاتب قائم کرنے پر خاص توجہ کریں، مکاتب دینیہ کی ترتیب پھر مکاتب کے قیام کا اہتمام کریں، تاکہ ہمارا مسلم بچہ غیروں کا آلۂ کار بننے سے بچے اور مکاتب میں جاکر بچہ دیندار بنے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، برکت عطا فرمائے۔

دین کی خدمت کے لیے اخلاص کے ساتھ قبول فرمائے، فضیلۃ الشیخ عبدالحفیظ مکی اور بھائی صغیر صاحب کو بعد سلام مسنون، یہ پرچہ دکھادیں[1] فقط والسلام

بندہ محمد طلحہ کاندھلوی

بقلم ناصر علی سیتاپوری

شب ۸/رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ"

جناب الحاج نعیم اللہ خاں صاحب حیدرآبادی کا دعوت وتبلیغ کے قدماء میں شمار ہوتا تھا، اللہ جل شانہ نے بہت سی صفات سے ان کو نواز کر حسن اخلاق اور تواضع کا مجسمہ بنایا تھا، حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ سے بے حد قرب وتعلق رکھتے تھے، حضرت جیؒ کو بھی دعوتی اور تبلیغی معاملات اور مشاورت میں ان پر بہت اعتماد تھا۔

مولانا محمد طلحہ موصوف نے خان صاحب موصوف کو بھی اسی ماہ مبارک میں اجازت بیعت سے نوازتے ہوئے جو خلافت نامہ ان کی خدمت میں حیدرآباد بھیجا تھا

[1] بشکریہ مولانا مفتی ناصر علی سیتاپوری۔

اس کا ایک اقتباس یہ ہے:

''بندہ بھی آپ کو اجازت دے کر درخواست کرتا ہے کہ ضرور اس سلسلہ کو شروع کریں، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں، معمول ہے کہ اجازت کے بعد کوئی چیز دی جاتی ہے اس معمول کے مطابق ایک ٹوپی ارسال ہے۔ اچھا اور اعلیٰ تو یہ تھا کہ آپ خود تشریف لاتے اور یہ ٹوپی میں خود آپ کو اوڑھاتا تاہم اس وقت ٹوپی ارسال خدمت ہے۔

ام الامراض، فضائل درود شریف، حقوق العباد کی فکر کیجئے، معمولات کا پرچہ منگالیں، اس میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے جو کتابیں لکھی ہیں وہ بھی منگالیں، یہ کتابیں اور مذکورہ اوپر والی کتابیں مطالعہ میں رکھیں''۔[1]

بندہ محمد طلحہ کاندھلوی
بقلم ناصر علی سیتاپوری
شب ۸؍رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ''

رمضان ۱۴۲۳ھ/ نومبر ۲۰۰۲ء:

۲۹؍شعبان/ ۵؍نومبر میں مولانا مرحوم اپنے چالیس رفقاء کے ساتھ کچے گھر سے معتکف شیخ (مسجد دار جدید) منتقل ہوئے، آغاز رمضان پر پہلے عشرہ میں مولانا سید ازہر مدنی دیوبند، دوسرے عشرہ منیں عزیزم مولوی محمد سہیل مرحوم اور تیسرے میں مولانا محمد الہاشمی نے اپنے اپنے کلام پاک سنائے۔

---

[1] بشکریہ مولانا مفتی ناصر علی سیتاپوری۔

رمضان ۱۴۲۴ھ/ اکتوبر ۲۰۰۳ء:

اس سال عشرۂ اولیٰ میں مولانا ازہر مدنی نے دوسرے عشرہ میں مفتی ناصر علی سیتاپوری نے اور تیسرے عشرہ میں مولانا محمد خالد نے کلام پاک سنائے، پہلے ختم کی دعا خود مولانا ازہر مدنی کی، دوسرے ختم کی دعا مولانا احمد لاٹ گجراتی کی اور تیسری و آخری دعا حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کی ہوئی۔

رمضان ۱۴۲۵ھ/ اکتوبر ۲۰۰۴ء:

پہلے عشرہ کا کلام پاک مولانا ازہر مدنی نے سنایا اور انہوں نے ہی اپنے ختم کلام پاک کی دعا کرائی، دوسرے عشرہ میں مفتی ناصر علی نے سنایا جس کی دعا مولانا احمد لاٹ کی ہوئی اور تیسرے عشرہ میں عزیز سہیل مرحوم نے سنایا جس کی دعا مولانا محمد سلمان نے کرائی۔

آنے والے خواص میں پروفیسر سلمان بیگ علی گڈھ، جناب اقبال حفیظ بھوپال، مولانا مزمل الحق آسامی دیوبند، مولانا عبدالعزیز ثانی رائے بریلوی شامل رہے۔آنے والے مہمانوں کا اندازہ دوسوتک شمار کیا گیا۔

رمضان ۱۴۲۶ھ/ اکتوبر ۲۰۰۵ء:

امسال مولانا مرحوم نے اعداد وشمار کے مطابق دور ونزدیک کے نوے (۹۰) مہمانوں کے ساتھ اعتکاف شروع کیا، اوراس تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا۔

امسال پہلے عشرہ میں مولانا ازہر مدنی نے کلام پاک سنایا اوران ہی کی دعا و تقریر پر مجلس کا اختتام ہوا۔اور دوسرے عشرہ میں مفتی ناصر علی سیتاپوری نے کلام پاک سنایا اور دعا مولانا احمد لاٹ نے کرائی، تیسرے عشرہ میں عزیز محمد ثانی (ابن مولانا

محمد عاقل صاحب) نے سنایا اور دعا مولانا سلمان صاحب نے کرائی۔

رمضان ۱۴۲۷ھ/ستمبر ۲۰۰٦ء:

ترتیبی لحاظ سے مولانا ازہر مدنی، مفتی ناصر علی سیتاپوری اور مولوی محمد عثمان سلمہم نے کلام پاک سنائے۔ ختمات کی دعا میں بھی یہ ترتیب رہی کہ مولانا ازہر مدنی نے اپنے ختم کلام پاک کی دعا کرائی، اور مولانا احمد لاٹ اور مولانا سلمان صاحب نے آخری دوعشروں میں دعا کرائی۔

رمضان ۱۴۲۸ھ/ستمبر ۲۰۰۷ء:

اس ماہ میں معتکف شیخ میں تراویح کی ترتیب یہ رہی، پہلا عشرہ مولانا ازہر مدنی دوسرا عشرہ مفتی ناصر علی سیتاپوری تیسرا عشرہ مولوی محمد ثانی ابن مولانا محمد عاقل صاحب۔

رمضان ۱۴۲۹ھ/ستمبر ۲۰۰۸ء:

اس ماہ مبارک کے آغاز سے بیس یوم قبل مولانا محمد طلحہ بمعیت جناب الحاج خالد منیار سورت، انگلینڈ وغیرہ کے طویل سفر پر روانہ ہوکر ۲۳/شعبان میں سہارنپور واپس ہوئے تھے۔

اس رمضان میں مولانا ازہر مدنی، مفتی ناصر علی سیتاپوری اور مولانا سہیل نے بالترتیب تینوں عشروں میں کلام پاک سنایا تھا، اس رمضان میں مولانا مرحوم نے اپنے ایک قدیمی مخلص حاضر باش خادم یعنی مفتی ناصر علی سیتاپوری کو اجازت بیعت وخلافت سے نوازا۔

رمضان ۱۴۳۰ھ/ اگست ۲۰۰۹ء:

اس رمضان سے دو عشرہ قبل مولانا محمد طلحہ مرحوم مولانا عبدالرحیم متالا کی دعوت پر زامبیا وغیرہ کے سفر پر روانہ ہوئے، رفقائے سفر میں جناب بھائی خالد منیار، اور مولوی اویس گجراتی بھی شامل تھے، مدینہ منورہ سے مولانا اسماعیل بدات بھی وہاں پہنچ گئے تھے، اور اسی موقع پر مولانا متالا کے ایک فرزند رشید کا نکاح مسنونہ بھی ہوا، رمضان مبارک سے چند یوم قبل آپ کی سہارنپور واپسی ہوئی، اس رمضان میں مولانا ازہر مدنی، مفتی ناصر علی سیتاپوری، مفتی محمد عمر ابن مولانا محمد سلمان نے علی الترتیب کلام پاک سنائے۔

رمضان ۱۴۳۱ھ/ اگست ۲۰۱۰ء:

مولانا طلحہ مرحوم مع اپنے مہمانوں کے رمضان آمد سے قبل بعد عصر خانقاہ مسجد دار جدید منتقل ہوئے، جناب بھائی خالد منیار مع پانچ چھ رفقاء اور مولانا وارث سیتاپوری مع متعدد احباب ایک یوم قبل ہی تشریف لے آئے تھے۔

معمول کے مطابق پورے ماہ مبارک میں تین کلام پاک ختم کئے گئے جس کی ترتیب یہ رہی، پہلے عشرہ میں مولانا ازہر مدنی (فرزند حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی) دوسرے عشرہ میں مفتی ناصر (فرزند مولانا وارث علی سیتاپوری) اور تیسرے عشرہ میں عزیز مفتی محمد صالح سلمہ نے سنایا۔ دسویں شب میں مولانا ازہر مدنی کا پہلا قرآن پاک خانقاہ میں ختم ہوا، مجمع بہت زائد تھا بلکہ اس عشرہ میں پوری مسجد مع صحن و برآمدہ حوض تک اور مسجد فوقانی نمازیوں سے بھری رہتی تھی، اس پہلے ختم پر مولانا ازہر مدنی کا بیان اور دعا بھی ہوئی۔ دوسرے ختم پر مولانا احمد لاٹ اور تیسرے ختم پر راقم سطور محمد شاہد کی دعا ہوئی۔

رمضان ۱۴۳۲ھ/ اگست ۲۰۱۱ء:

اس آغاز رمضان سے ۲۰؍ یوم قبل ۱۱؍ شعبان، یکم جولائی میں مولانا محمد طلحہ سفر افریقہ پر روانہ ہوئے، جناب بھائی خالد منیار مولوی محمود رومی اور مولوی اویس گجراتی آپ کے ساتھ تھے، افریقہ سے حرمین شریفین ہوتے ہوئے شعبان میں سہارنپور پہنچ کر ۲۹؍ شعبان بعد نماز عصر اپنے بہت سے رفقاء اور مسترشدین کے ساتھ معتکف شیخ منتقل ہوگئے۔

اس سال کے خصوصی تشریف لانے والے احباب میں پروفیسر سلمان بیگ علی گڈھ، جناب بھائی اقبال مرادآباد، ڈاکٹر اشرف علی جدہ، پروفیسر شعیب علی گڈھ وغیرہ حضرات تھے۔

اس مرتبہ پہلے عشرہ میں مولوی اسحاق گجراتی نے کلام پاک سنایا، دوسرے عشرہ کے اختتام پر ۱۹ویں شب میں مولانا احمد لاٹ نظام الدین سے تشریف لائے اور انہوں نے معتکف شیخ میں مفتی ناصر سیتاپوری کے ختم کلام پاک پر دعوتی وتبلیغی تقریر تشکیل اور طویل دعا کرائی اور پھر تیسرے عشرہ میں مفتی محمد عمر سہارنپوری نے کلام پاک تراویح میں پڑھا۔

اس پورے ماہ عوام اور خواص کا مجمع کثیر تعداد میں آتا رہا خصوصیت کے ساتھ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے شہر اور متعدد قصبات ودیہات سے بڑی تعداد آتی تھی، یہاں تک کہ ۱۸؍ رمضان کے جمعہ میں عین وقت پر اتنا بڑا مجمع آیا کہ مسجد کے بام ودر میں جگہ نہیں رہی، اور مسجد میں رکھی جانے والی محفوظ صفوں کا اسٹاک بھی ختم ہوگیا، چنانچہ راقم سطور محمد شاہد نے فوری طور پر ملازمین مدرسہ کے تعاون سے کمروں اور درسگاہوں سے چٹائیاں اور صفیں نکلوا کر صحن مدرسہ میں بچھوائیں۔

رمضان ۱۴۳۳ھ/ جولائی ۲۰۱۲ء:

امسال پہلے عشرہ میں مولوی اسحاق گجراتی دوسرے عشرہ میں مفتی ناصر علی سیتاپوری اور تیسرے عشرہ میں مفتی محمد عمر ابن مولانا محمد سلمان صاحب نے قرآن پاک سنایا، پہلے عشرہ کی اختتامی دعا مولانا محمد سلمان نے اور دوسرے عشرہ کی دعا مولانا احمد لاٹ نے دہلی سے آکر کرائی۔

رمضان ۱۴۳۴ھ/ جولائی ۲۰۱۳ء:

امسال پہلے عشرہ میں مفتی محمد عمیر سلمہ (ابن مولانا محمد عاقل صاحب)، دوسرے عشرہ میں مفتی ناصر علی سیتاپوری اور تیسرے عشرہ میں مولوی اسحاق گجراتی نے کلام پاک سنایا، ختمات کی دعائیں مولانا ازہر مدنی، مولانا احمد لاٹ اور مولانا مفتی مقصود صاحبان نے علی الترتیب کرائیں۔

آخری عشرہ میں اندازہ کے مطابق پانچ سو مہمان تھے اس رمضان کی ۱۶/تاریخ میں حضرت شیخ کے ایک نامور خلیفہ مولانا سید خلیل حسین کا دیوبند میں انتقال ہوا، نماز جنازہ پڑھانے کے لیے مولانا طلحہ دیوبند گئے، اس ماہ کے آنے والے خواص میں مولانا برہان الدین سنبھلی استاذ فقہ ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی شامل ہیں۔

رمضان ۱۴۳۵ھ/ جون ۲۰۱۴ء:

اس ماہ مبارک کی آمد سے ایک ماہ قبل یعنی ۳۰/رجب ۱۴۳۵ھ/ ۳۰/مئی ۲۰۱۴ء میں آپ نے مولانا عبدالرحیم متالا کی دعوت پر زامبیا کا طویل سفر کیا، مولوی اویس گجراتی وغیرہ خدام ساتھ تھے، تقریباً ایک ہفتہ سفر میں رہ کر آپ ہندوستان سہارنپور واپس آئے۔

امسال معتکف شیخ میں پہلے عشرہ کا کلام پاک (ابن مولانا محمد سلمان) مفتی محمد عمر

سہارنپوری نے اور دوسرے عشرہ کا کلام پاک مفتی ناصر سیتاپوری نے اور تیسرے عشرہ کا کلام پاک مولوی اسحاق گجراتی نے پڑھا، پہلے عشرہ کے ختم پر دعا مولانا ازہر مدنی کی اور دوسرے عشرہ کے ختم پر دعا مولانا احمد لاٹ گجراتی کی ہوئی موصوف کی دعا کے دوران زوردار بارش ہوئی مگر مجمع اسی طرح جمارہا، تیسرے عشرے کے ختم پر دعا مولانا مفتی مقصود احمد صاحب نے کرائی۔

محترم خالد منیار سورت سے اپنے دس خصوصی رفقاء کے ساتھ شروع رمضان میں ہی آ گئے تھے۔

رمضان ۱۴۳۶ھ/ جون ۲۰۱۵ء:

مولانا مرحوم کا یہ رمضان ضعف اور علالت میں گذرا، اور اس کی وجہ سے قدیم معمول کے برخلاف اعتکاف میں نہ بیٹھ کر مسجد سے ملحق حجرہ میں مقیم رہے۔

۴/رمضان مین طبیعت زیادہ ناساز ہونے پر میرٹھ ہسپتال لے جایا گیا وہاں داخل ہوکر علاج چلتا رہا، ۱۶/رمضان میں سہارنپور واپسی ہوئی۔

امسال معتکف شیخ میں پہلے عشرہ میں مولانا ازہر مدنی نے دوسرے عشرہ میں مفتی ناصر علی سیتاپوری نے اور تیسرے عشرہ میں مفتی محمد صالح نے سنایا۔ ختمات کی دعائیں بالترتیب مولانا ازہر مدنی، مولانا احمد لاٹ، اور مولانا محمد سلمان نے کرائیں۔

رمضان ۱۴۳۷ھ/ جون ۲۰۱۶ء:

امسال پہلے عشرہ میں مفتی محمد عمر سہارنپوری دوسرے عشرہ میں مفتی ناصر علی سیتاپوری اور تیسرے عشرہ میں عزیزم مولوی انس ابن مفتی محمد خالد سہارنپوری نے کلام پاک تراویح میں سنایا۔

مولانا محمد طلحہ کی علالت کا سلسلہ دراز ہونے پر وہ اپنے ضعف و کمزوری کی وجہ

سے اعتکاف نہیں کر سکے، بلکہ کچھ وقت گھر پر اور کچھ مسجد میں گذارتے رہے۔

راقم سطور نے مہمان خواص کی کثرت کی وجہ سے اس پورے ماہ میں افطار معتکف شیخ میں ہی کرنا طے کرلیا تھا، چنانچہ اسی پر عمل ہوتا رہا۔

محترم ڈاکٹر اسماعیل صاحب مدنی کے پوتے مولانا محمود اور مولانا زکریا نیز شیخ ہیثم مکی، مولانا ابراہیم صالح جیؒ مولانا ہارون ندوی، مولانا حبیب اللہ مدنی، جناب الحاج بھائی وصف الٰہی مرادآبادی امسال کے آنے والے خواص میں سے تھے۔

حضرت مولانا سید ارشد مدنی امسال پہلی مرتبہ مولانا طلحہ کی خصوصی دعوت پر دوران رمضان معتکف شیخ میں تشریف لائے، اور دوسرے عشرہ کے ختم قرآن پاک کی دعا آپ نے کرائی۔

۵؍رمضان میں لکھنؤ ہائی کورٹ کے کچھ نوجوان مسلم وکلاء کی ایک جماعت بھی معتکف شیخ میں آئی اور تقریباً ۱۵؍گھنٹے معتکف شیخ میں انہوں نے گذارے۔

رمضان ۱۴۳۸ھ/مئی ۲۰۱۷ء:

بارش اور ابر کی وجہ سے چونکہ مطلع صاف نہیں تھا اور کہیں سے بھی چاند ہونے کی اطلاع نہیں ملی تھی اس لیے پہلا روزہ ۱۸؍مئی اتوار کا ہوا۔ مولانا طلحہ موصوف کے یہاں معتکف میں دوسو کے قریب مہمان پہلے ہی دن سے تشریف لے آئے تھے، اور پھر ان کی تعداد میں یومیہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ پہلے عشرہ کی تراویح عزیز مولوی محمد ثانی (ابن مولانا محمد عاقل) نے پڑھائی۔ دسویں شب میں یہ کلام پاک ختم ہوا، مجمع بہت زیادہ تھا، ختم قرآن مجید کی تقریر اور دعا مولانا ازہر مدنی نے کرائی، دوسرے عشرہ میں مفتی ناصر (ابن مولانا وارث علی سیتاپوری) کا کلام پاک ختم ہوا۔ تیسرے عشرہ میں مولوی اسحاق گجراتی اور جناب طاہر مکی کے فرزند عزیزم ہیثم مکی نے مشترکہ طور پر سنایا۔

جناب الحاج وصف الٰہی مرادآبادی بہت کثرت سے حضرت شیخ کے یہاں سہارنپور آتے جاتے رہتے تھے، حضرت شیخ ان سے تعلق خاطر کی وجہ سے بے تکلفانہ طرز اختیار فرماتے تھے، وفات شیخ کے بعد ان کی آمدورفت کم ہوگئی تھی لیکن بندہ جب بھی مرادآباد جاتا ان سے ضرور حضرت شیخ کی نسبت سے ملاقات کرکے سہارنپور آنے کی دعوت دیتا تھا اسی کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ پر اپنی لکھی ہوئی کتابیں بھی ان کو بھیجتا رہتا تھا۔ کئی سال بعد اس ماہ مبارک کی ۸/تاریخ میں جب کہ یہ راقم سطور مجلس ذکر میں موجود تھا ان کی آمد کا فون آیا لیکن ذکر میں ہونے کی وجہ سے مجھے ان کے فون کا پتہ نہیں چل سکا، بعد مغرب ان کا پیغام ملا کہ میں مدرسہ آ گیا ہوں۔ بندہ کے یہاں چونکہ تراویح کا وقت بالکل قریب تھا اس لیے فوراً مولانا مفتی فرید گجراتی کو فون کرکے ان کے قیام وطعام کا نظم کیا، میٹنگ ہال میں ان کو آرام کرایا، پھر بعد تراویح ایک بجے اپنی دسترخوانی مجلس میں انہیں بلا کر ان کا اعزاز واکرام کیا، اور سحری تک ہماری آپس میں معیت رہی۔ بعد ازاں وہ سحری کھا کر حضرت شیخ کے زمانہ حیات کو یاد کرتے ہوئے مرادآباد واپس ہوگئے۔

معتکف شیخ میں نماز جمعہ ڈیڑھ بجے متعین ہے، مولانا طلحہ ہر جمعہ میں اہتمام سے آتے رہے، ۲۷ویں رمضان میں ہونے والے جمعہ کے بعد ختم خواجگان کی دعا کے لیے مولانا موصوف نے راقم سطور (محمد شاہد) کو حکم دیا میں نے عرض کیا کہ مجمع بہت ہے، آپ ہی سری مختصر دعا کرادیں، جواب دیا کہ میرا سانس پھول جاتا ہے، لیکن بندہ کے اصرار پر جب انہوں نے دعا کرائی تو بہت اچھی کرائی، بہت دیر تک کرائی، نیز سانس پھولنے کی شکایت بھی پیدا نہیں ہوئی۔

امسال بھی خواص حضرات اچھی تعداد میں موجود رہے، جن میں محترم ڈاکٹر اسماعیل مدنی مقیم کناڈا کے دو پوتے عزیزانم نیز مولانا عبد الوحید مکی، بھائی محمد مکی

(برادران حضرت مولانا عبدالحفیظ مرحوم) بھائی طاہر مکی یہ تمام احباب پورے ماہ مبارک مقیم رہے، اس ماہ مبارک میں مفتی ناصر سیتاپوری مولوی اسحاق وغیرہ نے کلام پاک سنایا۔ حضرت مولانا یونس صاحب کے پاس مقیم حضرات کی بھی ایک بڑی تعداد مولانا طلحہ صاحب کے پاس ان کے معتکف میں صبح وشام آتی رہی۔

راقم سطور کا ارادہ ۲۲/رمضان کو دہلی کے سفر کا تھا لیکن معتکف شیخ میں مہمانوں کی کثرت اور خواص کی بڑی تعداد کی وجہ سے اپنا جانا مؤخر کر کے ۲۸/رمضان کی صبح دہلی کے لیے روانہ ہوکر ۹ بجے بعافیت مرکز نظام الدین پہنچا۔

رمضان ۱۴۳۹ھ/ مئی ۲۰۱۸ء:

امسال معتکف شیخ میں پہلے عشرہ میں مفتی محمد عمر، دوسرے عشرہ میں مفتی ناصر علی سیتاپوری اور تیسرے عشرہ میں جناب ہیثم مکی نے کلام پاک سنایا۔

مولانا طلحہ صاحب کا یہ رمضان بڑے ہی ذہنی انتشار اور تفکرات میں گذرا کیونکہ ایک طرف وہ خود علیل تھے تو دوسری جانب ان کی اہلیہ مرحومہ سخت علالت اور مایوسی کی حالت میں آنند ہسپتال میرٹھ میں داخل تھیں جس کی وجہ سے مولانا کو بھی متعدد مرتبہ رمضان میں میرٹھ آمد و رفت کرنی پڑی، اور تقدیری بات کہ ۳/شوال ۱۴۳۹ھ میں اہلیہ محترمہ کا شدید علالت کے بعد انتقال ہوگیا، جس کا غیر معمولی اثر آپ کے دل ودماغ اور اعصاب پر ہوا۔

رمضان ۱۴۴۰ھ/ مئی ۲۰۱۹ء:

مولانا طلحہ مرحوم کی حیات کا یہ آخری رمضان تھا جو مختلف عوارض وآلام سے بھرپور رہا اور اسی وجہ سے آپ قدیم معمول کے مطابق نہ مسجد میں قیام کر سکے اور نہ ہی اعتکاف کر سکے، تاہم مسجد سے ملحق کمرہ میں آپ ہمہ وقت موجود رہتے، اور کسی بھی وقت طبیعت

بحال ہونے پر مسجد پہنچ کر وہاں کے ہونے والے اعمال میں شامل ہو جاتے۔

اس ماہ کے پہلے عشرہ میں کلام پاک مفتی محمد عمر سلمہ نے، دوسرے عشرہ میں مفتی ناصر سیتاپوری اور تیسرے عشرہ میں مفتی محمد عمر اور مولوی زید سلمہ (ابن مولوی سہیل مرحوم) نے مشترکہ طور پر تراویح میں سنایا۔ نیز عوام وخواص کی بڑی تعداد نے اعتکاف کی سنت ادا کی۔

اجازت وخلافت ملنے کے بعد یہ آپ کا سیتالیسواں (۴۷) آخری رمضان تھا۔ حضرت شیخ کی طرح آپ کی عادت بھی زیادہ تر ماہ رمضان المبارک میں صاحب نسبت اصحاب کو اجازت بیعت وخلافت دینے کی رہی ہے، چنانچہ آپ نے اپنی حیات میں جن ستتر (۷۷) اصحاب کو اجازت وخلافت سے نوازا ان میں چالیس وہ ہیں جو مختلف رمضانوں میں اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز کئے گئے [1]
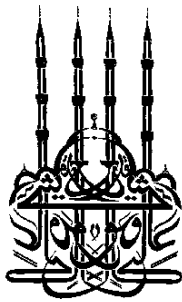
[1] پیش نگاہ مضمون میں متعدد رمضانوں کی تفصیلات یا تاریخی جزئیات عزیزم مولوی محمد نعمان سلمہٗ کے روزنامچہ سے لی گئی ہیں، جس کے لیے مصنف کتاب ان کا ممنون ہے۔

چوبیس گھنٹے کے معمولات

رات اور دن کے ۲۴ گھنٹوں میں (خواہ رمضان ہوں یا غیر رمضان) آپ کے معمولات وہی تھے جو آپ کے والد ماجد حضرت شیخ کے تھے یعنی نماز فجر کی ادائیگی کے فوراً بعد اپنے مکان کچے گھر میں مجلس ذکر منعقد ہوتی جس کا دورانیہ ایک گھنٹہ ہوا کرتا تھا، اس کے ختم پر مہمانوں کی دو جماعتیں بنائی جاتیں، عام مہمان باہر کے چبوترے پر اور خصوصی مہمان اندرونی حصہ میں ہوتے تھے، پھر دونوں جماعتوں کو ان کی حسب حیثیت **انزلوا الناس منازلهم** کو سامنے رکھتے ہوئے ناشتہ کرایا جاتا تھا، پھر جانے والے مہمان رخصتی مصافحہ کر لیتے اور باقی مہمان یا تو اپنے ذکر وفکر کی تکمیل مین مصروف ہو جاتے یا مظاہر علوم چلے جاتے، اور مولانا طلحہ صاحب کھانے کے وقت تک اپنے انفرادی معمولات میں مشغول رہ کر خود بھی اپنا ذکر بارہ تسبیح پورا کرتے یا خصوصی اور اہم خطوط کے جوابات لکھتے یا مطالعہ وغیرہ میں مصروف ہو جاتے کیونکہ کتب بینی کا بھی آپ کے یہاں بڑا اہتمام تھا۔

ساڑھے گیارہ بارہ بجے تک مہمانوں کا کھانا شروع ہو جاتا اس میں بھی عمومی اور خصوصی کی ترتیب کا لحاظ ہوتا، خواص یا علماء اور اکابر ومشائخ اندرونی حصہ میں بٹھائے جاتے جب کہ بیرونی حصہ عام آدمیوں کے بیٹھنے کے لیے ہوتا، کھانے کے فراغ پر مولانا قیلولہ فرماتے اور اس کے لیے حسب موقعہ عمل کرتے، کبھی زنانہ مکان اور کبھی مردانہ مکان میں آرام فرماتے۔

نماز ظہر کی ادائیگی سے لے کر نماز عصر کی ادائیگی تک کسی سے ملاقات نہ

فرماتے، علاوہ اس کے کہ مخصوص اہل تعلق ہوں، اور وہ چند منٹ کے لیے سلام ومصافحہ کرنا چاہتے ہوں۔ ظہر وعصر کے درمیان آپ کو تلاوت کلام پاک کرتے ہوئے یا اپنے معمولات میں درود شریف وغیرہ میں مشغولی بھی دیکھی گئی ہے۔

بعد نماز عصر عمومی مجلس ہوتی جس کا اختتام اذان مغرب سے چند منٹ قبل ہوتا اس وقت بڑے اہتمام سے اپنے اکابر خصوصاً حضرت شیخؒ کی تالیفات میں سے کوئی کتاب بآواز بلند سنائی جاتی، عام طور پر اس مجلس میں مولانا پر بزرگوں کے مجاہدانہ حالات اور ان کے زاہدانہ زندگی کے واقعات پر گریہ طاری رہتا، اور جس کے اثر سے سامعین بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ اس مجلس میں کتاب سنائے جانے کی اہمیت مولانا مرحوم کے یہاں ہر چیز پر غالب تھی، چنانچہ بڑی سے بڑی علمی دینی، سیاسی و دنیاوی شخصیت کے آنے پر بھی کتاب کا سننا سنانا موقوف نہیں ہوتا تھا، شہر کے عوام وخواص کے ساتھ ساتھ جامعہ مظاہر علوم میں زیر تعلیم طلبہ کی ایک بڑی تعداد بھی اس روحانی مجلس میں شریک ہو کر اپنے اکابر ومشائخ کے حالات وواقعات سے عبرت اور سبق حاصل کرتے رہتے تھے۔ اور بڑے اچھے اثرات اور وجدانی کیفیات سے مالا مال ہوتے رہتے تھے۔

مولانا شرف الدین قاسمی اعظمی (حال امام وخطیب مسجد انوار) دارالعلوم دیوبند سے فراغت علم کے بعد جب جامعہ مظاہر علوم کے شعبہ افتاء میں داخل ہوئے تو وہ بھی مولانا طلحہ موصوف کی بعد عصر ہونے والی اس مجلس میں گاہ بگاہ شریک ہوا کرتے تھے اس یومیہ مجلس سے متعلق وہ اپنے تاثرات اور دلی جذبات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

''طلبہ کثرت سے پیر صاحب کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے یہ خاکسار بھی ایک روز بعد نماز عصر حاضر ہوا، شربت سے تواضع ہوئی، تبرک

سمجھ کر پی گیا، شعور کی حالت میں اب زیارت ہوئی وہی چہرہ کی نوارنیت وہی روحانیت کی کرنیں، اور وہی زہد وتقویٰ کا مجسمہ اور وہی ریاضت اور عشق الٰہی کی روشنی وجود پر برس رہی تھی، جن کے بارے میں ہر ایک زبان اور ہر سدا عالم عقیدت میں اعتراف کر رہی تھی۔

عشق ایک کیفیت ہے جو ہواؤں کی طرح نظر تو نہیں آتا ہے مگر کردار وعمل کی صورت میں اس کے مجسم وجود کو دیکھا ضرور جاسکتا ہے کردار وعمل کا وہ منظر دلنواز پورے جمال کے ساتھ یہاں نظر آیا، عشق الٰہی کی سرمستیاں اور جذب وجنوں کی کیفیت نظر آئی، محبت رسول کے جلوؤں کا مشاہدہ ہوا، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وارفتگی اور اس کے عکس کو نگاہوں نے دیکھا کہ فکر ونظر کی پوری کائنات اللہ اور اس کے رسول کی مرضیات کے گرد گھوم رہی ہے"۔

اذان مغرب سے چند منٹ پہلے اس مجلس کا اختتام ہوتا اور پھر مہمان حضرات دفتر مدرسہ قدیم اور کچھ مہمان حضرات زیادہ تر محلے کی دوسری مسجد میں ادائیگی نماز کے لیے چلے جاتے تھے، مغرب سے عشاء تک دن بھر کے اعلان کے مطابق اچھا خاصا مجمع آپ سے بیعت ہوتا اور آپ بڑے سکون واطمینان کے ساتھ حمد وثناء پر مشتمل خطبہ پڑھ کر ان ہی الفاظ سے بیعت کراتے جو حضرت شیخ کا معمول تھا، بیعت کے بعد آپ موٹی موٹی دین کی باتیں بتلا کر شریعت پر عمل پیرا رہنے کی بہت موثر الفاظ میں نصیحت فرما کر چند منٹ کی جہری دعا کراتے۔

اذان عشاء پر کھانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا آپ کے دسترخوان کے خصوصی کھانے پلاؤ، کوفتے اور اسٹو ہوا کرتے تھے، اس کے علاوہ کوئی ایسا مہمان آجاتا جس کی من پسند مرغوب چیز کا آپ کو پہلے سے علم ہوتا تو وہ بڑے اہتمام سے بنوا کر یا بازار

سے منگوا کر کھلاتے تھے، جب تک صحت رہی دونوں وقت کھانا اور صبح کا ناشتہ آپ مردانہ حصہ میں مہمانوں کے ساتھ کرتے تھے لیکن جب عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ ضعف ونقاہت اور امراض میں اضافہ ہوگیا، اطباء اور ڈاکٹروں نے آپ کے لیے پرہیزی کھانے متعین کردیئے، تو پھر آپ کا زنان خانہ میں ہی جانے کا معمول بن گیا تھا۔

نماز عشاء کے بعد زیادہ دیر جاگنے کا معمول نہیں تھا، بلکہ جلدی ہی آرام کرنے کے لیے زنان خانہ میں چلے جایا کرتے تھے۔

ماہ مبارک کے معمولات:

ماہ رمضان المبارک میں معمولات بدل جاتے تھے چنانچہ بعد نماز فجر جانے والے مہمانوں سے رخصتی ملاقات ومصافحہ کے بعد فوراً آرام کرتے تھے، پھر گیارہ بجے بیدار ہوکر استنجاء ووضووغیرہ سے فراغ پر اذان ظہر تک تلاوت میں مشغول رہتے۔

اسی درمیان میں خصوصی مہمانوں سے ملاقات یا ضروری خطوط کے جوابات بھی لکھواتے۔

نماز ظہر کے بعد بڑے اہتمام سے ختم خواجگان ہوتا اور اس میں مولانا طلحہ موصوف بڑی دل سوزی اور جہر کے ساتھ دعا کراتے، کبھی کبھی مجلس میں موجود دیگر اصحاب دعوت وعزیمت سے بھی دعا کرالیا کرتے تھے، اس کے بعد اذان عصر تک خوب جم کر مجلس ذکر منعقد ہوتی، جس میں مولانا موصوف خود بھی متوجہ الی اللہ اور رو بہ قبلہ ہوکر مصروف دعا ومناجات رہتے تھے۔ اس مجلس ذکر کے مستقل حاضر باش شہری اصحاب میں الحاج شفیق احمد کتھے والے، الحاج شیخ محمد عالم، دیوان غیور بھی شامل ہیں۔

نماز عصر سے فراغ پر مغرب سے چند منٹ پہلے تک شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کی پسندیدہ کتابیں اکمال الشیم، ارشاد الملوک وغیرہ سنائی جاتی۔

کتاب سنانے والے حسب مشورہ بدلتے رہتے تھے، مغرب کے چند منٹ پہلے تمام معتکفین اور غیر معتکفین متوجہ الی اللہ ہوکر اپنے اور پوری امت کے حق میں دعا مانگنے میں مصروف ہوجاتے۔

صحن مسجد میں افطار کا نظم ہوتا تھا اس میں بھی دو دسترخوان بچھائے جاتے، ایک دسترخوان پر روزمرہ کے عوام اور دوسرے دسترخوان پر علماء وخواص اور بیرونی ملک سے آئے ہوئے مہمان روزہ افطار کرتے تھے، افطار میں عام طور پر چنے، پھلکیاں اور پھلوں کی چاٹ ہوا کرتی تھی، خواص کے دسترخوان پر ان چیزوں کے ساتھ مولانا طلحہ موصوف یا دیگر اعزہ کے گھر سے آنے والی افطاری بھی رکھی جایا کرتی تھی۔

بعد نماز مغرب فوراً ہی تمام مجمع کے لیے کھانے کا نظم ہوتا تھا، جس کی ذمہ دار پوری ایک جماعت ہوا کرتی تھی۔ اور یہ جماعت الحاج صوفی عبدالکریم سرائے مردان علی سہارنپور کی نگرانی میں سرگرم عمل رہتی۔

آخری سالوں میں ماہ رمضان المبارک کے امور میں مشورہ دینے والوں اور نظم کرنے والوں میں یہ حضرات شامل رہے۔

☆ جناب الحاج بھائی خالد منیار — سورت، گجرات
☆ مولانا مفتی فرید احمد دیولوی — بھروچ، گجرات
☆ مولانا جمال الدین مظاہری — چمپارن، بہار
☆ مولانا مفتی ناصر علی — سیتاپور، یوپی

ان کے علاوہ اور بھی متعدد مخلص اہل تعلق خدمت کی لائن سے جڑے ہوئے تھے لیکن یہ مذکورہ حضرات وہ ہیں جو سالہا سال تک بڑے اہتمام سے پورے رمضان قیام کے لیے آتے رہے۔

مہمانوں کے کھانے سے فراغ پر فوراً ہی اذان عشاء اور اس کے نصف گھنٹے

بعد نماز عشاء اور تراویح کا آغاز ہوجاتا پورے رمضان المبارک تین سیپارے یومیہ تراویح میں پڑھے جاتے، جس میں تقریباً دو گھنٹہ صرف ہوتے، اس کے بعد تمام حاضرین ایک ایک مرتبہ سورہ یٰسین شریف تلاوت کرتے اور پھر درود شریف کی چہل حدیث پڑھی جاتی، پھر فضائل رمضان وغیرہ سنائی جاتی اور اس پر دن بھر کے اعمال و مشاغل ختم ہوجاتے۔ جب تک صحت اور قوت رہی مولانا محمد طلحہ مرحوم درود شریف کی چہل خدیث کے بعد کچھ دیر وعظ و نصیحت بھی کیا کرتے تھے، جس میں خصوصیت کے ساتھ رمضان کو بہت اچھے طریقے پر گذارنے کی ترغیب اور نصیحت ہوا کرتی تھی۔

پھر بھی بہت سے مہمان اپنے ذوق وشوق سے ساری ساری رات تلاوت کلام پاک یا ادائیگی نوافل، تہجد وغیرہ میں گذار دیتے اور معمر بوڑھے لوگ آرام کرتے خود مولانا طلحہ موصوف شب بھر بیدار رہ کر اپنے خصوصی احباب کے درمیان بیٹھ کر تلاوت قرآن پاک کرتے رہتے اور یہ سلسلہ سحری کا دستر خوان بچھنے تک جاری رہتا تھا۔

آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے والوں کی تعداد چونکہ بہت زائد ہوتی تھی اس لیے تمام مہمانوں کے لیے بڑے حساب و کتاب سے جگہیں متعین کی جاتی تھیں، رجسٹر میں باقاعدہ ان کے نام و پتوں کا اندراج ہوتا تھا، یہ خدمت سالہا سال سے ماہِ رمضان میں آنے والے مولانا جمال الدین صاحب مظاہری بہاری کے ذمہ تھی اور وہ اس کو بڑے اہتمام اور سلیقہ کے ساتھ پورا کرتے تھے۔

پورے رمضان المبارک شب جمعہ میں سوا لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھنے کا اہتمام خود بھی کرتے اور تمام مجمع سے بھی کراتے۔

عید الفطر کا چاند نظر آنے پر اگلے دن صبح اوّل وقت نماز عید الفطر کی ادائیگی ہوتی اور اس کے بعد تمام مہمانوں کے لیے شیر اور کھانے کا نظم ہوتا تھا۔

عید الفطر کے دن یا زیادہ سے زیادہ ایک دن بعد آپ اپنے اعزہ رشتہ داروں

کے گھروں پر جا کر سب کو اپنے ہاتھ سے عیدی تقسیم کرتے تھے۔ عام طور پر مولانا مرحوم اپنے مہمانوں کی وجہ سے ۲؍شوال کی شام تک مسجد دار جدید میں مقیم رہتے اور پھر ۳؍شوال کی صبح اہل تعلق واحباب کو عید کی مبارک باد دینے کے لیے قرب وجوار میں تشریف لے جاتے اور اسی ضمن میں حضرات اکابر مرحومین کے مزارات پر فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کے لیے بھی چلے جاتے۔

مولانا محمد طلحہ مرحوم اور خانقاہ خلیلیہ کے قابل اعتماد اور ہمہ وقت حاضر باش اصحاب میں دو نام ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے، ایک خانقاہ خلیلیہ کے بالکل پڑوس میں رہنے والے جناب الحاج شیخ محمد عالم اور دوسرے مولانا کے مجاز حاجی عبدالکریم سہارنپوری۔

شیخ صاحب موصوف اپنا زیادہ تر وقت خانقاہ میں گذار کر ذکر واذکار، تلاوت قرآن پاک اور نوافل میں مشغول رہتے اور پورے ماہِ مبارک مولانا محمد طلحہ کی غیر موجودگی میں خانقاہِ خلیلیہ کو تراویح اور تلاوت کلام پاک سے آباد وشاداب رکھتے تھے، کئی کئی کلام پاک تراویح میں سننے اور پڑھنے کا اہتمام تھا، اس کے علاوہ کوئی دن مشکل سے ایسا گذرتا ہوگا جب آنے والے علماء اور مہمانوں کے لیے ان کے مکان سے عمدہ قسم کا کھانا اور چائے ناشتہ نہ آتا ہو، جب تک ان کی اہلیہ مرحومہ حیات رہیں کچے گھر کے دو وقتہ دسترخوان پر ضرور کچھ نہ کچھ پکا کر بھیجا کرتی تھیں، ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں، بیٹیوں اور بہوؤں کی جانب سے یہ سلسلہ آج تک قائم ہے۔

دوسرا نام الحاج عبدالکریم کا ہے، وہ ہمیشہ مولانا مرحوم کے زنانہ اور مردانہ مکان کے لیے خورد ونوش کا سامان بازار سے خرید کر لانے کے لیے متعین تھے اور خصوصیت کے ساتھ ماہِ رمضان المبارک کے جملہ مقیمین (معتکفین وغیر معتکفین) کی افطاری وسحری کا نظم وانتظام انہیں کے سپرد تھا۔

حاجی صاحب موصوف رمضان المبارک سے ایک ماہ قبل اجناس (چاول، دال،لکڑی) وغیرہ کی خریداری میں مصروف ہوجاتے اور پورے رمضان سبزی منڈی جاکرافطار کے لیے پھل خرید کرلایا کرتے تھے۔اللہ جل شانہ دونوں صاحبان کو بے حد جزائے خیرعطافرمائے اوردارین کی برکتوں سے مالامال فرمائے،آمین۔

آخر کے چند سالوں میں الحاج عبدالکریم جب علیل رہنے اور بازار آنے جانے میں تکلیف محسوس کرنے لگےتو ان کے فرزند حافظ عبدالرحیم ان کے معاون اور رفیق کار بن گئے تھے، چنانچہ پھر وہ ہی خانقاہ اور کچے گھر کا سامان وغیرہ پوری احساس ذمہ داری کے ساتھ لانے لگے تھے۔اللہ جل شانہ سب کی خدمات کوقبول فرماکران کوبہترین جزاءعطافرمائے،آمین۔

حضرت مولانا تقی الدین ندوی مظاہری جوزندگی بھرحضرت شیخ کے خواص اور منتخب حضرات میں شامل رہے، وہ اوران جیسے دیگرحضرات خصوصی اعتبار سے ماہ مبارک میں معتکفین غیرمعتکفین کاتکفل فرماتے رہے۔اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو بےحد جزائے خیرعطافرمائے،آمین۔
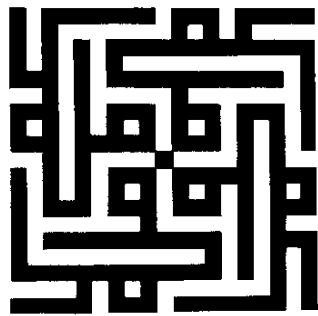
- ابتلاء وآزمائشی دور میں مظاہر علوم کی خدمات
- شوال ۱۴۰۹ھ/ مئی ۱۹۸۹ء میں ایک عظیم الشان اجلاس
- مدارس عربیہ کی سرپرستی اور مکاتب دینیہ کا قیام
- دینی کتابوں کی اشاعت کا اہتمام

ابتلاء اور آزمائشی دور میں مظاہر علوم کی خدمات

ابھی تک بہت سے حضرات کے علم و حافظہ میں مظاہر علوم کا وہ ابتلاء اور آزمائشی دور محفوظ ہوگا جو حضرت شیخؒ کی وفات کے فوراً بعد جامعہ کی چہار دیواری میں ظاہر ہوا تھا اور اس کے بُرے اثرات دور دور تک پہنچے تھے۔

مولانا محمد طلحہ چونکہ حضرت شیخؒ کی وفات کے فوراً بعد ان کی جگہ پر جامعہ کے رکن شوریٰ متعین کر دیئے گئے تھے اس لیے تمام ارکان شوریٰ کے ساتھ ساتھ ان پر بھی طویل عرصہ تک بڑی افتاد پڑتی رہی اور لعن طعن ہوتا رہا، لیکن جب جامعہ کے اراکین شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۵ھ/ ۵/ مارچ ۱۹۸۵ء میں متفقہ طور پر ان کو مظاہر علوم کا سیکریٹری (امین عام) منتخب کر لیا پھر تو کوئی حد ہی باقی نہیں رکھی گئی، غلاظت اور مغلظات کا پانی سر سے اونچا ہی نہیں بلکہ چھت سے بھی اونچا چلا گیا، لیکن مولانا موصوف کی استقامت اور پامردی میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آئی اور نہ ہی انہوں نے حالات سے کوئی سمجھوتہ کیا ان پر ضلالت و گمراہی کے فتوے بھی لگائے گئے۔ رات دن اخبارات میں ان کے خلاف پروپیگنڈے ہوئے، معتکف شیخؒ میں اعتکاف کے لیے رکاوٹیں کھڑی کی گئیں، ان کی جانب سے جعلی خطوط بھیجے گئے، اور فرضی طور پر جھوٹے خواب ان کی طرف منسوب کر کے ان کے استعفیٰ دینے کی تشہیر بھی کی گئی، ان کی جائے قیام پر نہ صرف چڑھائی کی گئی بلکہ ذاتی طور پر بھی ان پر حملہ کر کے مجروح کرنے کی

کوششیں ہوئیں، بڑی اور چھوٹی عدالتوں میں ان پر اور دیگر اہل شوریٰ پر دعوے دائر کر کے دباؤ (پریشر) بنانے کی تدابیر میں کوئی کمی نہیں آنے دی گئی، لیکن وہ جہاں کھڑے تھے وہاں سے ان کو کوئی ہلا نہیں سکا، اور اس کے نتیجہ میں مجلس شوریٰ کے اراکین نے ان کو جو ذمہ داریاں سونپی تھیں اس کی ادائیگی میں انہوں نے کوئی کمی نہیں آنے دی۔

جامعہ مظاہر علوم کے مفاد کی خاطر انہوں نے دور ونزدیک کے درجنوں سفر کر کے انتہائی مخالفانہ ماحول میں اپنا فرض منصبی ادا کیا، اور کبھی کسی ایسی خدمت ایسے اسفار اور ایسے تقریری اور تحریری بیانات سے گریز نہیں کیا جس سے مدرسہ اور اس کی شوریٰ کا مفاد وابستہ ہو، وہ ایسے مواقع پر اپنے مزاج کی یکسوئی اور طبعی غیر مناسبت کا بھی پاس ولحاظ نہیں فرماتے تھے۔

سکریٹری شپ کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں وہ ایسے مشغول ومصروف ہوئے کہ سالہا سال تک ان کو حرمین شریفین جانے کی نوبت نہیں آسکی اور پھر اس کے نتیجہ میں مدت ختم ہو جانے کی وجہ سے ان کا وہ اقامہ بھی ختم ہو گیا جو حضرت شیخؒ کی حیات میں ان کے لیے بنوایا گیا تھا۔

مولانا طلحہ موصوف کے خلفاء ومجازین میں مشہور استاذ حدیث مولانا عبداللہ معروفی (جو مظاہر علوم کے اس قضیہ کا بہت گہرائی کے ساتھ مشاہدہ وتجزیہ کر رہے تھے) مولانا مرحوم کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں:

> ''ہمارے حضرت کی زندگی کا سب سے عظیم باب مدرسہ مظاہر علوم کے بحرانی دور میں نہ صرف سرپرستی بلکہ اس کی نظامت کی ذمہ داری ہے، اپنی افتاد طبع کے خلاف اکابر کے قائم کردہ شجر علم دین کی محض بقاء وتحفظ کی خاطر اپنی جان ہتھیلی میں رکھ کر مردانہ وار میدان میں آگئے، اور سکریٹری شپ (نظامت کا عہدہ) بھی قبول فرمالیا، اور جب تک حالات تشویش ناک

رہے اس وقت تک یہ ذمہ داری نبھاتے رہے، بعد میں حالات معمول پر آ گئے، تو یہ عہدہ اور ذمہ داری دوسروں کے حوالہ فرما کر کنارہ کش ہو گئے''۔

موصوف مزید لکھتے ہیں:

''یہ بڑے مشکل حالات تھے آپ کی عزت و جاہ کو خاک میں ملانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی بعض بڑے اور مخلص بزرگوں نے آپ کو شروع ہی سے مدرسہ کے نزاعات سے علیحدگی اور کنارہ کشی کا مشورہ دیا لیکن آپ نے صرف اور صرف اخلاص وللّٰہیت کی بنا پر ادارہ کے بقاء، تحفظ اور ترقی کی خاطر اپنے کو جوکھم (مشکلات) میں ڈالا اور حالات درست ہونے کے بعد اپنے آپ کو عہدہ سے الگ فرمالیا، اور صرف سرپرستی کی حد تک اپنے کو محدود رکھا اگر خدانہ خواستہ کوئی ذاتی یا مادی غرض مقصود ہوتی تو مکمل قابو یافتہ ہونے کے بعد عہدہ سے ہرگز علیحدہ نہ ہوتے''۔

مکمل پانچ سال تک سکریٹری کے عہدہ پر قائم رہ کر موصوف نے حضرات اراکین شوریٰ کی خدمت میں شوال ۱۴۱۳ھ/ مارچ ۱۹۹۳ء میں اپنا استعفیٰ پیش کیا اور جس کو ارباب انتظام نے بادل ناخواستہ قبول کرلیا۔

موصوف کے استعفیٰ دینے کی اصل وجہ یہ ہوئی کہ حضرت شیخ کے بعض ممتاز اور اونچے درجہ کے خلفاء کو اس کا احساس ہوا کہ مظاہرعلوم کے موجودہ ناگفتہ بہ حالات میں مولانا طلحہ موصوف کے اس عہدہ پر فائز رہنے سے کچا گھر (خانقاہ خلیلیہ) کی مرکزیت اور اس کے شہرۂ آفاق خانقاہی نظام کو حاسدین اور اعدائے مظاہرعلوم کی طرف سے پے در پے نقصانات پہنچانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

اس ناگوار صورت حال کا سب سے زیادہ احساس خلفاء حضرت شیخ میں مولانا عبدالحفیظ مکی اور اراکین شوریٰ میں جناب الحاج شیخ محمود منیار سورت گجرات کو ہو رہا تھا،

چنانچہ موجودہ صورت کو بدل کراب کسی ایسے شخص کو منتخب کرنے کی ضرورت تھی جو معمولی سی حیثیت رکھتا ہواور علماء وفضلاء عوام وخواص میں اس کی نہ کوئی شناخت ہواور نہ کوئی قیمت۔ چنانچہ کسی ایسے ہی شخص کی تلاش میں جناب الحاج شیخ محمود منیار ۲۱ر رمضان ۱۴۱۳ھ/ ۱۶ر مارچ ۱۹۹۳ء میں سہارنپور تشریف لائے اور پھر یہاں مولانا محمد طلحہ، دیوبند میں مولانا مفتی محمود الحسن، کاندھلہ میں مولانا محمد افتخار الحسن نیز دہلی میں حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن سے بھرپور مشورہ فرما کر مولانا محمد طلحہ کی جگہ راقم سطور (محمد شاہد) کے لیے سکریٹری کا عہدہ طے فرمایا اور پھر ۶ر شوال ۱۴۱۳ھ/ ۳۰ر مارچ ۱۹۹۳ء میں حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری کی زیر صدارت ہونے والے اجلاس میں متفقہ طور پر یہ تجویز ان الفاظ کے ساتھ منظور کرلی گئی۔

''مولانا محمد طلحہ صاحب سکریٹری شپ کے عہدہ پر پچھلے پانچ سال سے کام کررہے ہیں اب وہ مزید اس عہدہ پر رہ کر کام کرنا نہیں چاہتے، انہوں نے تحریری طور پر جلسہ میں اس عہدہ پر کام نہ کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے، جس کی وجہ سے نئے سکریٹری کا انتخاب ضروری ہے۔

جناب شیخ محمود منیار صاحب ممبر مدرسہ نے اس عہدہ کے لیے مولانا محمد شاہد صاحب کا نام پیش کیا جس پر تمام شرکاء اجلاس ممبران نے اتفاق ظاہر کرتے ہوئے اس کی منظوری دی اور مولانا محمد طلحہ صاحب سکریٹری سابق کی جگہ مولانا محمد شاہد صاحب کو سکریٹری کے عہدہ کے لیے منتخب کیا گیا۔

دستخط کنندگان:

(مولانا) عبدالحلیم (مولانا) افتخار الحسن (مولانا) حکیم محمد سعود (مولانا) محمد طلحہ (مولانا) مفتی منظور (مولانا) محمد طیب (جناب شیخ) محمود منیار (جناب حافظ) کرامت اللہ (جناب الحاج) دوست محمد قریشی

(جناب الحاج) عبدالخالق نصیرالدین چودھری‘‘۔

مولانا محمد طلحہ کے اس پانچ سالہ دور میں مجلس شوریٰ سرپرستان کے بیس (۲۰) اجلاس ہوئے اور اس میں جامعہ مظاہرعلوم کی توسیع اور ترقی تعمیرات، مالیات اور انتظامی امور سے متعلق دوسونو (۲۰۹) تجاویز زیر بحث آ کر منظور ہوئیں۔

ان منظور شدہ تجاویز میں متعدد وہ تھیں جن سے عمومی طور پر مظاہرعلوم کا اعتماد اور اعتبار بحال ہوا اور خواص کے حلقوں میں اس کو اور اس کے موقف کو پزیرائی ملی اور اس سلسلہ میں مجلس شوریٰ سرپرستان کے مبنی برحق کردار کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

یہاں ان متعدد تجاویز میں سے صرف ایک تجویز (جس نے اپنے دوررس اثرات کی وجہ سے بڑی شہرت پائی) پیش کی جاتی ہے اور جو مورخہ ۲۸؍رجب المرجب ۱۴۰۹ھ/ ۷؍مارچ ۱۹۸۹ء میں حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری کی زیر صدارت منظور ہوئی اس تجویز کو مظور فرمانے والے حضرات یہ تھے:

حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی، حضرت مولانا محمد طلحہ کاندہلوی، حضرت مولانا مفتی منظور احمد کانپوری، جناب الحاج حافظ کرامت اللہ دہلوی، جناب الحاج شیخ محمود منیار سورت، گجرات، محمد شاہد سہارنپوری۔

اس تجویز میں طے کیا گیا تھا کہ ۳؍شوال ۱۴۰۹ھ/ ۹؍مئی ۱۹۸۹ء میں جامعہ مظاہرعلوم میں اس کے مخلصین اور ہمدردان کا ایک اجتماع منعقد کیا جائے جس میں حضرت شیخ کے خلفاء اور مخصوصین خصوصیت کے ساتھ شرکت فرمائیں، اور مدرسہ کے حالات اور ضروریات تفصیل کے ساتھ پیش کی جائیں۔

اس اجلاس کا دعوت نامہ مولانا محمد طلحہ اور مولانا مفتی عبدالعزیز رائے پوری کے دستخط سے جاری ہوا تھا۔

اس تجویز اور منصوبہ کے مطابق تاریخ متعینہ میں بعد نماز مغرب دارالطلبہ

جدید کی وسیع وعریض مسجد میں یہ اجلاس منعقد ہوا اور اس کی پوری کارروائی مولانا محمد سلمان کے ذریعہ عمل میں آئی، قاری ولی اللہ مدنی کی تلاوت کلام پاک کے بعد حضرت مولانا محمد اللہ نے اجلاس کی صدارت کے لیے حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی کا نام پیش کیا اور اس کی تائید حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز رائے پوری نے بحیثیت ناظم جامعہ کی اور پھر واردین وصادرین کی آمد پر شکریہ ادا کرتے ہوئے تین بیانات علی الترتیب مولانا محمد اللہ، مولانا محمد سلمان، اور مولانا عبدالحفیظ مکی کے ہوئے۔

آخر میں راقم سطور محمد شاہد نے مجمع عام میں وہ تجویز سنائی جو اس اجلاس کے لیے موجود سترہ (۱۷) خلفاء حضرت شیخ کی طرف سے متفقہ طور پر منظور کی گئی تھی۔

راقم سطور کے محدود علم اور ناقص معلومات کے مطابق جامعہ کی ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے خلفاء اور مجازین بیعت کے علاوہ کسی اور شخصیت فاضلہ کے متوسلین ومخصوصین کا اتنا اہم اور عظیم الشان اجتماع کبھی نہیں ہوا تھا اور نہ اب آئندہ ہونے کی امید ہے۔

چشم فلک نے بھلا ایسا نظارہ اس سے پہلے کب دیکھا ہوگا کہ ایک شیخ وقت کے سترہ خلفاء ومجازین بیعت بیک وقت ایک صف میں بیٹھ کر اپنے شیخ ومرشد کی قیمتی متاع (مظاہر علوم) کے تحفظ اور حفاظت کے مسئلہ پر غور وفکر کر رہے ہوں۔

بعد میں اس اجلاس کی واقعتاً بڑی اہمیت محسوس ہوئی اور مشرق ومغرب، شمال وجنوب میں اس کا بڑا وزن محسوس کیا گیا کیونکہ حضرت شیخ کے خلفاء اور پھر ان خلفاء سے روابط وتعلق اور عقیدت ومحبت رکھنے والے ہزاروں ہزار اصحاب علم وفضل اپنے دم قدم اور اپنی علمی ودینی خدمات سے ساری دنیا میں اپنے کام اور اپنے پیر ومرشد حضرت شیخ کا نام روشن کیے ہوئے ہیں۔

اہمیت اور مقام کے پیشِ نظر اجلاس میں ان خلفاء کی جانب سے جو تجویز متفقہ طور پر پڑھی گئی اس کا مکمل متن یہاں پیش کیا جاتا ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلفائے حضرت شیخؒ کی جانب سے!

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کی دعوت حضرات اراکین مجلس شوریٰ کی خصوصی توجہات اور قطب عالم، مخدومنا و مخدوم العالم حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کی نسبت جلیلہ وعظیمہ کے احترام میں ہم خدام کی حاضری مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ہوئی، ماہ رمضان المبارک بھی حسب توفیق الٰہی ہم لوگوں نے مسجد دار الطلبہ جدید میں صاحبزادۂ محترم کی معیت میں گذارا۔

گذشتہ سالوں کے سنگین اور شدید بحران کے بعد ہمارے حضرات اکابر بالخصوص حضرت نور اللہ مرقدہ کی یہ قیمتی متاع اور یادگار عزیز دوبارہ مجلس شوریٰ کی ماتحتی میں آجانے سے ہم خدام کو جس قدر مسرت اور خوشی ہے وہ احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتی۔

الحمد للہ مدرسے کا ماحول پُرسکون اور اطمینان بخش حالت میں ہم لوگوں نے دیکھا تعطیلات رمضان المبارک کی وجہ سے طلبہ کی اکثریت اپنے وطن جاچکی تھی لیکن ایک معتد بہ تعداد ماہ رمضان المبارک میں موجود تھی جن سے ہماری ملاقات ہوئی اور الحمد للہ ہم نے اُن کو مسرور پایا۔

ربیع الاول ۱۴۰۹ھ سے ۲۶/رجب ۱۴۰۹ھ تک آمد و خرچ کا گوشوارہ بھی دیکھا پانچ ماہ کی مالیات کی آمدنی نو لاکھ ننانوے ہزار بتیس

روپئے ساٹھ پیسے (۶۰-۹۹۹۰۳۲) اورخرچ نو لاکھ تیس ہزار چھ سو گیارہ روپئے اٹھارہ پیسے (۱۸-۹۳۰۶۱۱) ہے آمد وخرچ کے اس میزانیہ سے اندازہ ہوا کہ اسلامیان ہند نے مجلس شوریٰ کے اقدامات کو سراہتے ہوئے اپنا مکمل تعاون پیش کر کے اپنے اعتماد کا اظہار کیا۔

ہم جملہ خدام دستخط کنندگان بھی حضرات اراکین شوریٰ پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں اور دل سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو مزید استقامت اور پختگی عطا فرما کر خدماتِ مظاہر علوم کے لیے زائد سے زائد قبول فرمائے۔

گذشتہ سالوں میں کچھ عناصر کی طرف سے مظاہر علوم کے خلاف لغو اور باطل پروپیگنڈہ ملک اور بیرون ملک میں شدت کیساتھ کیا گیا اور حضرات اراکین شوری پر مختلف طریقوں سے مقدمات قائم کئے، اور کرائے گئے، جو یقیناً مظاہر علوم کی تاریخ پر ایک بدنما داغ ہیں۔ ہم خدام ان معاملات پر کھلے لفظوں اپنی نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور شرکاء اجلاس اور حضرات اراکین شوریٰ کو یقین دلاتے ہیں کہ اپنے اپنے علاقوں اور اپنے ممالک میں واپس پہنچ کر وہاں کے عوام وخواص کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر کے غلط فہمیوں کا ازالہ کریں گے، اور غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے مظاہر علوم کی ساکھ کو جو نقصان پہنچا ہے اس کا دفعیہ اور ازالہ کر کے مظاہر علوم کے حق میں صحیح ماحول بنا کر فضا ہموار کریں گے۔

ناظم مدرسہ حضرت مولانا الحاج مفتی عبدالعزیز صاحب زادمجدہ نے ہمارے سامنے مدرسے کی ضروریات مستقبل کے عزائم اور منصوبوں کا ایک جامع نقشہ پیش کیا ہے۔

ہم خدام مدرسے کی مالیات کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے ممکنہ کوشش وجد وجہد کرتے رہیں گے۔

آخر میں صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب اور حضرات اراکین شوریٰ سے اہم اور ضروری گذارش یہ ہے کہ مظاہر علوم کو قانونی استحکام حاصل ہوجانے کے بعد حضرات اکابر کی اس یادگار (مدرسہ مظاہر علوم) کا مکمل طور پر مجلس شوریٰ کی تحویل میں آنا بے حد ضروری ہے کسی بھی ناجائز اور غیر قانونی تسلط کو ختم کرنا اور اس کے انخلاء کے لیے متواتر سعی حضرات اراکین شوریٰ کا شرعی قانونی اور اخلاقی فریضہ ہے، ہمیں یقین کامل ہے کہ جس رب کریم نے محض اپنے لطف وکرم سے قدم قدم پر نصرت اور مدد فرمائی وہ آئندہ بھی آپ حضرات کا حامی و ناصر اور مدرسہ مظاہر علوم کا محافظ رہے گا کہ وہی پاک ذات ناصر حقیقی اور محافظ حقیقی ہے۔

عالی جناب گریش چند چترویدی صاحب ڈی، ایم، سہارنپور اور عالی جناب بابولال یادو صاحب، ایس، ایس، پی سہارنپور کا شکریہ ادا کرنا بھی ہمارا اخلاقی فریضہ ہے کہ انہوں نے مظاہر علوم کے ہنگاموں خاص طور پر ۱۳/۱۴/۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء اور ۱۰/۱۱/دسمبر ۱۹۸۸ء میں مکمل طور پر سہارنپور میں امن وامان قائم رکھا اور قانون کی بالادستی کا احترام کیا جس کی وجہ سے ملک میں عوامی سطح پر اور بیرون ملک خصوصاً عرب ممالک، افریقہ، اور انگلینڈ میں رہنے والے مسلمانوں کو اطمینان وسکون ملا۔ ہم دستخط کنندگان دونوں معزز افسران کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہر طرح کی کامیابی دے کر زائد سے زائد ترقیات عطا فرمائے۔ والسلام

حضرتؒ کے جن نامی گرامی خلفاء نے اس اجلاس کو زینت بخش کر جامعہ مظاہرعلوم کے کاز اوراس کے مؤقر اراکین شوریٰ کے موقف کی تائید وحمایت فرمائی ان کےاسمائے گرامی اس طرح ہیں:

۱- مولانا اسماعیل بدات	مدینہ منورہ
۲- مولانا عبدالحفیظ	مکۃ المکرّمہ
۳- مولانا حسان احمد	مکۃ المکرّمہ
۴- مولانا عبدالرحیم متالا	چپاٹا زامبیا
۵- مولانا فتح محمد	آسن سول
٦- مولانا امام الدین	پورنیہ، بہار
۷- مولانا عبدالاحد	سیتامڑھی، بہار
۸- مولانا ہاشم ابن حسن	انگلینڈ
۹- مولانا وارث علی	سیتاپور
۱۰- مولانا یوسف ابراہیم تِلا	افریقہ
۱۱- مولانا محمد یونس	جونپور
۱۲- مولانا محمد عاقل	سہارنپور
۱۳- مولانا رشیدالدین	مرادآباد
۱۴- محمد شاہد	سہارنپور
۱۵- مولانا قطب الدین	گیا، بہار
۱٦- حافظ صدیق احمد	مرزاپور، سہارنپور
۱۷- مولانا کفایت اللہ	پالن پور

یہ اجلاس اگرچہ خلفائے حضرت شیخ کے لیے مخصوص تھا لیکن اب یہ مظاہرعلوم

کی کشش تھی یا مولانا طلحہ موصوف کی شخصیت اور ان کی عالی قدر نسبت کا کرشمہ کہ قرب وجوار اور دور ونزدیک کے بہت سے خواص اور ہمدردان مدرسہ جیسے:

قاری ابراہیم	زامبیا
مولانا عبد القوی	ساؤتھ افریقہ
حافظ حکمت اللہ	مرادآباد
جناب عطاء الرحمٰن سمشی	مرادآباد

مولانا محمد عارف، مولانا محمد طیب (فرزندان حضرت مولانا زاہد حسن مرحوم سرساوہ ، مولانا محمد یاسین، حکیم، محمد ذکی، الحاج شفیق احمد کتھے والے، دیوان حاجی ظہور احمد وغیرہ بھی شریک اجلاس ہوئے۔

خلفائے حضرت شیخ کی اس تجویز پر ۲۶ رشوال ۱۴۰۹ھ/ یکم جون ۱۹۸۹ء کے اجلاس شوریٰ نے جو تجویز منظور کی وہ یہ ہے:

"خلفائے حضرت شیخ کی تجویز پڑھی گئی مجلس شوریٰ ان حضرات کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اس تجویز سے اتفاق کرتی ہے اور دل سے دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اس مخلصانہ جدوجہد کو قبول فرمائے، مدرسہ کے سلسلہ میں ان حضرات نے تعاون کا جو وعدہ فرمایا ہے مجلس کے نزدیک وہ بھی قابل قدر ہے اور ضرورت ہے کہ اس کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

اجلاس زیر صدارت: جناب الحاج دوست محمد قریشی دہلی

دستخط کنندگان:

محمد افتخار الحسن، محمد طلحہ، کرامت اللہ، محمد شاہد، محمود منیار،

منظور احمد کانپوری، حکیم محمد سعود اجمیری"۔

مجلس شوریٰ کی صدارت:

مظاہر علوم کے اجلاس شوریٰ (منعقدہ ۱۲ر جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ/ ۵ر مارچ ۱۹۸۹ء) میں مولانا طلحہ کو سکریٹری منتخب کیا گیا تھا، اسی موقعہ پر حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوریؒ اس کے صدر منتخب کئے گئے تھے، ۱۰ر محرم ۱۴۲۰ھ/ ۲ر اپریل ۱۹۹۹ء میں حضرت مولانا جونپوری کے وصال کے بعد ۱۳ر ربیع الاول ۱۴۲۰ھ/ ۲۸ر جون ۱۹۹۹ء میں منعقد ہونے والے اجلاس شوریٰ میں مولانا محمد طلحہ موصوف کو مجلس شوریٰ مظاہر علوم کا صدر متعین کیا گیا۔ چنانچہ آپ اپنی وفات تک اسی عہدہ صدرات پر فائز رہے، جب کہ جامعہ مظاہر علوم اور خود آپ کے بعض بدخواہوں نے یہ غلط شہرت پھیلا دی تھی کہ آپ کو عہدۂ صدارت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ آپ متواتر ۲۱ر سال اس عہدہ پر فائز رہے۔

آپ کی وفات پر جامعہ مظاہر علوم کے اجلاس شوریٰ منعقدہ ۲۶ر صفر ۱۴۴۱ھ/ ۲۶ر اکتوبر ۲۰۱۹ء میں ایک تعزیتی تجویز منظور کی گئی جس میں آپ کی بطور خاص ان خدمات جمیلہ کو خراج عقیدت پیش کیا گیا جو مظاہر علوم کے ابتلاء اور آزمائشی دور میں آپ نے انجام دی تھیں۔

اس تعزیتی تجویز کا مکمل متن (جو بحیثیت سکریٹری راقم سطور محمد شاہد کا مرتب کردہ ہے) یہ ہے:

> ''سب سے اول حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے حادثہ وفات پر جملہ شرکاء اجلاس نے ایک تعزیتی تجویز منظور کر کے موصوف مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی۔
>
> مولانا موصوف مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر

مدنیؒ کے فرزند ارجمند اور ان کی روحانی وعرفانی نسبتوں کے امین اور وارث تھے، اپنی دینی تعلیم انہوں نے مشترکہ طور پر مظاہرعلوم سہارنپور اور مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں حاصل کی اور پھر اپنے والد ماجد کے تعمیل حکم میں سلوک واحسان کی لائن سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے منسلک ہوگئے، لیکن اجازت وخلافت اپنے والد ماجد مخدوم العالم حضرت شیخ زکریا سے حاصل کی اور پھر ان کی وفات کے بعد جامعہ مظاہرعلوم کے رکن شوریٰ بنائے گئے، اور پھر ایک وقت وہ آیا کہ ان کو مجلس شوریٰ کا صدر بنایا گیا۔ سالہا سال وہ اسی عہدہ پر فائز رہے۔

جامعہ مظاہرعلوم کے ہنگامی دور میں بڑے استقلال اور پامردی کے ساتھ مسائل اور حالات کا مقابلہ کیا اور بڑی مخالفتیں جھیلیں لیکن کبھی بھی ان کے استقلال مین کوئی کمی نہیں آئی، آخری چند سالوں مین متعدد امراض وعوارض کا شکار ہوئے۔ اللہ جل شانہ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائیں آمین۔

(کارروائی اجلاس شوریٰ زیرصدارت حضرت الحاج حکیم کلیم اللہ زادمجدہ علی گڑھ)

شرکاءاجلاس:

(مولانا) محمد عاقل (مفتی) معصوم ثاقب (مولانا) محمد عارف (الحاج) غلام رافع خاں شیروانی (مولانا مفتی) سبیل احمد (الحاج) ابراہیم منیار (مولانا) محمد سلمان، محمد شاہد سہارنپوری‘‘۔

مدارس عربیہ کی سرپرستی
اور مکاتب دینیہ کا قیام

مدارس عربیہ کے قیام اور دیگر دینی شعائر (مثلاً شرعی لباس، شرعی چہرہ وغیرہ) کے پورے پورے احترام کی ضرورت پر زور دینے کے ساتھ ساتھ مولانا مرحوم مدارس اور مکاتب کے قیام اور پھر ان کی حسن کارکردگی پر بھی پورے طور پر متوجہ رہا کرتے تھے، خدا معلوم انہوں نے اپنی حیات میں کتنے مکاتب قائم کئے اور کرائے اور کتنے مساجد کی بنیادیں رکھیں اور اپنے اہل تعلق کے ذریعہ ان کی تعمیرات کی تکمیل کرائی، وہ ضرورت پڑنے پر کسی بھی اندیشہ ہائے دور و دراز کو خاطر میں لائے بغیر بڑے سے بڑے متمول و مخیّر حضرات کو خطوط لکھ کر زیر تعمیر مدرسہ اور مسجد کی تکمیل کی جانب متوجہ کر دیا کرتے تھے۔

ایسے مخیّرین حضرات کی فہرست میں حاجی شاہد اخلاق میرٹھ، حاجی یعقوب قریشی میرٹھ، حاجی اقبال مرادآباد، حاجی ولی الرحمٰن مرادآباد، حاجی علیم الدین بلندشہر، الحاج جمیل احمد کلکتہ وغیرہ سرفہرست تھے۔

اپنے بے شمار اور لاتعداد اسفار میں انہوں نے خدا معلوم کتنے مکاتب اور مساجد کے افتتاح کئے اور کتنوں کی بنیادیں رکھیں، وہ مسلمانوں کے غریب اور پسماندہ علاقوں اور بستیوں میں بھی بطور خاص کسی زیبائش اور تزئین کے بغیر مسجدیں اور آسان سے آسان مکاتب کے قیام پر بہت زور دیتے تھے۔ ایک مرتبہ

بہار کا دورہ کیا تو وہاں کے ایک شہر مدھوبنی پہنچ کر علماء اور اہل تعلق کو جوڑ کر ان کو مدرسہ قائم کرنے کی ترغیب دی۔ قاضی محمد حسن ندوی استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ماٹلی والا گجرات اس مدرسہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ مدرسہ رحمانیہ یکہتہ ضلع مدھوبنی میں حضرت مولانا ممتاز علی مظاہری کی دعوت پر تشریف لے گئے اور وہاں مسلمان بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم پر مدارس و مکاتب قائم کرنے پر بڑا زور صرف کیا، اور مولانا ممتاز صاحب پر زور دیا کہ وہ حالات اور ماحول کے پیش نظر بچیوں کا بھی ایک مدرسہ قائم کریں، اس کے بعد وہاں پر معہد البنات یعقوبیہ کی بنیاد رکھی گئی، چنانچہ آج بھی وہاں دینیات اور عربی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے''۔

ان مدارس و مکاتب کے علاوہ ان کا ایک عظیم الشان انقلابی کام مکاتب دینیہ کا قیام بھی تھا۔ ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء میں مولانا مرحوم نے مکاتیب دینیہ کے قیام کو ایک تحریک کی شکل میں اٹھایا اور ایسا اٹھایا کہ وہ ان کے قلب و دماغ پر چھا گیا اور اس کے لیے انہوں نے نہ صرف اپنے وسیع اثرات کو استعمال کیا بلکہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کو بھی اپنے شانہ بشانہ کھڑا کر لیا اور چونکہ وہ دونوں جگہ کی مجالس شوریٰ میں حضرت شیخ کی عالی نسبت اور ایک مخلص خادم دین کی حیثیت سے جانے اور پہچانے جاتے تھے، اس لیے دونوں ہی جگہ سے ان کو بھر پور تائید اور حمایت ملی، دیوبند اور سہارنپور نے اپنی اپنی مجالس شوریٰ میں نہ صرف اس کے لیے تجویزیں پاس کیں بلکہ بجٹ کا ایک بڑا حصہ بھی اس کے لیے مختص کیا۔

چنانچہ جامعہ مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ نے ۲۵ر محرم ۱۴۲۵ھ/ ۱۶ر مارچ ۲۰۰۴ء کے اجلاس میں مکاتب دینیہ کے قیام کے سلسلہ میں جو سب سے پہلی تجویز مولانا افتخار الحسن،

مولانا محمد طلحہ، مولانا مفتی منظور احمد، مولانا محمد عاقل، الحاج شیخ محمود منیار، الحاج عبد الخالق، نصیر الدین، اور راقم سطور محمد شاہد کے دستخطوں سے منظور کی وہ اس طرح تھی:

''مجلس شوریٰ طے کرتی ہے کہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب، مولانا محمد عاقل صاحب، مولانا محمد سلمان صاحب، اور مولانا محمد شاہد صاحب اتفاق رائے سے مکاتب دینیہ کے قیام کے سلسلہ میں غور وخوض کے بعد چند راہ نما اصول متعین کرلیں۔

فی الحال مجلس شوریٰ مکاتب دینیہ کے قیام اوران میں ہونے والے مصارف کے لیے ۳؍لاکھ روپئے کی منظوری دے رہی ہے''۔

دوسال بعد قیام مکاتب کے اس سلسلہ کو مزید وسعت دیتے ہوئے مجلس شوریٰ جامعہ مظاہر علوم نے پھر یہ تجویز پاس کی:

''مکاتب دینیہ کے بارے میں مجلس شوریٰ طے کرتی ہے کہ اس سلسلہ کو مزید وسعت دی جائے اور جابجا مکاتب قرآنیہ قائم کئے جائیں، اوران کا ایک باقاعدہ نظام مرتب کرلیا جائے، مزید اضافۂ افراد کی ضرورت ہوتو وہ بھی کرلیا جائے، نیز معلّمین کے مشاہرات میں بھی حسب ضرورت اضافہ کرلیا جائے''۔

مولانا محمد طلحہ موصوف کے دوعدد مؤثر اور زوردار خطوں کے بعد جن کی اشاعت علی الترتیب ۲۹؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ / ۱۰؍اگست ۲۰۰۱ء اور ۹؍ربیع الاول ۱۴۲۴ھ/۱۲؍مئی ۲۰۰۳ء میں ان کے دستخط سے ہوچکی تھی، اس تحریک نے زور پکڑا، اور بڑی وسعت وفراخی کے ساتھ مسلمان بچوں کے لیے مکاتب کے قیام کا سلسلہ شروع ہوا، خود جامعہ مظاہر علوم نے بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چنانچہ مولانا مرحوم کی توجہات اوران کے جذبۂ اندرونی کی برکت سے آج ان سطور کی تحریر کے وقت (۷۰)

ستر سے زیادہ مکاتب جامعہ مظاہر علوم کی نگرانی میں چل رہے ہیں، جو پنجاب اور اس سے ملحق علاقوں میں قائم ہیں، اور بجٹ بھی ۳۰/لاکھ سے متجاوز ہو چکا ہے۔

مجلس شوریٰ کی جانب سے اس سلسلہ کی آخری تجویز ۱۲/ذی قعدہ ۱۴۴۰ھ/ ۱۶/جولائی ۲۰۱۹ء میں منظور کی گئی، جس کی رو سے اب مفتی محمد صالح سلمہ ان تمام مکاتب دینیہ کے ناظم ونگراں متعین کر دیئے گئے۔

آپ کے خلفاء کی جماعت میں شامل ممتاز عالم دین مولانا عبد اللہ معروفی (استاذ دارالعلوم دیو بند) آپ کی اس فکرو اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حضرت پیر صاحبؒ اپنے پاس آنے والے مہمانوں میں سے جس کسی کو اس لائق سمجھتے یا جو مہمان کسی ایسی جگہ کے ہوتے جہاں سے ارتداد یا فرقِ باطلہ کی سرگرمیوں کا آپ کو علم ہوتا تو انہیں خاص طور سے مکاتب دینیہ کے قیام کی تاکید فرماتے تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت کی دلی تڑپ کڑھن اور بیتابی کا اندازہ کرنے کے لیے ''رسالہ مکاتب دینیہ کی اہمیت'' کا مطالعہ کیا جائے''۔

مجلس شوریٰ دارالعلوم دیو بند میں آپ کی شمولیت:

شہرۂ آفاق دینی درسگاہ وعلمی دانشگاہ دارالعلوم دیو بند میں ہمیشہ سے ایسے حضرات اس کی مجلس شوری میں شمولیت کے لیے نامزد ہوتے رہے جو علم وفضل میں ممتاز اور یگانہ خصوصیات کے حامل ہوں، ہمیشہ کی اس روایت اور دستور کے پیش نظر مولانا محمد طلحہ کا بھی وہاں کی رکنیت کے لیے انتخاب کیا گیا۔ یہ انتخاب ۲۲/۲۱/صفر ۱۴۲۸ھ/ مطابق ۱۲/مارچ ۲۰۰۷ء میں منعقد ہونے والی مجلس میں کیا گیا تھا جب تک آپ کی صحت رہی آپ بڑے اہتمام سے وقت وقت پر ہونے والے اجلاس ہائے

شوریٰ میں شرکت فرماتے رہے۔ آپ نے اپنی حیات میں دس مجالس شوریٰ میں شرکت فرمائی، سب سے پہلی مجلس جس میں آپ کی شرکت ہوئی وہ شعبان ۱۴۲۸ھ کی تھی اور سب سے آخری شوریٰ صفر ۱۴۳۵ھ کی ہے[1]

اسی طرح آپ اپنے والد ماجد کے نام پر قائم کردہ مدرسۃ الشیخ محمد زکریا لتحفیظ القرآن الکریم سہارنپور کے بھی پہلے ہی دن سے معاون ومشیر تھے۔

راقم سطور نے جب اس ادارہ کو قائم کرنے کی خواہش مولانا مرحوم کے سامنے رکھ کران سے تائید لینی چاہی تو سب سے پہلے تحریری تائید مولانا مرحوم کی ہی مدرسۃ الشیخ کو حاصل ہوئی، اور آپ آخر حیات تک اس کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین رہے۔

اُسی طرح آپ شہر سہارنپور کی مشہور اور قدیم جامع مسجد کی منتظمہ کمیٹی میں بھی شامل تھے اور یہ شمولیت کمیٹی کے اس وقت کے صدر حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی کے حکم خاص سے ہوئی تھی۔

---

[1] مکتوب حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند بنام مصنف کتاب محررہ ۲۵؍شعبان ۱۴۴۱ھ۔

دینی کتابوں کی اشاعت کا اہتمام

دینی و مذہبی کتابوں کی اشاعت کے بارے میں مولانا مرحوم کا ذوق بالکل وہی تھا جوان کے والد مرحوم اور جد مرحوم کا تھا یعنی دینی کتابوں کی اشاعت دین کی ترویج اور اشاعت کے لیے کرنا۔

چنانچہ مولانا مرحوم بھی اسی نظریہ کے ماتحت مذہبی کتابوں کی اشاعت کرتے اور اپنے متوسلین واحباب کو بھی متوجہ کرتے تھے ''منزل'' اور ''مکاتیب دینیہ کی اہمیت'' کے نام سے شائع ہونے والے ان دو کتابچوں کے علاوہ مولانا کی باضابطہ اور باقاعدہ کوئی تصنیف وتالیف نہیں تھی، لیکن ''منزل'' نامی کتاب جو ردسحر اور آسیب وغیرہ کے توڑ میں آیات قرآنیہ پر مشتمل ہے۔ایسی کثیر الاشاعت ہے کہ ہندوستان اور پاکستان، افریقہ اور انگلینڈ وغیرہ سے بلا مبالغہ اب تک نہ صرف کئی لاکھ کی تعداد میں شائع ہو چکی بلکہ بہت سی دیگر زبانوں میں اس کے تراجم بھی منظر عام پر آچکے ہیں، تاہم مولانا مرحوم کو جب کوئی علمی و تحقیقی تحریر یا کتاب مرتب کرانی ہوتی تو اس کے لیے دارالعلوم دیوبند کے استاذ مولانا عبداللہ معروفی اور مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد (سہارنپور) کے بانی و نگراں مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی آپ کے یہاں متعین تھے۔ ان ہی دونوں حضرات سے حسب ضرورت اور حسب موقعہ اپنی تحریرات مرتب کرالیا کرتے تھے۔

ذیل میں دونوں حضرات کی علمی و تحقیقی کاوشوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ''آپ بیتی'' جو ایک مشہور عالم کتاب ہے، مولانا مرحوم نے پورے اہتمام کے ساتھ یہ کہہ کر اس کی کتابت کرائی کہ ''کمپیوٹر کی کتابت دلنواز اور نظر نواز نہیں ہوتی'' اور پھر مولانا معروفی کو اس کی تصحیح واغلاط

کے ازالہ پر متعین کیا۔

مولانا معروفی موصوف نے موضوعات کے اعتبار سے اس کی بڑی جامع اور تفصیلی فہرست مرتب کر کے کتاب کے ساتھ ملحق کی اور پھر پوری کتاب کا اشاریہ (انڈکس) بھی تیار کیا جو بڑی محنت کا کام تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فہرست سازی اور اشاریہ کے اس عمل سے کتاب کی افادیت اور نافعیت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔

مولانا معروفی نے کتاب پر نظر ثانی کے وقت جن گیارہ امور کا لحاظ رکھا ہے ان کی تفصیلات ان ہی کے قلم سے ''حرفے چند از خادم کتاب'' کے عنوان سے شروع کتاب میں موجود ہیں۔

۲۳/ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ / ۷/فروری ۲۰۰۲ء جمعرات میں مولانا اپنے اس تحقیقی کام سے فارغ ہوئے۔

۲- جمعیۃ علماء ہند کی جانب سے اس کے مرحوم صدر حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی پر ایک عظیم الشان سیمینار دہلی میں منعقد ہوا، مولانا مرحوم کی جانب سے اس میں ایک مقالہ ''حضرت مولانا سید اسعد مدنی میرے والد کی نظر میں'' کے عنوان سے مولانا محمد طلحہ موصوف کی جانب سے پڑھا گیا اور یہ مولانا عبداللہ معروفی کے قلم سے ترتیب دیا ہوا تھا۔

۳- حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ناقدین و معاندین کی جانب سے جب فضائل اعمال کو نشانہ بنایا گیا تب مولانا طلحہ موصوف نے مولانا معروفی کو حکم دیا کہ وہ فضائل اعمال کے اہمیت قدر و قیمت اور قوت تاثیر کی واقفیت پر ایک جامع مضمون مرتب کریں۔

چنانچہ یہ مضمون خط کی شکل میں مرتب ہو کر مولانا محمد طلحہ مرحوم کے دستخطوں

کے ساتھ ملک و بیرون ملک کے عمائدین تبلیغ کو بھیجا گیا۔

☆☆☆☆☆

مولانا مسعود عزیزی ندوی سے بھی مولانا مرحوم نے جو کتابیں مرتب کرائیں ان کی تفصیل یہ ہے:

۱- ''حیات یحییٰ'' یہ مولانا مرحوم کے جد بزرگوار کے حالات پر مشتمل کتاب ہے، جس کو مولانا ندوی نے محرم ۱۴۱۸ھ/مئی ۱۹۹۷ء میں شروع کر کے ایک سال کے عرصہ میں مکمل کیا، اور پھر بعد میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا شاہ محمد ابرارالحق ہردوئی، حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی اور مولانا محمد طلحہ کی تقدیمات اور تأثرات کے بعد ستمبر ۱۹۹۸ء/ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ میں یہ ''سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی'' کے نام سے کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے شائع ہوئی، پاکستان میں بھی اس کا ایک خوبصورت ایڈیشن اردو میں اور بنگلہ دیش سے بنگلہ زبان میں شائع ہوا۔

۲- اسی طرح اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی سوانح بھی متعدد بار کے تقاضوں اور اصرار کے بعد مولانا مرحوم نے مولانا ندوی سے مرتب کرائی، اور جو ''تذکرہ شاہ عبدالرحیم رائے پوری'' کے نام سے متعدد بار خانقاہ رحیمی رائے پور سے شائع ہو چکی ہے۔

ان کے علاوہ مولانا کا معمول یہ بھی تھا کہ مختلف ناشران کتب سے کتابوں کا معاملہ اور بھاؤ وتاو کرتے رہتے تھے، اور کبھی قیمتاً نقد ادا کر کے کبھی بطور قرض خرید کر اور کبھی اپنی مطبوعات کے تبادلہ میں دوسروں کی کتابیں لے کر باذوق اصحاب کو مطالعہ کے لیے دیتے رہتے تھے۔

ان سب کے علاوہ اہم بات یہ بھی ہے کہ مولانا موصوف نے اپنے جد مرحوم

کے نام پر قائم شدہ کتب خانہ یحیوی کو قائم ودائم رکھنے میں زندگی بھر نہ صرف بھرپور جدو جہد فرمائی بلکہ اس کے لیے ایک سے زیادہ مرتبہ بڑی مقدار میں مالی نقصانات بھی برداشت کئے۔ آپ وقفہ وقفہ سے حضرتؒ کی چھوٹی بڑی قدیم و جدید تالیفات و تصنیفات کو بڑے اہتمام سے شائع کراتے رہتے تھے۔

ان تمام خدمات کے علاوہ مولانا کی ایک اہم خدمت فضائل اعمال کے حوالہ سے یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے بھرپور اثر ورسوخ کو استعمال کر کے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ودیگر علمائے ندوہ کے ذریعہ فضائل اعمال میں شامل متعدد کتب فضائل کے عربی میں ترجمے کرا کر ان کی نشر واشاعت اور تقسیم وتشہیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اسی طرح دعوت وتبلیغ کے عظیم کام کو اپنے مقاصد اور اپنے اکابر کے خطوط پر قائم وباقی رکھنے کے لیے انہوں نے متعدد کتابیں شائع کیں اور کرائیں۔ جن میں ایک ''ماہنامہ الفرقان'' لکھنؤ کا حصرت جی مولانا محمد یوسف نمبر بھی ہے۔ اور دوسری کتاب ملفوظات مولانا محمد یوسف ہے ان دونوں کتابوں کو بھی آپ نے بڑی تعداد میں لکھنؤ سے منگوا کر اپنے خصوصی اصحاب اور تبلیغی احباب کو ہدیہ کے طور پر مرحمت فرمائیں، اس کے لیے آپ نے بہت اہتمام سے کپڑے کی ایک تھیلی بھی تیار کرائی جس کا نام تبلیغی تھیلی مشہور ہوا، اور اس میں اس نوع کی متعدد کتابوں کے سیٹ تیار کرا کر رکھوائے تھے۔

- ملکی وغیر ملکی اسفار
- اسفار حج
- ایک دردمندانہ مکتوب

بنام مولانا محمد طلحہ مرحوم

- اسفار پاکستان

ملکی وغیر ملکی اسفار

اپنے والد ماجد حضرت شیخ مہاجر مدنیؒ کے مزاج وطبیعت کے خلاف مولانا محمد طلحہ بڑے کثیرالاسفار تھے، حضرت شیخ کے یہاں تو دیوبند اور دہلی کا سفر بھی بڑی اہمیت رکھتا تھا اور اس کی فکر کی وجہ سے دوران سفر کبھی کبھی بخار بھی ہو جایا کرتا تھا لیکن مولانا محمد طلحہ اس معاملے مین وسیع الاقدام تھے، اندرونِ ملک بھی خوب سفر کرتے اور بیرون ملک بھی، اور اس مسئلہ میں ان کی صحت اور طبیعت ان کا خوب ساتھ دیا کرتی تھی۔

حضرت شیخ کے ہندوستان میں قیام تک تو مولانا طلحہ موصوف کے اسفار شروع نہیں ہوئے تھے، اور اگر کہیں کا سفر ہوتا تو حضرت شیخ کی اجازت سے بہت مختصر وقت کے لیے ہوا کرتا تھا، لیکن ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں جب حضرتؒ کے حرمین شریفین کے اسفار شروع ہو گئے تو موصوف کے سفروں میں بہت تیزی اور وسعت آتی چلی گئی۔

راقم سطور محمد شاہد زیادہ تر ان اسفار میں ان کا رفیق وشریک رہتا تھا، اور ترتیب یہ ہوتی تھی کہ تقریر و بیان میرے ذمہ اور جلسہ کے اختتام کی دعا ان کے ذمہ ہوا کرتی تھی، اس لیے کہ تقریر ان کو نہیں آتی تھی اور دعا مجھ سے نہیں ہوتی تھی، رفتہ رفتہ جب ہمارے اسفار میں وسعت ہوتی چلی گئی تو حضرت شیخ کو اس پر تنبیہ اور نکیر فرمانا پڑی، چنانچہ مدینہ منورہ سے کم وبیش ہر مکتوب گرامی میں ہمارے اسفار پر کوئی جملہ یا کوئی فقرہ ضرور لکھا ہوا آتا تھا، اور خلاصہ ساری تنبیہات کا یہ ہوتا تھا کہ ابھی تم دونوں کے اسفار کا زمانہ نہیں آیا ابھی تو اپنے آپ میں کوئی صلاحیت اور کوئی استعداد پیدا کرو پھر جتنے چاہے سفر کرتے رہنا۔ مثلاً ایک مکتوب میں راقم سطور کو تحریر فرمایا کہ:

''میرا جی تو تمہارے اور طلحہ کے متعلق یہ چاہتا ہے کہ کسی ضروری اجتماع کے علاوہ متفرق اجتماعات میں شرکت نہ کیا کریں جہاں تک ہو سکے ترقی اور علمی بڑھاؤ کی فکر میں رہو کہ یہ ہی زمانہ تمہارے کام کا ہے''۔

اسی طرح ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''تم اور طلحہ آج کل بہت ہی اسفار پر اُتر رہے ہو اور ڈاکہ زنی کی خبریں خوب پہنچ رہی ہیں، مجھے تو بڑا فکر رہتا ہے، اور تم اور طلحہ خاص طور سے لا پرواہ ہو، ایک دعا لکھواتا ہوں سفر میں بہت اہتمام سے تم دونوں بھی اور دوسرے اعزہ واحباب کو بھی بتا دینا کہ کثرت سے خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے رہا کریں:

اَللّٰھُمَ احرُسنی بعینک اللتی لاتنام و اکنفنی برکنک الذی لایُرام فاغفرلی بقدرتک التی علی فلا اھلک وانت رجائی.

دعا تو بہت اچھی ہے اور بہت لمبی بھی۔ مگر سفر کے لیے اتنی ہی کافی ہے''۔

اسی طرح ایک تیسرے مکتوب کی سطور یہ ہیں:

عزیزم مولوی شاہد سلمہ　　　　بعد سلام مسنون!

تمہارے خط کا سب سے زیادہ انتظار رہتا ہے مگر تمہیں مولوی طلحہ کے اتباع میں اسفار سے فرصت نہیں ہے۔

امید ہے کہ بھوپال سے واپسی ہوگئی ہوگی، معلوم نہیں آپ کا بنگلہ دیش کا سفر ہوا یا نہیں''۔

حضرت کے اس نوع کے ارشادات پر ہمارے اسفار میں ایک حد تک کمی آ گئی

تھی یہاں تک کہ حضرتؒ کا وصال ہو گیا، اور پھر تو ملکی اور غیر ملکی اسفار کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

جب تک آپ کی صحت نے ساتھ دیا اور قوت میں ضعف واضمحلال پیدا نہیں ہوا، اس وقت تک آپ نے بے تکان سفر کیے، لمبے لمبے سفر بسا اوقات ہفتہ عشرہ تک جا کر پورے ہوتے تھے، ابتداء میں عامۃً آپ بیان اور تقریر کے عادی نہیں تھے، اختتام جلسہ پر صرف دعا پر اکتفا کرتے تھے، لیکن وہ بھی اتنی طویل ہوتی کہ ایک اچھی خاصی تقریر کے قائم مقام بن جاتی، لیکن پھر آہستہ آہستہ آپ نے وعظ وتقریر کا میدان سنبھالا اور اچھے خاصے داعی اور مقرر بن گئے، اور پھر کم وبیش ہر جلسہ میں جوش و خروش کے ساتھ بیان کرتے تھے، تاہم آخر تک اپنے بیانات کو بیانات نہ کہہ کر تواضع کے طور پر ان کو ملفوظات سے تعبیر کرتے تھے۔ اور چونکہ آپ کا ہر بیان بلا کسی رُو رعایت کے ہوتا تھا اس لیے منکرات پر شد و مد کے ساتھ نکیر فرماتے، لیکن سننے والا مجمع ان میں بڑی حلاوت اور تاثیر محسوس کرتا تھا۔

منکر پر نکیر جس میں آپ کو بڑے سے بڑے ذی وجاہت شخص کو روکنے ٹوکنے میں ذرہ برابر کوئی مرعوبیت محسوس نہیں ہوتی تھی اس کا مشاہدہ کرنے والے آج بھی ہزاروں لوگ ہیں۔

مولانا مفتی عبدالمغنی مظاہری (سبیل الفلاح حیدرآباد) لکھتے ہیں:

''میرے طالب علمی کے زمانہ میں پیر صاحب پر سکوت کا غلبہ تھا، گویا کہ آپ سکوتِ محض تھے، نہ وعظ و بیان اور نہ ہی عام گفتگو، البتہ دعا بڑے اہتمام سے فرماتے تھے مگر نسبت کی برکت یا پیر جی کی کرامت کہ وعظ و بیان اور تقریر کا سلسلہ شروع ہو گیا اور شدید علالت سے پہلے تک بھی باقی رہا آپ کا ہر وعظ و بیان تعلیم، تبلیغ، تزکیہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر،

دینی تعلیم کی اہمیت وضرورت اور ذکر کی فضیلت پر مشتمل ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ داڑھی کے عنوان پر بڑا پُر جوش اور پُر زور خطاب فرمایا، حلق لحیہ کی خوب مذمت فرمائی، بیان کے بعد مجھ سے کہنے لگے اب تو برائیوں سے روک ٹوک کرنے والا کوئی نہیں رہا، مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ مدارس والے اس لیے روک ٹوک نہیں کرتے کہ کہیں چندہ بند نہ ہو جائے، اور تبلیغ والے اس لیے نہیں کرتے کہ کہیں دعوت کے کام پر منفی اثر نہ پڑے، بس اس کام کے لیے دو ہی آدمی رہ گئے ہیں ایک تو میں ہوں اور دوسرے مولانا ابرار الحق صاحبؒ ہردوئی والے ہیں، باقی اور لوگ روک ٹوک کرنے سے گھبراتے ہیں''۔

چند اہم ملکی اسفار

یہاں موقع اور مضمون کی مناسبت سے مولانا مرحوم کے چند اہم اندرونِ ملک ہونے والے اسفار کا تذکرہ کیا جاتا ہے یقیناً مولانا کے اسفار عددی اعتبار سے اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا صحیح شمار اور تفصیلات کسی کے علم میں بھی نہیں تاہم بطور نمونہ چند اسفار کی تفصیلات پیش ہیں۔

﴿۱﴾ مولانا طلحہ مرحوم نے اپنی حیات میں میوات کے متعدد اسفار کئے ہیں، ان میں کبھی ان کی معیت حضرت شیخ کے ساتھ ہوئی، کبھی تن تنہا اور کبھی حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کے ساتھ ہوئی۔

یہاں جس سفر کی تفصیلات پیش کی جارہی ہیں وہ ۶/جنوری ۱۹۷۶ء/ ۵/محرم ۱۳۹۶ھ منگل کی ہے، موصوف جناب منشی بشیر احمد، مولانا محمد کاندھلوی، جناب حافظ عبدالعزیز دہلوی، مولانا احترام الحسن کاندھلوی اور جناب بابو ایاز صاحب کے ساتھ میوات کے لیے روانہ ہوئے۔

حافظ عبدالعزیز صاحب کی جیپ (کار) میں نظام الدین دہلی سے روانہ ہوکر ساڑھے گیارہ بجے تاوڑ مقام پہنچے، یہاں مولوی ظہور الدین مرحوم کے فرزند کے یہاں تھوڑی دیر قیام اور ناشتہ کے بعد دوسرے مقام بوراکا کے لیے روانہ ہوئے، یہاں رات میں دعوتی اور اصلاحی اجتماع بھی پہلے سے متعین تھا، بعد ظہر مولانا محمد کاندھلوی کی تقریر اور پھر مسجد میں تعلیم کے بعد کھانا کھایا گیا، نماز مغرب کی امامت مولانا طلحہ صاحب نے کی اور اول وقت عشاء کی نماز ادا کرکے اجتماع شروع ہوا، مولانا احترام الحسن اور مولانا محمد کی تقاریر کے بعد تشکیل ہوئی، جس میں بڑی تعداد میں لوگوں نے نام لکھوائے۔

اگلے دن ۷؍جنوری بدھ میں بعد نماز فجر منشی بشیر احمد صاحب کا بیان ہوکر باہر کی جماعتوں کی ترتیب قائم ہوئی، اور پھر مولانا محمد صاحب کا اختتامی بیان ہوکر مولانا محمد طلحہ صاحب کی دعا پر اجتماع ختم ہوا، جماعت میں نکلنے والوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو نفر تھی۔

بورا کا سے روانہ ہوکر مشہور و معروف مدرسہ معین الاسلام نوح پہنچے، یہ مدرسہ تبلیغ کا سب سے پہلا مرکز اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا قائم کردہ ہے، جناب حافظ صدیق نوحی کے گھر کھانا کھا کر مختلف مقامات مثلاً اروی، اومری، رٹھیٹھ وغیرہ میں تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر تشکیل اور دعا کرتے ہوئے ۸؍جنوری جمعرات بارہ بجے شاہ چوکھا پہنچے یہ گاؤں ایک پر فضاء پہاڑی پر واقع ہے، اور یہاں شاہ چوکھا کے نام سے ایک بزرگ کا مزار بھی ہے اور جن کا اصل نام سید اکبر علی شاہ ہے، اور یہ بزرگ حضرت شاہ نظام الدین ناگوری کے خلیفہ ہیں، ان کی اس طویل و وسیع درگاہ میں ایک عربی مدرسہ بھی قائم ہے، جو حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کی زیر سرپرستی ہے، اس قافلہ نے یہاں نماز ظہر ادا کی اور کھانا کھا کر تھوڑی دیر قیلولہ کے بعد شام کو لوہینگاہ پہنچے، مغرب سے پہلے عربوں کی ایک جماعت بھی یہاں پہنچ گئی، جو اس علاقے میں پہلے سے کام کر رہی تھی بعد مغرب ایک عرب کے بیان سے اجتماع شروع ہوکر تشکیل وغیرہ ہوئی۔

اگلے دن صبح ۹؍جنوری جمعہ میں مولانا طلحہ صاحب کی دعا پر اجتماع ختم ہوکر تقریباً ایک سو تیس آدمی جماعت میں نکلے۔

لوہینگا سے واپس ہوکر یہ قافلہ دوبارہ نوح پہنچا اور مولانا محمد طلحہ کی معیت میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے خلیفہ مولانا نیاز محمد سے ملاقات کے لیے ان کے قائم کردہ مدرسہ قاسم العلوم گئے، مولانا بڑی محبت و شفقت سے پیش آئے اور اپنی تالیف ''عمدۃ اللبیب شرح شیم الحبیب'' ان حضرات کی خدمت میں پیش کی، نماز جمعہ مدرسہ معین الاسلام کی جدید مسجد میں پڑھی، جو ابھی زیر تعمیر تھی، بعد ازاں کھانے سے فراغ پر نظام الدین دہلی

کے لیے روانہ ہوئے۔

دہلی میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ حضرت مولانا احمد سعید کے مزارات پر فاتحہ پڑھتے ہوئے مدرسہ حسین بخش آمد ہوئی کہ یہاں پر تبلیغی اجتماع ہورہا تھا، اختتام اجتماع کی دعا مولانا محمد طلحہ صاحب کی ہوکر مولانا عبیداللہ بلیاوی کی معیت میں مرکز نظام الدین پہنچ کر بعافیت یہ سفر پورا ہوا۔ ایک دن نظام الدین قیام کے بعد میرٹھ میں ہونے والے اجتماع میں شرکت کرتے ہوئے ۱۲/جنوری پیر میں سہارنپور پہنچ گئے۔[۱]

﴿۲﴾ اوائل محرم ۱۳۹۸ھ/ دسمبر ۱۹۷۷ء میں مولانا محمد طلحہ مرحوم اور راقم سطور محمد شاہد کا ایک طویل سفر الٰہ آباد، غازی پور، بنارس، بلیا، اعظم گڈھ اور گورکھپور کا حضرت مولانا عبیداللہ بلیاوی کی سرپرستی میں ہوا۔

مولانا بلیاوی مرحوم کا ایک مکتوب مولانا طلحہ اور راقم کے نام وصول ہوا تھا کہ تم دونوں کا ایک سفر ہم نے طے کیا ہے، اگر یہ ہوجائے تو بہتر رہے گا، نیز انہوں نے مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مرحوم کو بھی مطلع کیا کہ اگر شاہد کا یہ سفر ہوجائے اور سہولت سے اس کو چھٹی مل جائے تو یہ سفر مدرسہ کے حق میں بھی مفید رہے گا۔ چنانچہ اراکین تحتانی شوریٰ نے اس سفر کو منظوری دے دی، اور پھر ہم دونوں (احقر و مولانا محمد طلحہ) ۱۱/محرم/۲۲/دسمبر میں ٹرین سے روانہ ہوکر میرٹھ پہنچے یہاں حضرت شیخ کے متوسلین میں ننھے خان کے مکان پر قیام اور طعام ہوا، اسی موقع پر صدر جمہوریہ ہند کے طبیب خاص پدم شری حکیم سیف الدین اور ان کے فرزند ڈاکٹر معراج الدین سے ملاقات کے بعد ہم لوگ دہلی اور وہاں سے اسی شب میں آٹھ بجے بذریعہ ٹرین الٰہ آباد کے لیے روانہ ہوئے۔

مرکز نظام الدین دہلی سے ایک بڑی جماعت مولانا احمد لاٹ، جناب قاری ظہیر احمد وغیرہ ہمارے شریک سفر ہوگئے تھے، نماز فجر کانپور اسٹیشن پر ادا کی، بھائی جمیل کانپوری کی جانب سے چائے ناشتہ کی دعوت تھی، جو اسٹیشن پر ہی آ گیا تھا۔

---

[۱] ماخود سفرنامہ بقلم مولانا احترام الحسن کاندھلوی مرحوم۔

ساڑھے دس بجے الٰہ آباد پہنچے، حمیدیہ کالج میں اجتماع تھا، وہاں پہنچ کر مشورہ ہوا اور پورے تین دن کی ترتیب قائم ہوئی، مشورہ میں بعد عصر بندہ کا فضائل ذکر پر بیان طے ہوا۔ اجتماع میں تینوں دن مولانا عبید اللہ بلیاوی، مولانا احمد لاٹ نیز خواص میں بھائی خالد صاحب علی گڈھی کے بیانات ہوئے۔

اس سہ روزہ اجتماع میں مراکش، ملیشیا، انڈونیشیا، مالی، نائیجیریا، سنغال، اردن، لبنان، سعودی عرب، یمن، افغانستان کے افراد شامل تھے، بائیس جماعتیں اللہ کے راستہ میں نکلیں جو تین سو پچھتر (۳۷۵) افراد پر مشتمل تھیں۔

اسی موقع پر حضرت مولانا شاہ وصی اللہ رحمہ اللہ کی خانقاہ میں جانا ہوا اور حضرت قاری مبین صاحب اور خاندان کے دیگر حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں۔

☆ ۱۴؍محرم/ ۲۶؍دسمبر پیر کے دن صبح کا وقت الٰہ آباد گھومنے پھرنے کے لیے فارغ رکھا گیا تھا، چنانچہ بعد نماز فجر موٹر سائیکلوں پر روانہ ہوکر اکبر بادشاہ کا قلعہ، خسرو باغ، گنگا جمنا کا سنگم، الٰہ آباد ہائی کورٹ وغیرہ دیکھا گیا۔

جناب غلام رافع خاں شروانی علی گڈھ اور جناب ابراہیم منیار، سورت اس گھومنے پھرنے اور سیر وتفریح میں ہمارے ساتھ تھے، اسی دن ایک بجے اجتماع ختم ہوا، جس کی دعا مولانا عبید اللہ صاحب مرحوم نے کی۔ مشورہ میں جماعتوں سے مصافحہ مولانا طلحہ صاحب اور راقم سطور کا طے تھا، اس لیے اس پر عمل کیا گیا۔

یہاں سے فراغ پر مختلف کاروں کے ذریعہ جُھگنی روانہ ہوئے یہاں بھی اجتماع پہلے سے طے تھا بعد مغرب مولانا احمد لاٹ کا بیان ہورہا تھا کہ شدید ہواؤں کے ساتھ ایک دم تیز بارش شروع ہوئی، مجبوراً شرکاء اجتماع کو مختلف مساجد اور مکانات میں بھیجا گیا، اگلے روز منگل میں بعد نماز فجر علی الترتیب محمد شاہد اور جناب قاری رشید خورجوی کے بیان ہوئے علماء کا بڑا طبقہ شریک اجتماع تھا، اس میں مولانا بلیاوی کا بیان ہوا، اور اسی موقع پر حضرت مولانا صدیق احمد ہتھورا باندہ بھی تشریف لے آئے، ملاقات پر حضرت مولانا نے احقر کو اپنی متعدد تصانیف

ہدیہ کیں۔اس اجتماع کی اختتامی دعا بھی مولانا محمد طلحہ صاحب نے کرائی۔

یہاں سے فراغ پر جناب حاجی قمرالدین صاحب کی کار سے مئو کے لیے روانگی ہوئی،مغرب کے قریب ندوہ لکھنؤ پہنچے،اور حضرت مولانا علی میاں سے ملاقات کے بعد ان کے ساتھ چائے پی گئی بعد عشاء ''مدحِ صحابہ'' کے عنوان سے لکھنؤ میں ہونے والے جلسہ میں حضرت مولانا علی میاں کی تقریر میں شرکت کی گئی۔

اگلے روز بدھ کی صبح حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کے مکان پر ملاقات کے لیے حاضری ہوئی، وہیں چائے ناشتہ ہوا، اور پھر یہاں سے بذریعہ ٹرین بنارس کے لیے روانہ ہوئے، جناب الحاج رحمت اللہ صاحب کے مکان پر قیام ہوا۔ یہاں کے تمام بڑے مدارس جامعہ اسلامیہ بنارس، مطلع العلوم بنارس، جامعہ سلفیہ بنارس، چشمۂ رحمت بنارس وغیرہ میں بھی جانا ہوا، ان تمام مقامات پر مولانا محمد طلحہ کی دعائیں ہوئیں۔

☆ جمعہ ۱۸رمحرم میں مولانا بلیاوی مرحوم کے قریبی اعزہ کے یہاں چائے ناشتہ کر کے یوسف پور، محمد پور کے لیے روانہ ہوئے، یہ غازی پور سے ۱۳/۱۴ میل فاصلہ پر ہے، یہاں ڈاکٹر انصاری مرحوم کے مکان پر ہمارا قیام طے تھا، معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام مولانا مدنی اور ان سے پہلے حضرت سید احمد شہید رائے بریلی کا بھی یہاں قیام رہا ہے، چنانچہ دونوں حضرات کی نشست گاہیں اب تک محفوظ ہیں۔

ایک یوم یہاں قیام کے بعد اگلے دن شنبہ کی صبح میں یوسف پور سے روانہ ہوکر سکندر پور پہنچے، یہاں ہماری گاڑی کو سخت حادثہ پیش آیا، مگر اللہ نے سب کی حفاظت فرمائی اور جانیں سلامت رہیں۔ سکندر پور اہل بدعت کا گڑھ ہے، جماعتوں کو ٹھہرنے نہیں دیتے، لیکن یہاں بھی الحمدللہ مختلف حضرات کے بیانات ہوئے، مستورات کا بھی ایک اجتماع ہوا اور مولانا طلحہ صاحب نے عمومی مجمع میں بیعت کی۔

☆ ۲۰رمحرم/ یکم جنوری اتوار کی صبح شیخ پورہ پہنچے یہاں مشہور ومعروف بزرگ

حضرت مخدوم رکن عالم کے مزار پر اور وہاں سے ابوالمظفر حسن بادشاہ کے مزار پر پہنچے دونوں جگہ فاتحہ پڑھ کر ایصال ثواب کیا گیا، یہاں ایک روزہ قیام کے بعد مئو کے لیے روانگی ہوئی، جہاں مختلف نظام الاوقات مدارس اور جماعت کی لائن سے بنے ہوئے تھے، چنانچہ خوش اسلوبی کے ساتھ سب سے فراغت حاصل کی گئی۔ یہاں کی جامع مسجد میں بندہ کا بیان طے کیا گیا تھا، چنانچہ مشورہ کے مطابق اس کو کیا گیا، یہ جامع مسجد بڑی خوبصورت پرشکوہ اور زمانۂ قدیم کے نوادرات میں شامل ہے۔ چنانچہ چاروں طرف آیات قرآنیہ بہت خوبصورت انداز میں لکھی ہوئی ہیں، مولانا طلحہ صاحب کے مشورہ پر طے ہوا کہ سرائے میر اور شاہ گنج بھی جانا چاہئے، چنانچہ احباب نے اس کے لیے سواریوں کا نظم کیا اور ہمارا قافلہ منگل کی صبح شاہ گنج ٹھہر کر ملاقاتیں، کھانا اور آرام کے بعد سرائے میر کے لیے روانہ ہوگیا۔ اذان مغرب پر بیت العلوم پہنچے، بعد عشاء ایک اجتماع بھی ہوا، جس میں مختلف بیانات کے بعد مولانا محمد طلحہ صاحب نے اختتامی دعا کرائی۔

اگلے دن یعنی بدھ کی صبح میں بیت العلوم کی مسجد میں طلبہ میں راقم سطور محمد شاہد کا بیان ہوا، اور پھر چائے ناشتہ سے فارغ ہوکر مدرسہ کا تفصیلی طور پر معائنہ کیا گیا۔ سرائے میر سے بذریعہ بس اعظم گڈھ پہنچے اور چند گھنٹے یہاں گذار کر گورکھپور کے لیے روانہ ہوگئے۔ چونکہ ایک یوم قبل مولانا بلیاوی گورکھپور تشریف لے آئے تھے، اس لیے یہاں سارے انتظامات مکمل تھے، سیدھے قیام گاہ یعنی مولانا کے مکان پر پہنچے کھانا کھا کر آرام کیا گیا، اور یہاں کے اجتماعی اعمال میں شرکت کی گئی، مولانا محمد طلحہ صاحب نے بہت سے احباب کو بیعت بھی کیا، بعدازاں ۸؍جنوری سے بارہ ۱۲؍جنوری تک بستی، بہرائچ، بارہ بنکی، ردولی شریف، لکھنؤ، کانپور میں اجتماعات اور ملاقاتیں وغیرہ کرتے ہوئے ۱۳؍جنوری/۳؍صفر کی صبح میں بعافیت ہمارا یہ سفر دہلی پہنچ کر ختم ہوا۔

حضرت شیخ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن حرمین شریفین کے

طویل سفر پر تھے۔

﴿۳﴾ ۱۰؍رجب ۱۴۰۵ھ/ ۲؍اپریل ۱۹۸۵ء میں حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری کی خصوصی دعوت پر مولانا محمد طلحہ مع راقم سطور جونپور کے لیے روانہ ہوکر اگلے دن صبح لکھنؤ پہنچے، متعدد احباب اسٹیشن آئے ہوئے تھے، بذریعہ کار دارالعلوم ندوۃ العلماء گئے، چند گھنٹے وہاں قیام کے بعد پنجاب میل سے جونپور کے لیے روانہ ہوکر بعد مغرب حضرت مولانا مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ ریاض العلوم میں پہنچنا ہوا۔

۴؍اپریل جمعرات کی صبح بعد فجر بندہ کا مسجد ریاض العلوم میں بیان ہوا، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے بخاری شریف ختم کرائی، دیگر علماء کی تقاریر کے بعد مولانا محمد طلحہ کی دعا پر جلسہ ختم ہوا، بعد ظہر ہم لوگ بذریعہ کار سرائے میر آ گئے، شب وہاں گذار کر جمعہ کی صبح میں بنارس پہنچے، مدن پورہ کی بڑی مسجد میں نماز جمعہ ادا کیا نماز سے قبل بندہ کا بیان ہوا، نماز عصر جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب میں پڑھ کر مولانا یامین صاحب کے مکان مدنی منزل گئے، بعد عشاء بندہ کا بیان طے کیا گیا، مجمع کافی تھا، تشکیل بھی ہوئی۔

شنبہ کے دن لکھنؤ میل سے روانہ ہوکر عشاء کے قریب لکھنؤ پہنچے، مولانا ہارون اندوری کے یہاں کھانا کھا کر مہمان خانہ میں آرام کیا اور پھر اتوار ۷؍اپریل کی شب میں پنجاب میل سے چل کر اگلے دن صبح ۹ بجے دلی پہنچے۔

مولانا محمد طلحہ صاحب دہلی ٹھہر گئے، اور بندہ تین بجے شام بس سے روانہ ہوکر بوقت عشاء بخیر وعافیت سہارنپور پہنچ گیا۔

﴿۴﴾ ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ/ ۲۵ر فروری ۱۹۸۳ء میں آپ کا ایک اہم سفر سرہند شریف کا ہوا، روزنامچہ محمد شاہد میں اُس کا اندراج اس طرح ہے:

''آج یوم جمعہ بعد نماز عصر مولانا مفتی محمود حسن، بھائی طلحہ، مولانا عبدالحفیظ، مولانا ابراہیم افریقی (خادم حضرت مفتی صاحب)، محمد شاہد، عمار، راشد، انعام پانڈولی بذریعہ گاڑی کاندھلہ روانہ ہوئے۔

کاندھلہ سے ۶/۵ رمیل پہلے گاڑی میں پنچر ہوا، دوسرا پہیہ نہ ہونے کی وجہ سے ہم لوگ ٹریکٹر سے کاندھلہ پہنچے، تقریباً دو گھنٹے اس میں ضائع ہوئے، شب میں دس بجے ماموں افتخار صاحب کے یہاں پہنچ کر کھانا کھایا اور شنبہ کی صبح کو دس بجے سرہند شریف روانہ ہوئے، اور کیرانہ ٹھہرتے ہوئے نماز ظہر پانی پت میں ادا کی، وہاں سے کرنال وغیرہ ہوتے ہوئے بعد مغرب سرہند شریف پہنچے، بعد عشاء تھوڑی دیر کے لیے حضرت کے مزار پر حاضری دی، پھر کھانا کھا کر آرام کیا۔

اگلے دن ۱۲ر جمادی الاولیٰ میں بعد فجر دوبارہ مزار پر جا کر فاتحہ پڑھ کر ماموں افتخار صاحب کی سرپرستی میں خانقاہ شریف کے دیگر مزارات صاحبزادگان، نواسوں اور مخصوص خلفاء کے مقابر پر حاضر ہوئے۔

ایک بجے وہاں سے روانہ ہو کر براس پہنچے یہاں ایک گھنٹہ ٹھہر کر رفقاء نے ذکر جہری کیا، اس کے قریب والی مسجد میں ہم چند احباب گئے جو بند تھی۔ وہاں سے انبالہ آئے، یہاں سے مولانا عبدالحفیظ صاحب امرتسر جانے کے لیے ہم سے جدا ہوئے۔

بعد ازاں کاندھلہ کے احباب کاندھلہ کے لیے اور سہارنپور کے احباب حضرت مفتی صاحب کی معیت میں سہارنپور کے لیے روانہ ہوئے''

چند اہم غیر ملکی اسفار

آپ کے حج وعمرات نیز پاکستان، بنگلہ دیش، انگلینڈ، افریقہ، زامبیا، امریکہ، کناڈا وغیرہ کے اسفار کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔

ان تمام تفصیلات سے آپ کے اسفار کی نافعیت اور ہمہ گیریت کا بخوبی اندازہ ہوگا۔

سفر حج ۱۳۷۴ھ:

۱۴ر شوال ۱۳۷۴ھ/ ۶ر جون ۱۹۵۵ء میں جب کہ آپ اپنی عمر کے چودھویں سال میں تھے، والدہ محترمہ اور خاندان کی دیگر مستورات کے ساتھ پہلی مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے اس وسیع قافلہ حج کے امیر حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن تھے اور قافلہ کے افراد کی کل تعداد ۳۳ تھی۔ جن میں گیارہ مرد، گیارہ عورتیں اور گیارہ ہی بچے تھے۔

یہ پورا قافلہ پوری حفاظت وسلامتی کے ساتھ جب اپنا سفر پورا کر کے سہارنپور پہنچا تو اس میں ایک بچہ کا اضافہ ہو چکا تھا یعنی اب یہ گیارہ مرد اور گیارہ عورتیں اور بارہ بچے عددی اعتبار سے ہو گئے تھے۔

۲۱ر شوال کو محمدی جہاز سے روانہ ہو کر ۲۹ر شوال میں جدہ پہنچ کر مکۃ المکرّمہ حاضری ہوئی، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اور حضرت مولانا محمد یوسف جیسے اکابر کی معیت اس سفر میں ساتھ تھی۔ تمام ارکان حج بخیر وخوبی ادا ہوئے، اللہ نے حج اکبر بھی نصیب فرمایا۔

مشہور عالم دین مولانا عبداللہ معروفی (سابق استاذ تخصص حدیث مظاہر علوم) مولانا محمد طلحہ مرحوم کے حوالہ سے دورانِ سفر بحری جہاز کا ایک واقعہ اس طرح سناتے ہیں:

''۱۳۷۴ھ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی سب صاحبزادگیاں حج کو گئیں، حضرت مولانا محمد یوسف و مولانا انعام الحسن سمیت خاندان کے ۳۳ر افراد اس قافلہ میں شامل تھے، مولانا طلحہ صاحب بھی اس قافلہ میں تھے، خوش قسمتی سے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی بھی اسی بحری جہاز میں تھے جس میں یہ قافلہ جارہا تھا، ایک دن لوگوں نے حضرت مدنیؒ سے وعظ کی درخواست کی، حضرت آمادہ نہیں ہورہے تھے، قافلہ میں بعض حضرات کو یہ معلوم تھا کہ حضرت اقدس مدنی مولانا طلحہ کی بڑی قدر فرماتے ہیں، اور پیر صاحب کہتے ہیں، چنانچہ انہیں ساتھ لے جاکر ان سے ہی وعظ کہنے کی درخواست گذروائی، بس کیا تھا، حضرت نے فرمایا بھائی اب تو کہنا ہی پڑے گا، اب تو پیر صاحب نے حکم دے دیا''۔

فراغت کے بعد ۲۳ر ذی الحجہ/ ۱۳ر اگست میں آپ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے، باب السلام کے قریب کرائے پر مکان لے کر مقیم ہوئے، چالیس روزہ قیام کے بعد ۲۵ر محرم میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ اور جدہ ہوتے ہوئے ۱۷ر صفر میں بعافیت دہلی واپس ہوئے۔

اس قافلہ کے استقبال کی نیت سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ ایک دن قبل مرکز نظام الدین پہنچ گئے تھے۔

سفر حج ۱۳۹۲ھ:

حضرت شیخ کی منشا اور اجازت سے مولانا مرحوم کا یہ حج ستمبر ۱۹۷۲ء/ شعبان ۱۳۹۲ھ میں ہوا ہے، اس سفر میں مولانا محمد ہارون صاحب بھی مع اپنی اہلیہ واطفال

ساتھ تھے، مولانا ہارون موصوف کا اپنی زندگی کا یہ چھٹا اور آخری حج تھا۔

اس سفر کے رفقاء میں مولانا مظہر عالم مظاہری مظفر پوری مقیم حال کناڈا جو بعد میں حضرت شیخ کے خلیفہ اور مجاز بن کر آپ کے حکم سے کناڈا منتقل ہو کر وہاں علوم دینیہ نبویہ اور احسان وسلوک کی راہ سے خدمات انجام دے رہے ہیں، ایسے ہی جناب الحاج قاری رشید احمد خورجوی مرحوم جو دعوت وتبلیغ کے قدیم مبلغ ہونے کے باوصف مرکز نظام الدین میں مقیم تھے، شریک سفر رہے۔

۲۷ر ستمبر ۱۹۷۲ء/ ۱۷ر شعبان ۱۳۹۲ھ میں بحری جہاز سے یہ قافلہ جدہ کے لیے روانہ ہو کر ۷ر اکتوبر میں وہاں پہنچا اور اسی وقت جملہ مراحل کی تکمیل کے بعد مغرب سے پہلے پہلے مکہ مکرمہ پہنچ کر جناب الحاج بھائی سعدی صاحب کے یہاں مقیم ہوئے۔ طواف اور سعی سے فارغ ہوتے ہی حرمین شریفین میں چاند کا اعلان ہوگیا، اور آپ نے ابتدائی پندرہ روز مکہ میں قیام کی نیت کر لی، دن کا اکثر حصہ نیز افطار اور تراویح حرم مکی میں ادا کرتے۔

۱۶ر رمضان المبارک/ ۲۶ر ستمبر سہ شنبہ میں آپ مولانا عبد اللہ عباس ندوی کی گاڑی سے مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر یکم ذی الحجہ تک آپ کا مسلسل اور متواتر قیام رہا۔ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ مولانا عبد الحفیظ صاحب کی گاڑی میں آنا ہو، مولانا مکی مرحوم بڑے اہتمام واحترام سے ان دونوں حضرات کو مکہ مکرمہ پہنچا کر گئے۔

یہاں کے قیام میں بھی دونوں صاحبان کے تمام اوقات ذکر وفکر سے معمور گذرے۔ حضرت شیخ کے تمام خواص نے بڑی محبت یگانگت اور اپنائیت کا ثبوت دیتے ہوئے ہر طرح خیر خبر رکھی۔

مولانا کی شدید خواہش تھی کہ کسی طرح یہاں ایک سالہ قیام کی اجازت قانونی طور پر ہو جاتی لیکن نہیں ہو سکی۔ اس لیے بادل ناخواستہ ہندوستان کا رادہ کرتے ہوئے

مدینہ منورہ سے واپس مکہ مکرمہ پہنچے۔ اور فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد ہندوستان واپسی کے قصد سے بمبئی کے لیے روانہ ہوئے اور یہاں پہنچ کر جناب الحاج عبدالکریم ماہم والوں کے مکان پر قیام کیا اور چندروز بعد بخیر وعافیت دہلی واپس ہوئے۔

اس پورے سفر میں سہارنپور سے حضرت شیخ اور نظام الدین دہلی سے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کی جانب سے دونوں حضرات کو برابر وہاں کے قیام، معمولات کی ادائیگی اور آداب کے اہتمام کے سلسلہ میں خطوط کے ذریعہ ہدایات ملتی رہیں۔

یہاں مولانا محمد طلحہ کا ایک مکتوب بنام حضرت جی ثالث پیش کیا جاتا ہے جو انہوں نے ۲۲ر نومبر ۱۹۷۲ء میں تحریر کیا تھا:

مخدوم ومحترم جناب بھائی انعام صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک کا شکر ہے بندہ مع رفقاء بخیر وعافیت ہے جناب والا کے دو گرامی نامہ موصول ہوئے تھے جن سے بہت ہی جی خوش ہوا، جب جناب والا نے خطوط سے یاد فرمایا تو دعامیں تو انشاء اللہ خصوصی وعمومی میں ہم ہر وقت شریک رہتے ہی ہوں گے۔ سفر کی مقبولیت اور یہاں کے آداب کے ساتھ وقت گذارنے کی اور مزید قیام کی اللہ پاک توفیق نصیب فرمائے، اور عافیت وخیر کے ساتھ اس سفر کو زیادہ سے زیادہ باعث برکات فرمائے۔

ہمشیرگان، زبیر اور ہمشیرہ زبیر واہلیہ زبیر سے سلام مسنون۔

اگر والدہ محمد وہاں موجود ہوں یا عزیز رشتہ داروں میں سے کوئی اور آیا ہوا ہو تو اس سے بھی سلام مسنون!

عزیز زبیر، وسیم اور راشد کو سلام کہہ دیں، بھائی ہارون صاحب، قاری رشید، مولوی مظہر جملہ گھر والے خدمت والا میں سلام مسنون و درخواست دعا پیش کرتے ہیں، گھر والے گھر والوں سے سلام مسنون کے بعد دعا کو کہتے ہیں۔ فقط والسلام

محمد طلحہ بقلم مظہر عالم

۲۲ر نومبر ۱۹۷۲ء/ ۱۵ر شوال ۱۳۹۲ھ

اس سفر حج سے واپسی کے سات ماہ بعد مولانا محمد ہارون مرحوم نے داعی اجل کو لبیک کہہ کر مختصر سی عمر میں وفات پائی۔

ان کی علالت مرض وفات تجہیز و تکفین اور مولانا محمد طلحہ کے سفر دہلی کے تعلق سے راقم سطور کے اپنے روزنامچہ کا ایک اندراج یہ ہے:

''۱۷ر شعبان ۱۳۹۳ھ/ ۱۵ر ستمبر ۱۹۷۳ء ہفتہ کے دن بعد ظہر تین بجے بھائی ہارون صاحب کو دل کا دورہ ہوا، فوراً ہولی فیملی ہسپتال لے جایا گیا، بابو ایاز، بھائی خالد علی گڈھی ساتھ تھے۔ انجکشن، گلوکوز اور آکسیجن وغیرہ دیا گیا، ۲۸ر شعبان بدھ سے طبیعت زیادہ خراب ہوئی اور غشی طاری ہوگئی۔ ۲۹ر شعبان میں سہارنپور سے میرے والد (مولانا حکیم محمد الیاس) اور مولانا طلحہ صاحب وغیرہ دہلی گئے، ۳۰ر شعبان/ ۲۸ر ستمبر بروز جمعہ گیارہ بج کر ۳۵ منٹ پر انتقال ہوا۔ جنازہ بذریعہ ایمبولینس مرکز لایا گیا، پھاٹک کے برابر والے کمرہ میں رکھا گیا، بعد جمعہ غسل دیا گیا۔ مولانا سعید خاں، مولانا عبید اللہ، ماموں افتخار اور صوفی عثمان نے غسل دیا۔ بعد عصر ۶۴ کھمبہ میں ماموں انعام صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی، اور بوقت مغرب اپنی والدہ محترمہ کے آغوش میں سپرد خاک کیئے گئے۔

سفرعمرہ ۱۳۹۹ھ:

۲۵/محرم ۱۳۹۹ھ/ ۲۷/دسمبر ۱۹۷۸ء بروز بدھ مولانا محمد طلحہ مع والدہ محترمہ پی، آئی، اے کے جہاز سے دہلی سے کراچی جاکر وہاں دو روز قیام کے بعد ۲۹/دسمبر جمعہ کو کراچی سے جدہ گئے، اور جدہ سے سیدھے بذریعہ طیارہ مدینہ منورہ چلے گئے، اسی اثناء میں حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن مع اپنے قافلۂ دعوت وتبلیغ حرمین شریفین پہنچ گئے تھے، چنانچہ ۳/رجب ۱۳۹۹ھ/ ۳۰/مئی ۱۹۷۹ء میں مولانا طلحہ حضرت جی ثالث اور مولانا زبیر الحسن مرحوم کی معیت میں مع والدہ محترمہ جدہ سے دہلی آئے اور ۳/جون میں سہارنپور بعافیت پہنچ گئے۔

مولانا مرحوم کا یہ سفر مصنف کتاب کے اعتبار سے بھی ایک یادگار تاریخی سفر ثابت ہوا، کیونکہ اس سفر سے واپسی پر حضرتؒ نے والدہ مولانا طلحہ کے بدست اس احقر کو مظاہر علوم سے ترکِ تنخواہ کا حکم نامہ ارسال فرمایا تھا۔

سفرحج وعمرہ ۱۴۰۲ھ:

مولانا طلحہ موصوف کا یہ سفر دہلی سے حضرت شیخ کی معیت میں ہوا۔ راقم سطور کے روز نامچہ میں حضرت نظام الدین سے کراچی وہاں سے جدہ پھر ادائیگی عمرہ کی تفصیلات اس طرح درج ہیں:

> ''۱۸/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ/ ۱۵/جنوری ۱۹۸۲ء میں طے شدہ نظام کے مطابق ساڑھے تین بجے بندہ محمد شاہد، بھائی طلحہ، والدہ واہلیہ بھائی طلحہ صاحب نیز مولوی محمد جعفر سلمہ نظام الدین سے ایک کار میں مطار دہلی کے لیے روانہ ہوئے، جب کہ حضرت شیخ مدظلہ بعد مغرب روانہ ہوئے، سات بجے مطار دہلی سے جہاز نے اڑان کی، ایک گھنٹہ چالیس منٹ میں

کراچی پہنچے، یہاں اباجی مدظلہ کی علالت کی وجہ سے چھ (۶) ڈاکٹر مع آکسیجن، خون اور ایمبولینس کے موجود تھے، مگر الحمدللہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوئی، قیام بھائی یوسف رنگ والوں کے یہاں تھا، کچھ مہمان بھائی ابراہیم عبدالجبار کے یہاں ٹھہرے، بعد عصر رفقاء مطار کراچی کے لیے روانہ ہوئے، وہاں کے وقت کے مطابق جہاز آٹھ بجے تھا، ۱۶/جنوری ہفتہ میں بخیر و عافیت مطار جدہ پہنچے، بھائی سعدی اور ڈاکٹر ظفیر ہوائی جہاز پر موجود تھے، اباجی مدظلہ اور مستورات گاڑی میں بیٹھ کر سیدھے مکہ مکرمہ چلے گئے، اور ہم سب رفقاء سامان کے کسٹم وغیرہ میں لگے رہے۔

جب ہم بھائی سعدی کے یہاں آئے تو اباجی عمرہ سے فارغ ہوکر تشریف لا رہے تھے، ہم لوگوں نے بھی اسی وقت عمرہ کیا، اور صبح سات بجے عربی وقت سے جملہ امور سے فراغت پائی''۔

ہفتہ عشرہ کے بعد حضرت مولانا علی میاں اور مولانا معین اللہ ندوی ہندوستان سے مکہ مکرمہ پہنچے، اس موقعہ پر مولانا طلحہ مرحوم نے بھی مولانا علی میاں کے ساتھ عمرہ کیا۔ چونکہ حضرت المحترم سید حبیب احمد مدنی نے مدرسہ علوم شرعیہ میں ہماری مستورات کے قیام کے لیے دو کمرے متعین کردیئے تھے، اس لیے حضرت شیخ کے ارشاد پر مولانا عبدالحفیظ کی معیت میں مولانا طلحہ اور راقم سطور (محمد شاہد) ان کے مکان پر شکریہ ادا کرنے کے لیے گئے۔

سید صاحب موصوف بہت شفقت و محبت سے پیش آئے، مختلف امور پر گفتگو فرماتے رہے پھر رخصت کے وقت باہر سڑک پر کار تک تشریف لائے اور مصافحہ کرکے رخصت کیا۔

ایک دردمندانہ مکتوب بنام مولانا مرحوم:

حضرت شیخ کے آخری سفر حرمین شریفین میں مولانا محمد طلحہ موصوف سالہا سال کی تمنا اور آرزؤوں کے بعد اپنی والدہ واہلیہ محترمہ مرحومہ کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے۔ حضرت کا وصال آپ کے وہیں کے قیام میں ہوا۔

قدرت کے عجیب فیصلے ہیں کہ راقم سطور دس سال تک حضرت شیخ کی خدمت میں مدینہ منورہ رہا اور وصال کے وقت سہارنپور میں موجود تھا۔ اور مولانا طلحہ موصوف دس سال تک سہارنپور میں رہے اور وصال کے وقت مدینہ منورہ میں حضرت شیخ کے پاس موجود تھے[۱]

---

[۱] اس آخری سفر میں وصال شیخ کے موقعہ پر راقم سطور (محمد شاہد) کے مدینہ منورہ میں موجود نہ ہونے کی وجہ یہ بنی کہ حضرتؒ نے وفات سے دو سال قبل اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی کے فتاویٰ بڑے ذوق وشوق اور طبعی تقاضوں کے ساتھ عزیز محترم مولانا محمد خالد سلمہ کے ذریعہ مرتب کرا کر یہ حکم فرمایا کہ اس کتاب پر بس تین اشخاص حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی اور محمد شاہد اپنی اپنی تقدیمات لکھیں گے، اول الذکر دونوں حضرات نے تو فوری طور پر تعمیل حکم کردی لیکن یہ راقم حضرت شیخ کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کی وجہ سے تعمیل حکم نہیں کرسکا تھا، اسی اثناء میں مولانا خالد موصوف کا مکتوب حضرت شیخ کے نام مدینہ پاک پہنچا کہ شاہد کی اب تک تقدیم موصول نہ ہونے کی وجہ سے کتاب کی اشاعت میں تاخیر ہورہی ہے۔ اس پر حضرتؒ نے مجھے فوراً مولانا عبدالحفیظ مکی کے ذریعہ تمام انتظامات سفر کے بعد سہارنپور یہ حکم فرما کر بھیج دیا کہ فوراً جاؤ اور کتاب پر مقدمہ لکھو۔

یہ احقر بڑی کشمکش، ذہنی خلش والجھن اور حضرتؒ کی حیات سے متعلق امید اور خوف کے درمیان مدینہ منورہ سے روانہ ہوگیا، اور یہاں پہنچ کر ۱۱/جمادی الاولی سے ۲۷/جمادی الاولی تک بارہ دن میں بہت تیزی کے ساتھ اپنی تقدیم مرتب کرکے حضرت شیخ کو مدینہ منورہ بذریعہ ڈاک بھیج دی، الحمدللہ کہ وہ حضرت کے مطالعہ سے گذری اور پھر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے جوابی خط میں تحریر فرمایا کہ:

''تم مجھے یاد آرہے ہو، جلدی سے آجاؤ''۔

لیکن تقدیری بات کہ جوابی مکتوب مجھے حضرتؒ کی وفات کے دو روز بعد ملا، اور یہ احقر ۷/شعبان =

اسی طرح حضرت مولانا قاضی عبدالقادر (جھاوریاں پاکستان) اور مولانا ملک عبدالحفیظ مکی اس پورے عرصہ میں خدمت شیخ میں حاضر رہے لیکن وصال کے وقت اول الذکر یہ سلسلہ دعوت وتبلیغ یورپ کے دورہ پر تھے اور موخر الذکر اپنے والد مرحوم کے علاج کے لیے مدراس (جنوبی ہند) تشریف لائے ہوئے تھے۔

یکم شعبان ۱۴۰۲ھ/ ۲۵/مئی ۱۹۸۲ء میں حضرتؒ کے وصال کے بعد مولانا طلحہ موصوف نے مدینہ منورہ میں طویل قیام کی نیت کر لی تھی، اقامہ ان کے پاس پہلے سے ہی موجود تھا مسلسل سات ماہ وہاں ان کے قیام کو گزر گئے تھے، اور وہ واپسی کا نام نہیں لے رہے تھے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے راقم سطور (محمد شاہد) نے ۲/ربیع الاول ۱۴۰۳ھ/ ۱۹/دسمبر ۱۹۸۲ء میں ذیل کا ایک محبانہ بلکہ دردمندانہ خط ان کے نام مدینہ منورہ بھیجا، جس میں خانقاہ خلیلیہ، جامعہ مظاہر علوم کے تقاضوں اور دیگر بہت سے دینی امور کی ضرورتوں کے پیش نظر آپ کو سہارنپور آنے پر متوجہ کیا۔ الحمدللہ! اس خط کا خاطر خواہ اثر ہوا۔

جو خط ان کو مدینہ منورہ لکھا گیا تھا اس کی نقل اور مولانا طلحہ موصوف کی جانب سے اس کا جواب راقم سطور کے ذخیرہ نوادرات میں محفوظ ہے اور یہاں اس کو پیش کرتا ہوں:

''مکرم محترم بندہ جناب بھائی طلحہ صاحب زید مجدہ!

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہوں، آپا عطیہ صاحبہ ممانی جان اورعزیز

=/ ۳۱/مئی ائیر انڈیا کے طیارہ سے تنہا دہلی سے روانہ ہو کر جدہ اور وہاں دو یوم مکہ مکرمہ میں قیام کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ گیا، اور سب سے پہلے حضرت کی اہم ڈاک، ذاتی کتابیں، تمام روزنامچہ اور تاریخ کبیر وغیرہ کو بحفاظت اپنے قبضہ میں لے کر ۱۲/رمضان/ ۴/جولائی میں تنہا سعودیہ جہاز سے جدہ سے دہلی پہنچا۔ مولانا زبیر صاحب مرحوم، جناب الحاج سلامت اللہ صاحب دہلی ائیر پورٹ پر مجھے لینے کے لیے موجود تھے۔

جعفر بھی عافیت سے ہوں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ یہاں بھی عافیت ہے۔

میں نے اپنی آمد کے بعد بخیر رسی کا جو خط لکھا تھا اس کی رسید دفعۃً بارہ صفر کو مل کر انتہائی مسرت ہوئی۔ طرفین سے خط و کتابت میں اتنی سستی رہی کہ طویل مدت کے بعد خطوط ملے۔ اگر چہ خیریت فون سے معلوم ہوتی رہی۔ اور پھر خطوط نہ آنے سے چونکہ تفصیلی حالات معلوم نہ ہوسکے، اس لیے مختلف روایات متضاد اقوال آپ کے وہاں کے قیام، مدرسہ کے انخلاء اور سفر زامبیا کے بارے میں بہت سننے میں آتے رہے، ہر شخص اپنی کہتا رہا، اور بندہ سن کر بعض پر سکوت اور بعض کی تاویلات کرتا رہا۔ خدام والا میں سے اگر کسی شخص کا تفصیلی خط ان مواقع پر آجاتا تو ہم ضعفاء کو سکونِ قلب ہوتا۔

بہرحال مضیٰ ما مضیٰ، اللہ جل شانہ اب انتہائی لطف و کرم اور عافیت کا معاملہ شامل حال رکھے۔

اس عریضہ میں انتہائی مخلصانہ، مشفقانہ طور پر یہ عرض کرنا ہے کہ جناب والا اب اپنے مدینہ منورہ کے مزید قیام کے فیصلہ پر ضرور نظر ثانی فرمائیں۔ آہ میں کس طرح لکھوں کہ وہاں ماشاء اللہ بہت قیام کر چکے ہیں، اب ہندوستان آجاؤ، کیونکہ خود میرا دل وہاں آنے کے لیے بیقرار رہتا ہے۔ حضرت نور اللہ مرقدہ کے سایۂ عاطفت میں گزرے ہوئے دس سال اور مدینہ منورہ کی گلیوں کے نقشے ہر وقت دل پر نشتر گھماتے رہتے ہیں، لیکن اب سب سے بڑا مسئلہ حضرت نور اللہ مرقدہ کی مبارک جگہ کی آبادی کا ہے۔ اور وہ یقیناً انشاء اللہ العزیز آپ سے ہی آباد ہونی ہے،

اس لیے میں تو فیما بینی و بین اللہ بہت اخلاص کے ساتھ آپ کا بھانجہ یا شا بن کر یہی عرض کروں گا کہ بہت قیام ہو چکا ہے، اب ہندوستان آ جاؤ۔ یہاں بہت لوگ منتظر ہیں، نہ معلوم کتنے لوگ کس کس عنوان سے سہارنپور آنے کے منتظر ہیں، کوئی حضرت کی جگہ کی زیارت کے لیے، کوئی آپ سے رجوع کے لیے، کوئی ذکر دریافت کرنے کے لیے، کوئی اپنے معاملات میں مشوروں کے لیے۔

بندہ نے سنا ہے کہ یہ طویل قیام اگلے سال حج پر آنے کے لیے اقامہ کو قانونی طور پر کارآمد بنانے کے لیے ہو رہا ہے، نیت تو بہت مبارک ہے لیکن بندہ کے خیال میں صرف اقامہ کو بچانے کے لیے اتنا طویل قیام کچھ ضروری نہیں کیونکہ اللہ بہت جزائے خیر دے، بہت خوش وخرم رکھے، دونوں حضرات بھائی سعدی اور بھائی عبدالحفیظ کو کہ ان کے لیے دوبارہ اس موقعہ پر اقامہ بنوا دینا یا حج کے ویزے میں توسیع کراتے رہنا کچھ مشکل نہیں۔ آپ بغیر اقامہ کے بھی اگر حج کے ویزے پر شوال میں چلے جائیں تو توسیع کے بعد ۵-۶ ماہ تک سہولت سے رہ سکتے ہیں۔

بہر حال یہ ایک ناچیز کا مشورہ ہے، اس پر ضرور غور وفکر کیا جائے، بھائی سعدی اور بھائی عبدالحفیظ صاحبان زاد محاسنہما جس محبت و شفقت کے ساتھ اب تک سب کچھ کر رہے ہیں مجھے امید نہیں کہ پھر وہ اس کے بعد حضرت نوراللہ مرقدہ کی آنکھوں کو بھول جائیں گے، اور پھر کچھ کرنے سے انکار کر دیں گے۔

ان دونوں حضرات کے احسانات سے تو خود بندہ کا رُواں رُواں معمور ہے۔ اور جانی و مالی ہر قسم کے احسانات اس نابکار کے اُوپر لاتُعد و

لاتحصی ہیں جب میرے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ دس سال تک مجھ پر یہ دونوں حضرات احسانات کی بارش کرتے رہے، تو پھر آپ کی بات تو بندہ سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس لیے غور فرما کر رائے بدلنے کا موقع ہو تو ضرور کرلیں۔

جہاں تک آثار وقرائن کا تعلق ہے بندہ کا اندازہ یہ ہے کہ حضرت نور اللہ مرقدہ بھی اسی کے خواہش مند ہیں کہ آپ یہاں پہنچ کر خانقاہ خلیلیہ سنبھالیں اور بے چین دلوں پر مرہم سکون لگائیں۔

آخر میں ایک ضروری بات یہ بھی عرض کرنی ہے کہ صادق کو اپنے مکان پر مزید اشتیاق بڑھ گیا اس لیے آپ ذرا اہتمام کے ساتھ دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ عافیت و برکت کے ساتھ مکان بھی مرحمت فرمائے، اور غیب سے اس کے مصارف بھی عطا فرمائے۔ اس وقت کا اندازہ ڈیڑھ لاکھ تک کا ہے، بے شک رقم بڑی ہے مگر جن کی ساری زندگی دعاؤں پر چلتی ہو ان کے لیے یہ کچھ بھی نہیں۔

یہ خط راز میں ہے اس لیے اگر مناسب سمجھو تو گھر والوں سے سلام مسنون کہہ دیں، ورنہ نہیں اور اس خیال سے کہ براہ راست آپ کے پاس پہنچے بھائی سعدی صاحب کے توسط سے ارسال ہے۔

وقتاً فوقتاً عزیز ارشاد سے ملاقات خیریت اور گفتگو ہوتی رہتی ہے مگر وہ اب اپنی تنہائی اور آپ کی دوری سے سخت الجھن میں ہے۔ والسلام

محتاج دعوات　　　　محمد شاہد غفرلہ

۲؍ربیع الاول ۱۴۰۳ھ/ ۱۹؍دسمبر ۱۹۸۲ء

راقم کے اس خط پر مولانا طلحہ مرحوم کا یہ جواب موصول ہوا تھا:

عزیزم مولوی پیارے محمد شاہد زاد لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک کا شکر ہے بندہ بعافیت ہے، امید ہے تم بھی مع مدرسہ والوں، تبلیغ والوں، گھر والوں، آنے والوں کے ہر طرح بعافیت ہو۔ اللہ پاک تم کو ہر آن خیر وعافیت سے خوش خرم رکھے۔

تمہارا خط بھائی سعدی کی معرفت ملا، بندہ کی تاریخ آمد تو تم کو معلوم ہوگئی ہوگی، دوبارہ تحریر کرتا ہوں۔ ۱۱رفروری کے جہاز سے سیٹ ہوئی ہے، دعا فرماویں اللہ پاک آمد کو عافیت خیر کا ذریعہ فرماویں، آمین ثم آمین۔

سنا ہے تم بھی ڈھاکہ جا رہے ہو، اللہ پاک قبول فرماویں، تمہارے واسطے دل سے دعا کرتا ہوں اللہ پاک تمہارے مقاصد میں کامیابی عطا فرمائیں۔

محمد طلحہ کاندھلوی

۲۴ر ربیع الاول ۱۴۰۳ھ/ ۱۰رجنوری ۱۹۸۳ء''۔

حضرتؒ کے وصال سے تقریباً ۷ر ماہ بعد ۲۷ر ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ/ ۱۱رفروری ۱۹۸۳ء جمعہ میں مولانا طلحہ موصوف مع والدہ واہلیہ مرحومہ حرمین شریفین سے نظام الدین دہلی پہنچے، راقم سطور (محمد شاہد) وغیرہ ایک یوم قبل ان کے استقبال کے لیے حضرت نظام الدین دہلی پہنچ گئے تھے۔

مولانا محمد طلحہ حضرت شیخ کے وصال کے بعد پہلی مرتبہ اپنی والدہ اور اہلیہ مرحومہ کو لے کر ہندوستان لوٹ رہے تھے اور یہی وقت اور تاریخ حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کے اجتماع جھانسی کے لیے دہلی سے روانگی کی متعین تھی، راقم سطور نے جب دہلی اسٹیشن پر رخصتی مصافحہ کیا تو حضرت جی نے فرمایا کہ مولوی طلحہ کے نظام الدین پہنچنے کے بعد مستورات کی خیریت اگر مجھے معلوم ہوجائے تو بہت اطمینان ہو۔ چنانچہ

راقم سطور بہت عجلت کے ساتھ نئی دہلی اسٹیشن سے مرکز حضرت نظام الدین پہنچ کر اور مستورات کی خیریت معلوم کر کے حضرت نظام الدین اسٹیشن واپس پہنچا اور آپ کو مولانا طلحہ ان کی والدہ مرحومہ اور جملہ مستورات کی خیر و عافیت کی اطلاع دی، جس سے آپ کو نہ صرف بشاشت ہوئی بلکہ ایک طبعی بوجھ بھی آپ کا ختم ہوا۔ اس موقع پر مولانا عبدالحفیظ مکی، مولانا طلحہ صاحب کے ساتھ دہلی آئے تھے، اور یہ دونوں حضرات دہلی ائیر پورٹ سے سیدھے اسٹیشن جا کر حضرت جی سے ملاقات کرتے ہوئے حضرت نظام الدین پہنچے تھے۔

اس واقعہ کی مزید تفصیل راقم سطور کی دیگر تالیف ''سوانح مولانا زبیر الحسن کاندھلوی'' (صفحہ: ۱۳۹) ضرور دیکھی جائے۔

دو یوم بعد مولانا محمد طلحہ اور مولانا مکی مرحوم جھانسی کے اجتماع میں شرکت کے لیے روانہ ہو گئے، ان کو پورے سفر میں حضرت جی کی رفاقت حاصل رہی، اور ساتھ ہی دہلی واپس آئے۔

حضرت شیخ کے حادثۂ انتقال کے وقت حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن اپنے دعوتی و تبلیغی رفقاء کے ساتھ انگلینڈ، بیلجیم، فرانس وغیرہ کے دورے پر تھے، اور اس دورے کو مکمل کر کے آپ ۱۱/شعبان ۱۴۰۲ھ میں عمان سے سیدھے مدینہ منورہ پہنچے اور مولانا محمد طلحہ اور ان کی والدہ مرحومہ سے تعزیت مسنونہ فرما کر پند و نصائح فرمائیں اور پھر ۲۵/شعبان میں مطار جدہ سے دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

مولانا محمد طلحہ اور کاتب سطور (محمد شاہد) روانگیٔ ہند کے وقت مطار جدہ پر آپ کو رخصت کرنے کے لیے موجود تھے، اور پھر ہم دونوں اگلے ہی دن جدہ سے مدینہ طیبہ چلے گئے۔

سفر حج ۱۴۱۰ھ:

۲۰؍جون ۱۹۹۰ء/ ۲۵؍ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ میں آپ کا مزید ایک سفر حرمین شریفین کا ہوا جس کے لیے ائیر انڈیا سے جدہ کے لیے روانگی ہوئی۔

مولانا محمد طلحہ کی معیت میں اس قافلہ میں راقم سطور (محمد شاہد) جناب ناصر رحمانی سہارنپوری اور خود مولانا طلحہ مرحوم کی اہلیہ مرحومہ شامل تھیں۔

مکہ مکرمہ میں حج سے قبل اور حج کے بعد مولانا محمد طلحہ اور ان کے جملہ رفقاء کا قیام و طعام اور منام سب کچھ مکرمی جناب بھائی محمد حشیم زید مجدہ کے یہاں ہوتا تھا، مولانا محمد طلحہ موصوف دن کا زیادہ تر حصہ مدرسہ صولتیہ میں گذارتے تاکہ آنے والوں سے ملاقات میں سہولت رہے، مولانا حشیم اور ان کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادگان تمام مہمانوں کو اپنا ذاتی مہمان سمجھ کر ان کی ضیافت کرتے رہے۔

اسی طرح آپ کی بے تکلفانہ آمد و رفت مولانا عبدالحفیظ مکی مرحوم کے یہاں بھی رہا کرتی تھی۔

مولانا مرحوم ہر سفر میں مولانا مکی مرحوم کی ہفتہ واری مجلس ذکر میں متعدد مرتبہ اپنے مخصوص رفقاء اور احباب کو ساتھ لے کر شرکت بھی کیا کرتے تھے۔

دوران حج منیٰ کے زمانۂ قیام میں سرنگ میں حاجیوں کے کثیر تعداد میں پھنس جانے کا جو المناک سانحہ پیش آیا تھا وہ اسی سفر کا قصہ ہے اور ہم سب بھی اس حادثہ میں شہید ہوتے ہوتے بچ گئے تھے۔

راقم الحروف نے بڑے سائز کے چار صفحات پر اس سفر حج کی جو تفصیلات مولانا زبیر الحسن مرحوم کو سپرد قلم کر کے دہلی ارسال کی تھیں اس کی ضروری تلخیص یہاں پیش کرتا ہوں:

''۲۰؍جون کی صبح آٹھ بجے حضرت نظام الدین سے چل کر مطار پہنچے، وہاں کے مراحل بغیر کسی دقت ودشواری کے پورے ہوگئے۔

بندہ نے احرام مطار دلی سے ہی باندھ لیا تھا، شام پانچ بجے جہاز مطار جدہ پہنچا، کسٹم پر خوب دیکھ بھال ہورہی تھی، بھائی حشیم، بھائی حلیم وغیرہ سے ملاقات ہوئی، جو ہمیں لینے آئے تھے، ان ہی کی زبانی معلوم ہوا کہ بھائی عبدالحفیظ صاحب بھی آئے ہوئے ہیں، نماز مغرب جدہ مطار پر پڑھ کر بذریعہ بس بہت راحت وآرام کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچے۔ ہمارے معلم زینی سلیمان ہاشم ہیں۔ بھائی حشیم بھی اسی وقت ان کے یہاں پہنچ گئے، اور شیخ زینی سے بات کر کے مع اسباب وسامان ہمیں اپنے مکان کعکیہ لے آئے، اگلے روز مولانا عبدالحفیظ بھائی حشیم کے یہاں آگئے اور ملاقات کے بعد انہوں نے فرمایا کہ آپ چاروں کے لیے حرم شریف سے بالکل متصل عمارت دارالخلیل میں ساتویں منزل پر کمرہ نمبر ۴ متعین ہے۔ چنانچہ ۲۳؍جون میں ہم چاروں بھائی حشیم صاحب کے یہاں سے دارالخلیل منتقل ہوگئے، آج شام کی دعوت حافظ عبدالستار صاحب کے یہاں ہوئی، بھائی شمیم صاحب نے تاکیداً فرمایا کہ جس دن کہیں دعوت نہ ہو کھانا مدرسہ صولتیہ سے دارالخلیل پہنچا کرے گا۔

۲۸؍جون تک دارالخلیل میں ہمارا قیام رہا اور پھر ہم ۲۹؍جون میں نماز جمعہ اور کھانے سے فارغ ہوکر بھائی حشیم صاحب کے یہاں منتقل ہوگئے، کیونکہ منیٰ کے لیے دارالخلیل سے روانگی مشکل تھی، گاڑیوں کے تمام راستہ بند ہوجائیں گے، اور کعکیہ سے منیٰ جانا باہر کے راستہ سے آسان رہے گا۔

۳۰؍جون صبح دس بجے ہم آٹھ نفر بھائی عبدالحفیظ صاحب کی بھیجی ہوئی گاڑی میں منیٰ کے لیے روانہ ہوئے، جہاں کافی بڑی تعداد میں حجاج مولانا عبدالحفیظ صاحب کے زیرانتظام حج کرتے ہیں، بہت راحت و آرام سے منیٰ کے اوقات گذرے، اجتماعی نماز، اجتماعی کھانا، اور اجتماعی چائے ہوتی تھی، بعد مغرب ہمارے خیمہ میں مولانا یوسف لدھیانوی کی تقریر ہوئی، عرفات میں خیمہ اور کھانے کا انتظام ان ہی حضرات کی طرف سے تھا، دو مرتبہ اجتماعی دعا ہوئی، ایک مرتبہ بعد نماز ظہر مولانا طلحہ صاحب کی اور بعد عصر مولانا عبدالحفیظ صاحب کی بہت طویل دعا ہوئی۔

۲؍جولائی میں صبح بعد نماز فجر مزدلفہ سے روانگی ہوئی، راستہ میں گاڑیوں کا بڑا ہجوم تھا، منیٰ پہنچ کر رمی وغیرہ سے فارغ ہوئے اور شام پانچ بجے مکہ مکرمہ پہنچ کر نماز مغرب دارالخلیل میں ادا کی، بعد نماز عشاء طواف زیارت کر کے بندہ تو سیدھا مسعیٰ چلا گیا، سعی سے فارغ ہوا تو اذان فجر ہو رہی تھی، نماز کے بعد دارالخلیل میں کمرہ بند کر کے یہ احقر جو سویا تو ظہر کی اذان پر بھائی ناصر رحمانی نے اٹھایا اور نماز ظہر کے بعد کعکیہ ہوتا ہوا منیٰ پہنچ گیا۔

۴؍جولائی/۱۲؍ذی الحجہ میں مولانا طلحہ اور راقم سطور محمد شاہد بعد نماز عشاء مفتی محمود صاحب، مولانا ابرارالحق صاحب، مولانا حکیم اختر صاحب اور مولانا سعید خاں صاحب سے ملاقات کے لیے ان حضرات کی قیام گاہوں پر گئے، اور پھر پانچ اور چھ جولائی میں بھائی حشیم صاحب کے گھر پر قیام کے بعد سات کی صبح میں مستقل طور پر دارالخلیل منتقل ہو گئے۔

۸؍جولائی کی شام کو دفعتاً معلوم ہوا کہ حضرت حافظ عبدالستار نانکہ

والوں کا وصال ہو گیا، کئی دن سے علیل اور داخل ہسپتال تھے، اطلاع یہ بھی ملی تھی کہ بعد عصر جنازہ صولتیہ پہنچ کر غسل وغیرہ وہیں ہوگا، چنانچہ بندہ اور بھائی طلحہ صاحب تو فوراً ہی صولتیہ پہنچ گئے، غسل کے بعد پہلی نماز جنازہ مولانا طلحہ صاحب نے مدرسہ میں پڑھائی، اور پھر دوسری نماز حرم مکی میں ہوئی، بندہ اور مولانا طلحہ صاحب آخر تک جنازہ کے ساتھ رہے۔

۱۰ر جولائی میں صبح کے کھانے کی دعوت بھائی حلیم کے یہاں اور شام کے کھانے کی دعوت حضرت الحاج حافظ صغیر احمد صاحب لاہوری کے صاحبزادے بھائی خلیل احمد اور ان کی والدہ کی جانب سے ہوئی جو حج کے لیے آئے ہوئے تھے۔

۱۵ر جولائی کی صبح اول وقت مکہ مکرمہ سے چل کر اذان ظہر پر مدینہ منورہ پہنچے۔ یہاں بھائی عطاء الرحمٰن صاحب کے مکان پر تین کمرے ہمارے لیے متعین کیے، اب روزانہ صبح کا کھانا تو مولانا اسماعیل بدات کے یہاں سے آرہا ہے، وہ خود بہت اہتمام سے لاتے ہیں، اور شام کے کھانے میں مسلسل دعوتوں کی ترتیب چل رہی ہے، چنانچہ سب سے پہلی دعوت حضرت مولانا سعید احمد خاں کے یہاں تھی، اس کے بعد سے حکیم عبدالقدوس، ڈاکٹر شوکت، مولانا آفتاب عالم، صوفی اقبال، مولانا عبداللہ اور مولانا حبیب اللہ چمپارنی کے یہاں ہو چکی، اب بالترتیب مولانا جمیل احمد، مولانا عاشق الٰہی، مولانا شیخ مرزا بخاری، بھائی عبدالوحید، مولانا احمد ناخدا، بھائی عبدالقدیر اور بھائی ذکی صاحب کے یہاں متعین ہے''[1]

---

[1] مکتوب محمد شاہد، محررہ، ۲۱ر جولائی ۱۹۹۰ء بنام مولانا نازبیر الحسن مرحوم۔

محرم ۱۴۱۱ھ کا پورا مہینہ حرمین شریفین گذار کر ہمارا یہ قافلہ ۲؍صفر مطابق ۲۴؍اگست بروز جمعہ دہلی نظام الدین پہنچا، اور وہاں چند روز قیام کے بعد سہارنپور آمد ہوئی۔

سفر کناڈا، امیریکہ وغیرہ:

احباب اور مخلصین کی دعوت پر مولانا محمد طلحہ مرحوم نے انگلینڈ کناڈا، امریکہ وغیرہ کے متعدد سفر کئے، انگلینڈ کے سفر میں آپ کے داعی اور میزبان مولانا محمد یوسف متالا بانی و مہتمم دارالعلوم بری ہوا کرتے تھے۔ چونکہ ۲۰۰۲ء/۱۴۲۳ھ سے جناب الحاج خالد منیار گجرات، انگلینڈ، باربڈوز، ساؤتھ افریقہ، روانڈا، زامبیا، ملاوی، پاکستان، سعودی عرب کے اسفار میں معاون خصوصی اور رفیق خاص کی حیثیت سے شامل رہتے تھے اس لیے ان اسفار کے تاریخی احوال آمد و رفت کی تفصیلات راقم سطور کی گذارش پر موصوف نے قلمبند کر کے بھیجی ہیں، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ہر دو سال کے وقفہ سے انگلینڈ کا سفر ہوتا رہا یعنی پانچ چھ بار انگلینڈ جانا ہوا، ۲۰۰۳ء کے ایک سفر میں آپ کی اہلیہ مرحومہ بھی ساتھ تھیں، واپسی میں عامۃً حرمین شریفین حاضر ہو کر عمرہ کرتے ہوئے ہندوستان آتے تھے۔

مولانا یوسف متالا انگلینڈ کے ان اسفار میں آپ کے میزبان ہوتے اور اندرونِ ملک کے سفر میں ساتھ رہنے کے لیے مولانا عبدالرحیم متالا زامبیا یا کناڈا سے آجایا کرتے تھے، ایک بار بھائی لقمان بٹ بھی سفر انگلینڈ میں شرکت کے لیے مکہ مکرمہ سے پہنچ گئے تھے۔ انگلینڈ کے ان اسفار میں گلاسگو، ڈنڈی، ایڈنبرا، مانچسٹر، بری، ڈیوز بری، بولٹن، بریسٹن، برمنگھم، لیسٹر، بلیک برن، بریڈفورلڈ وغیرہ مقامات پر جانا ہوتا تھا اور تقریباً ان ہی مقامات پر مولانا محمد یونس جونپوری (سابق شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) بھی مدعو ہوا کرتے تھے، اور ان میں سے اکثر مقامات پر

بخاری شریف کے ختم میں بڑے بڑے پروگرام ہوتے، جن میں مولانا محمد طلحہ مہمان خصوصی کی حیثیت سے بلائے جاتے۔

انگلستان کے بڑے شہروں میں قائم مدارس دینیہ میں بھی مولانا محمد طلحہ صاحب کے پروگرام رکھے جاتے تھے، بریڈفورلڈ میں مولانا یوسف متالا نے لڑکیوں کا ایک مدرسہ قائم کرر کھا ہے وہاں بھی مولانا محمد طلحہ موصوف ضرور دعا کے لیے بلائے جاتے تھے۔

باربڈوز کے اسفار میں ڈاکٹر شفیع نگدی میزبان بنتے تھے، جن کی بیعت و سلوک کا تعلق حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ صاحب سے تھا، ان کے علاوہ مولانا عبدالرحیم لمباڈا اور مولانا نوشاد بھی آپ کے ان اسفار میں شریک رہتے ہوئے خدمت اور میزبانی کے فرائض انجام دیتے تھے[1]

مولانا محمد طلحہ صاحب کا کناڈا باربڈوز، امریکہ وغیرہ کا ایک سفر اگست ۱۹۹۳ء/ صفر ۱۴۱۴ھ میں بھی ہوا ہے۔

معمول کے مطابق اس سفر میں بھی آپ نے تعلیم وتذکیر اور دعوت وتبلیغ کی نہ صرف مکمل ترجمانی فرمائی، بلکہ سلسلۂ روحانیت کو بھی خوب وسعت دی چنانچہ بڑی تعداد میں لوگ آپ کے ہاتھوں بیعت ہوکر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے سلسلہ سلوک میں داخل ہوئے۔

اس سفر میں کناڈا روانگی کے موقعہ پر مولانا طلحہ موصوف کا جو مکتوب اس احقر کے نام موصول ہوا، اس میں بھی اس سفر سے متعلق اطلاعات ومعلومات موجود ہیں، یہاں اس کو نقل کرتا ہوں۔

نیز اس خط کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ مولانا طلحہ موصوف جہاں بھی رہتے مدرسہ مظاہر علوم کے احوال سے فکرمند اور باخبر رہتے، اور اللہ جل شانہ کے

[1] مکتوب جناب بھائی خالد منیار سورت گجرات۔

فضل وکرم سے جو بھی کامیابی مدرسہ کو ملتی وہ اس پر راقم سطور (محمد شاہد) کو دعاؤں اور مبارکبادیوں کا مستحق سمجھ کر فراموش نہیں کرتے تھے:

عزیزم الحاج مولوی شاہد سلمہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک کا شکر ہے بندہ بعافیت ہے، امید ہے کہ تم بھی بعافیت ہوگے، فون سے مدرسہ کی زمین پہ قبضہ کی خبر معلوم ہوئی، نیز میرٹھ والے کام کے ہونے کا بھی علم ہوا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اونچی سطح سے کام کرایا گیا، اللہ پاک مبارک فرماوے، برکت عطا فرماوے، دونوں خوشیوں کو باعث خیر فرماوے، صرف دونوں باتوں کی مبارکباد کے لیے یہ خط لکھ رہا ہوں۔ مولانا محمد اللہ صاحب کی خدمت میں بھی سلام مسنون کے بعد دونوں باتوں کی مبارکباد پیش کردیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں باتوں کو مدرسہ کے لیے خیر کا ذریعہ فرمائے۔

یہاں تعلق والے جگہ جگہ زمین کو معلوم کر رہے تھے اللہ کا شکر کام کی تکمیل ہوئی، اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے، مولانا عاقل صاحب، بھائی الیاس، مفتی صاحب، عزیز جعفر سب ہی سے سلام کہنا۔

اس وقت ہم لوگ کنیڈا کے لیے روانہ ہونے والے ہیں، وہاں سے امریکہ اور وہاں سے باربڈوز ہوتے ہوئے ان شاء اللہ عمرہ کے لیے روانگی ہے۔ یہاں تو کسی جگہ زیادہ ٹھہرنا نہیں ہوا، ان شاء اللہ سکون سے حرمین شریفین خاص طور سے مدینہ منورہ میں ٹھہرنا ہوگا، اللہ تعالیٰ مبارک فرماوے، گھر کا، اپنی ممانی کا تم خود خیال رکھتے ہوگے، آنے جانے کا بھی معمول ہوگا، اللہ پاک جزائے خیر عطا فرماوے۔

اپنی والدہ ہمشیران، اہلیہ، والد سے سلام مسنون۔

نہ معلوم تمہارے گھر کا کام مکمل ہوگیا یا نہیں۔ اور اس میں قیام ہوگیا یا نہیں، اللہ پاک مبارک فرماوے، برکت عطا فرماوے، مسرت اور خوشی کے ساتھ گھر کو برتنا واستعمال کرنا مبارک فرماوے، نہ معلوم بھائی صاحب کا کیا حال ہے، اللہ کرے طبیعت ٹھیک ہو، میری طرف سے خدمت میں سلام عرض کرکے دعا کی درخواست کردیں۔

نہ معلوم عزیز زبیر کے سفر کا کیا ہورہا ہے، کب تک متوقع ہے، اب آپ میں سے یہاں تو کسی کا خط آیا نہیں مدرسہ صولتیہ کے پتہ پر خط لکھیں خیال لگا ہوا ہے۔ فقط والسلام

محمد طلحہ

۱۱؍اگست ۱۹۹۳ء/ ۲۱؍صفر ۱۴۱۴ھ"

آخری سفر حج وعمرہ:

پیش نظر سوانح کی ترتیب وتحریر کے موقع پر راقم سطور کے علم میں مولانا مرحوم کے چھبیس (۲۶) حج وعمرہ کے اسفار آئے بہت ممکن ہے کہ اس تعداد میں مزید اضافہ ہوجائے۔

بہرحال مولانا مرحوم کا آخری حج وعمرہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۸ء میں ہوا جس کے لیے آپ ۷؍ذی قعدہ مطابق ۲۰؍جولائی کو سہارنپور سے روانہ ہوئے، اب تک کے جملہ حج وعمرات کے اسفار میں اہلیہ مرحومہ ساتھ ہوا کرتی تھیں، لیکن یہ آپ کا پہلا سفر تھا جو مرحومہ کے بغیر ہوا۔ مولوی محمود رومی، مولوی اویس گجراتی وغیرہ بطور خدام ہمراہ تھے، دہلی سے مکہ مکرمہ پہنچ کر مدینہ منورہ روانگی ہوئی اور پھر حج سے بعافیت فراغت پاکر ۲۷؍ذی الحجہ/ ۸؍ستمبر میں ہندوستان واپس آئے۔

علالت طبعی طور پر شدت اختیار کر چکی تھی۔ یکم محرم ۱۴۴۰ھ/۱۲؍ستمبر ۲۰۱۸ء میں آپ نے اپنے بہنوئی مولانا محمد سلمان کو اپنا جانشین نامزد کیا، اور دو یوم بعد ۱۵؍ستمبر میں وہ عمامہ جو حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی نے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کو مرحمت فرمایا تھا، اور پھر اپنی آخر حیات میں حضرت شیخ نے مولانا طلحہ صاحب کو مرحمت فرمادیا تھا، اب مولانا محمد طلحہ مرحوم نے اپنی آخر حیات میں وہ مولانا محمد سلمان کے سپرد کر کے یکم ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ/ ۹؍دسمبر ۲۰۱۸ء میں سفر عمرہ پر روانہ ہوگئے، اس موقع پر مولوی محمود رومی، مولوی اویس گجراتی، محترم لقمان مکی اور ہیثم مکی بطور خدام ساتھ تھے، دہلی اور جدہ کے راستہ میں ہوائی جہاز کے سفر سے طبیعت زیادہ متاثر ہونے پر جدہ سے سیدھے مستشفیٰ ''النور'' پہنچائے گئے، ۲۳؍دسمبر تک ہسپتال میں زیر علاج رہ کر اپنی قیام گاہ پر واپس آئے۔

۲۸؍جنوری ۲۰۱۹ء/ مطابق ۲۱؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ میں حرم نبوی شریف میں حاضری ہوئی، یہ آپ کی ظاہری احوال میں آخری حاضری تھی، ۲۳؍فروری کو مدینہ منورہ سے چل کر مکہ مکرمہ پہنچے اور آخری عمرہ کیا، چندروزہ یہاں قیام کے بعد ۲۵؍مارچ میں پھر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا سفر ہوا۔ ۱۶؍اپریل ۲۰۱۹ء/ ۱۰؍شعبان ۱۴۴۰ھ تک یہاں قیام کے بعد مدینہ منورہ سے دہلی آمد ہوئی۔

حج وعمرات کے اسفار ایک نظر میں:

بقدر ضرورت نمونہ کے طور پر آپ کے سات حج وعمرات کی تفصیلات گذشتہ صفحات میں پیش کئے جانے کے بعد اب مختصر طور پر آپ کے بقیہ حج وعمرات کے اسفار کی تاریخیں پیش کی جاتی ہیں:

☆ سفر حج -۴- ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء جو ۱۴؍شوال/ ۶؍جون میں شروع ہو کر ۱۷؍صفر

۱۳۷۵ھ/ ۵؍اکتوبر ۱۹۵۵ء میں پورا ہوا۔

☆ سفرِ حج - ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء جو شعبان/ستمبر میں شروع ہو کر اواخر ذی الحجہ/ جنوری ۱۹۷۳ء میں پورا ہوا۔

☆ سفرِ عمرہ- ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۸ء جو ۲۵؍محرم/ ۲۷؍دسمبر کو شروع ہو کر ۳؍رجب ۱۳۹۹ھ/ ۳۰؍مئی ۱۹۷۹ء میں پورا ہوا۔

☆ سفرِ حج - ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء جو ۸؍ربیع الاول/ ۱۵؍جنوری میں شروع ہو کر ۲۷؍ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ/ ۱۱؍فروری ۱۹۸۳ء میں پورا ہوا۔

☆ سفرِ حج - ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء جو ۲۵؍ذی قعدہ/ ۲۰؍جون کو شروع ہو کر ۲؍صفر ۱۴۱۱ھ/ ۲۴؍اگست ۱۹۹۰ء میں ختم ہوا۔

☆ سفرِ حج - ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء جو ۲۴؍ذی قعدہ میں شروع ہو کر ۲۱؍جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ/ ۱۷؍نومبر ۱۹۹۲ء میں پورا ہوا۔

☆ سفرِ عمرہ- ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء جو ماہ صفر/ اگست میں کیا گیا۔

ان مذکورہ سات اسفار کی تفصیلات قارئین گذشتہ صفحات میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔

☆ سفرِ حج - ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء، جو ۲۹؍شوال/ ۱۲؍اپریل میں شروع ہو کر ۲۱؍محرم ۱۴۱۵ھ/ یکم جولائی ۱۹۹۴ء میں ختم ہوا۔

☆ سفرِ حج - ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء۔ جو ۳۰؍ذی قعدہ میں شروع ہو کر ۲۷؍محرم ۱۴۱۷ھ/ ۱۵؍جون میں ختم ہوا۔

☆ سفرِ حج - ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء۔ جو وسط ذی قعدہ میں شروع ہو کر ۱۶؍محرم ۱۴۱۹ھ/ ۴؍مئی ۱۹۹۸ء میں ختم ہوا۔

☆ سفرِ حج - ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔ جو ۱۷؍ذی قعدہ مطابق ۶؍مارچ کو شروع ہو کر ۲۵؍محرم ۱۴۲۰ھ/ ۱۲؍مئی کو ختم ہوا۔

☆ سفرِ حج - ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۲ء۔ جو ۳؍ذی الحجہ/ ۱۶؍فروری میں شروع ہو کر ۳؍صفر

۱۴۲۳ھ/ ۱۷/اپریل۲۰۰۲ءکو پورا ہوا۔

☆ سفر حج - ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء۔ جو ۱۶/ذی قعدہ/ ۲/جنوری کو شروع ہو کر ۱۹/محرم۱۴۲۴ھ/۲۳/مارچ ۲۰۰۳ءکو پورا ہوا۔

☆ سفر حج - ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء۔ جو۳۰/ذی قعدہ/ ۲۳/جنوری کو شروع ہو کر ۱۷/محرم۱۴۲۵ھ/ ۹/مارچ ۲۰۰۴ءکو پورا ہوا۔

☆ سفر حج - ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵ء۔ جو ذی قعدہ/ جنوری کے وسط میں شروع ہو کر ۲۲/محرم ۱۴۲۶ھ/۴/مارچ ۲۰۰۵ءکو مکمل ہوا۔

☆ سفر حج - ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء۔ جو۱۸/ذی قعدہ/ ۳۰/نومبر میں شروع ہو کر ۱۳/محرم۱۴۲۹ھ/۲۲/جنوری ۲۰۰۸ءکو مکمل ہوا۔

☆ سفر حج - ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء۔ جو۲۴/ذی قعدہ/۲۴/نومبر کو شروع ہو کر ۹/محرم ۱۴۳۰ھ/ ۷/جنوری۲۰۰۹ءکو پورا ہوا۔

☆ سفر حج - ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء۔ جو۲/ذی الحجہ/۲۰/نومبر کو شروع ہو کر ۲/صفر ۱۴۳۱ھ/ ۱۹/جنوری ۲۰۱۰ءکو ختم ہوا۔

☆ سفر حج - ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء۔ جو ۲۶/ذی قعدہ/۴/نومبر کو شروع ہو کر ۱۳/محرم ۱۴۳۲ھ/۲۰/دسمبر ۲۰۱۰ءکو پورا ہوا۔

☆ سفر حج - ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء۔ جو۱۹/ذی قعدہ/ ۱۷/اکتوبر کو شروع ہو کر ۱۴/صفر ۱۴۳۳ھ/ ۱۹/جنوری۲۰۱۱ءکو پورا ہوا۔

☆ سفر حج -۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء۔ جو۲۷/ذی قعدہ/۱۳/اکتوبر کو شروع ہو کر ۲۳/محرم ۱۴۳۴ھ/ ۶/دسمبر۲۰۱۲ءکو مکمل ہوا۔

☆ سفر حج - ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء۔ جو۲۵/ذی قعدہ/ یکم اکتوبر کو شروع ہو کر ۱۷/محرم ۱۴۳۵ھ/ ۲۱/نومبر۲۰۱۳ءکو پورا ہوا۔

☆ سفر حج - ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء۔ جو۲۲ر ذی قعدہ/ ۱۸ر دسمبر کو شروع ہو کر ۱۷ر محرم ۱۴۳۶ھ/ ۱۱ر نومبر ۲۰۱۴ء کو پورا ہوا۔

☆ سفر عمرہ - ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۵ء۔ جو ۲۶ر صفر/ ۹ر دسمبر کو شروع ہو کر ۲۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ/ یکم مارچ ۲۰۱۶ء میں ختم ہوا۔

☆ سفر حج - ۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۸ء۔ جو ۷ر ذی قعدہ/ ۲۰ر جولائی کو شروع ہو کر ۲۷ر ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ/ ۸ر ستمبر ۲۰۱۸ء میں ختم ہوا۔

☆ سفر عمرہ - ۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۸ء جو یکم ربیع الثانی /۹ر دسمبر میں شروع ہو کر ۱۰ر شعبان ۱۴۴۰ھ/ ۱۶ر اپریل ۲۰۱۹ء میں پورا ہوا۔

پیش نگاہ مضمون ''حج وعمرات کے اسفار ایک نظر میں'' کی ترتیب عزیزم مولوی سید محمد نعمان سہارنپوری کے روزناچوں کی مرہون منت ہے، اور جس کے لیے راقم سطور ان کا بے حد مشکور ہے۔

اسفار پاکستان

مولانا مرحوم نے پاکستان کے متعدد سفر کئے اور تمام اسفار میں قدر مشترک حضرت شیخ کے خلفاء اور علماء وخواص کے حلقوں سے ملاقات ذکروفکر کی سرگرمیاں، مدارس عربیہ کے دورے اور مختلف شہروں میں خانقاہی نظام کو مضبوطی دینی تھی۔ چنانچہ ان ہی اغراض ومقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ دورے ہوا کرتے تھے۔

ان اسفار میں آپ اور آپ کے قافلہ کے میزبان لاہور میں حضرت حافظ صغیر احمد صاحب، اسلام آباد میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب اور کراچی میں حضرت مولانا محمد یحییٰ مرحوم ہوا کرتے تھے۔

پاکستان کے آپ کے آخری دور کے خواص میں جناب الحاج صغیر احمد لاہوری جناب مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی، جناب الحاج طلحہ محمود راولپنڈی، مولانا محمد یحییٰ کراچی، قابل ذکر افراد میں ہیں۔

جناب الحاج نصرۃ اللہ لاہوری جو آپ کے خلفاء میں سے بھی ہیں ہر وقت ہر نوع کی خدمت کے لیے تیار رہتے اور ان کی کوشش ہوتی کہ مولانا محمد طلحہ کے سفر حرمین شریفین میں بھی کسی طرح کی معیت ان کو مل جائے، چنانچہ متعدد مرتبہ وہ اس سفر مبارک میں ساتھ رہے۔

مولانا محمد طلحہ مرحوم کے تمام اسفار پاکستان کی تفصیلات تو لکھنا مشکل ہے تاہم بطور نمونہ چند اسفار کی تفصیلات لکھی جاتی ہیں:

﴿۱﴾ اکتوبر ۱۹۸۹ء/ صفر ۱۴۱۰ھ میں آپ پاکستان کا ایک بھرپور سفر کرتے ہوئے مختلف مدارس عربیہ میں تشریف لے گئے، ہمیشہ کے معمول کے مطابق لاہور میں

آپ کا قیام حضرت الحاج حافظ صغیر صاحب کے یہاں ہوا، لاہور کے متعدد علماء وخواص ملاقات کی غرض سے وہاں بھی تشریف لاتے رہے اور پھر یہیں سے مختلف مقامات پر جانے کے پروگرام بنے۔ چنانچہ ۳؍نومبر/۲؍ربیع الثانی جمعہ میں آپ مع احباب ورفقاء حضرت شیخ کے خلیفۂ خاص حضرت مولانا محمد یحییٰ کراچی کے قائم کردہ ادارہ معہد الخلیل الاسلامی میں پہنچے، اوراسی دن بعد مغرب معہد کی وسیع وعریض مسجد میں سیرۃ النبی پر ایک اہم جلسہ منعقد ہوا۔

رفقاء سفر میں مولانا محمد سلمان اور راقم سطور محمد شاہد شامل تھے، مولانا سلمان موصوف کا سیرۃ پر طویل بیان ہوا، اس موقعہ پر علماء اور خواص کی ایک بڑی تعداد موجود تھی، جن میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن، حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی، جناب الحاج حافظ صغیر احمد اور ان کے فرزند مولانا مفتی انیس احمد مظاہری، حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوری، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن جیسے حضرات موجود تھے، مولانا سلمان صاحب کے بیان کے بعد مولانا طلحہ موصوف نے اپنے بیان میں کہا کہ:

> ''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے سننے کی توفیق عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ بہت ہی ناقدری کی بات ہے کہ ہمارے اکابر ہمارے اسلاف نے جس انگریز کو خون بہا کر اور قربانیاں دے کر نکالا تھا، آج ہم اپنی پھول سی اولادو ان ہی کی گود میں ڈال رہے ہیں، گویا ہم یوں کہہ رہے ہیں کہ بھائی تم تو نکل گئے اس ملک سے اب ہمارے ملک سے ان کو بھی لیتے جاؤ''۔

یہ چند مختصر کلمات کہہ کر مولانا طلحہ موصوف نے طویل دعا کرائی۔

معہد الخلیل میں تین روزہ قیام کے بعد چوتھے دن جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن گئے، علماء کا ایک بڑا قافلہ اس موقعہ پر بھی آپ کے ساتھ تھا، جامعہ کے مہتمم حضرت

مولانا مفتی احمد الرحمٰن (فرزندار جمند حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری) نے جامعہ میں اجلاس سے قبل تمام مہمانوں کا حضرت شیخ مولانا محمد زکریا اور جامعہ مظاہر علوم نسبت سے تعارف کرایا، بعدازاں بیان و دعا پر یہ دوسری مجلس بھی ختم ہوئی۔[۱]

کراچی سے مختلف مقامات پر ہوتے ہوئے لاہور واپسی ہوئی، اور ۸؍ربیع الثانی / ۹؍نومبر میں حضرت مولانا فضل الرحیم لاہور سے ملاقات کے لیے جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد پہنچے۔ یہاں کے عظیم الشان مسجد میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن اور دیگر احباب کے مشورہ سے اولاً راقم سطور کو کچھ عرض کرنے کا موقع دیا گیا، چنانچہ حدیث "**خیرکم من تعلم القرآن و علمه**" کے عنوان سے کلام پاک کی فضیلت و افضلیت بیان کی گئی، بعدازاں مولانا محمد طلحہ کی طویل رقت انگیز دعا ہوئی۔

﴿۲﴾ نومبر ۲۰۰۷ء / شوال ۱۴۲۸ھ میں بھی مولانا مرحوم نے پاکستان کا ایک سفر کیا، رفقائے سفر میں جناب الحاج خالد منیار سورت، مولانا مفتی خالد سہارنپوری، راقم سطور (محمد شاہد)، مولانا اویس گجراتی اور عزیزانم مولوی محمد اسامہ، مولوی محمد یاسر سلمہما تھے،

۲؍نومبر / ۲۰؍شوال مین بذریعہ طیارہ لاہور پہنچے ائیرپورٹ پر بہت سے حضرات بالخصوص حضرت شیخ کے خواص میں جناب الحاج حافظ صغیر احمد، مولانا احسان الحق، مولانا عبدالحفیظ، مولانا عزیز الرحمٰن تشریف لائے ہوئے تھے، مطار سے اپنی قیام گاہ مسجد احسان پہنچے، اگلے دن صبح حضرت سید شاہ نفیس الحسینی سے ملاقات وزیارت کے لیے جانا ہوا، شام میں ایک باوقار تقریب میں جناب الحاج بھائی نصرت اللہ صاحب کی صاحبزادی کا نکاح مسنونہ ہوا۔

۴؍نومبر کی صبح میں قصور روانگی ہوئی، ۶؍کاروں کا طویل قافلہ ساتھ تھا، یہاں سے حضرت شیخ کے مشہور و معروف خلیفہ مولانا مفتی سید مختار الدین ہمارے قافلہ میں شامل ہوئے، قصور سے واپسی میں رائے ونڈ مرکز پہنچے، نماز ظہر کھانا اور قیلولہ یہیں پر ہوا، اسی دن

---

[۱] (ماہنامہ سلوک واحسان کراچی، بابت جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ / جنوری ۱۹۹۰)

شام کو خانقاہ حامدیہ نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ پہنچے، یہاں بعد عصر وسیع و عریض خانقاہ میں اوّلاً حضرت مولانا مکی کا بیان ہوا، جس میں انہوں نے مولانا محمد طلحہ صاحب کی نیابت اور وکالت میں دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتزکیہ تینوں موضوع کی اہمیت بتلا کر اکابر کا طرز حیات تفصیل سے بیان کیا، بعد ازاں راقم سطور محمد شاہد کو بھی موقع دیا گیا اور اس نے بھی ان ہی خطوط پر اپنی معروضات پیش کیں۔

آخر میں خود مولانا طلحہ صاحب موصوف نے بیان فرما کر دعا کرائی۔

۵؍نومبر پیر کی صبح مسجد احسان کے وسیع وعریض احاطے میں مدرسہ کا تعلیمی افتتاح ہو کر کتب حدیث کا آغاز ہوا، چنانچہ مولانا مکی نے مشکوٰۃ شریف، مسند امام ابو حنیفہ اور راقم سطور محمد شاہد نے آثار السنن اور ریاض الصالحین شروع کرائیں، مولانا طلحہ صاحب کی دعا پر یہ علمی محفل ختم ہوئی، اور اسی دن بعد نماز مغرب حضرت مولانا فضل الرحیم مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کی خدمت میں حاضری دے کر ملاقات کی گئی۔

اس سفر میں ہمارا پورا قافلہ ۷؍نومبر میں ڈھڈیاں شریف بھی پہنچا، مولانا سید محمود میاں زید مجدہ اور علماء وخواص میں بہت سے حضرات کی رفاقت ہوگئی تھی، وہاں حضرت اقدس رائے پوری کے بھانجے حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب سے خوب ملاقات رہی، یہاں کے پروگرام کی تکمیل کے بعد فیصل آباد کے لیے روانگی ہوگئی، فیصل آباد میں مولانا عبدالحفیظ مکی کی قائم کردہ خانقاہ مرکز الشیخ کے ماتحت متعدد پروگرام تھے ان سب کی خیر و عافیت کے ساتھ تکمیل کی گئی۔

پاکستان کا یہ سفر بہت طول وطویل رہا، چنانچہ اسلام آباد میں جناب الحاج طلحہ محمود وہارون محمود زید عنایتہما ٹیکسلا خانقاہ اقبالیہ میں مولانا حکیم مسعود الرحمٰن، راولپنڈی میں جناب بھائی ہارون قریشی، طلحہ قریشی اور دیگر برادران وغیرہ سے ملاقاتیں کر کے مولانا عزیز الرحمٰن کے مدرسہ دارالعلوم زکریا میں آمد ہوئی، یہاں راقم سطور محمد شاہد نے بخاری

شریف کا افتتاح کرتے ہوئے ابتدائی حدیث پر کچھ دیر عرض کیا بعد ازاں مولانا طلحہ صاحب کی دعا ہو کر نماز عصر ادا کی گئی، اور کھانا کھایا گیا۔

اس موقع پر مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا ارشد الحسینی، مولانا حافظ نثار الحسینی بھی تشریف لے آئے، کافی دیر ان سے ملاقات رہی، اور طرفین نے ایک دوسرے کو کتابوں کے ہدایا پیش کئے۔

۸ر نومبر جمعرات کی شام سے رائے ونڈ کا اجتماع سالانہ شروع ہوا اور اس میں تینوں دن ہماری شرکت رہی۔

۱۱ر نومبر اتوار کی شام میں مولانا طلحہ مرحوم، حضرت حافظ صغیر صاحب کے مکان پر لاہور آ گئے، پھر ایک دن لاہور قیام کے بعد ہمارا پورا قافلہ بذریعہ طیارہ حضرتؒ کے ممتاز اور مشہور خلیفہ مولانا محمد یحییٰ مدنی کی دعوت پر کراچی آ گیا، کراچی کے سہ روزہ قیام میں دارالعلوم کراچی پہنچ کر حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی نیز ایک جدید مدرسہ تقویۃ الایمان کا معائنہ کرتے ہوئے حضرت حکیم اختر صاحب سے ملاقات کے لیے ان کی خانقاہ شریف پہنچے، حضرت حکیم صاحب بڑی محبت و شفقت کے ساتھ پیش آئے، بہت سی کتابیں ہدیہ مرحمت فرمائیں، وہاں سے دفتر ختم نبوت مسجد الفلاح وغیرہ ہوتے ہوئے شب میں ۱۱ بجے مولانا محمد یحییٰ مدنی کے مکان پر پہنچے، کھانا کھایا آرام کیا۔

۱۵ر نومبر جمعرات کی صبح لاہور آنے کے لیے مطار کراچی پہنچے تو وہاں پر دفعتاً حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب سے ملاقات ہوگئی، جو ملتان تشریف لے جا رہے تھے، لاہور میں ہمارا قیام ۲۰ر نومبر تک حضرت حافظ صغیر احمد صاحب کے مدرسہ اور خانقاہ میں رہا، اور پھر وہیں سے ہندوستان کے لیے روانہ ہو کر بعافیت سہارنپور پہنچے۔

﴿۳﴾ اسی طرح آپ کا ایک سفر ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء میں بھی ہوا ہے، اس موقعہ پر بھی آپ نے وہاں کے جامعات اور مدارس کا دورہ کر کے خاص طور پر ایک بہت

قدیمی وعدہ کی تکمیل کی، جو دارالعلوم حقانیہ کے معائنہ اور مشاہدہ سے متعلق تھا، مولانا راشدالحق سمیع (فرزند گرامی حضرت مولانا سمیع الحق) متعدد مرتبہ آپ کو اس معائنہ و مشاہدہ کی دعوت دے چکے تھے، چنانچہ اس سفر میں آپ جامعہ حقانیہ تشریف لے گئے۔

مولانا طلحہ موصوف کی جامعہ حقانیہ کی تشریف بری پر علماء و مشائخ کی ایک بڑی تعداد جمع ہوگئی تھی، چنانچہ دارالعلوم کے دارالحدیث ہال میں ایک تقریب استقبالیہ منعقد ہوئی، اور حضرت مولانا سمیع الحق مرحوم نے مہمانوں کے تعارف میں ایک خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔

مولانا راشدالحق سمیع اس اجلاس کی تفصیلات میں لکھتے ہیں:

''دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فرزند پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب مدظلہ کی خصوصی دلچسپی و تحریک پر آپ دارالعلوم تشریف لائے، دارالعلوم میں آپ کی آمد کے موقع پر عید کا سماں پیدا ہوگیا تھا، مختصر وقت اور بغیر اطلاع کے باوجود ہزاروں علماء و فضلاء صوبہ بھر سے تشریف لا چکے تھے، حضرت والا مدظلہ نے نماز ظہر ہمارے غریب خانے میں ادا کی، پھر اس کے بعد دارالعلوم کے دارالحدیث ہال میں باقاعدہ تقریب کا آغاز ہوا۔

تلاوت کلام پاک کے بعد حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا اور حضرت کاندھلوی کے آبا و اجداد کے شاندار علمی، اصلاحی اور دعوتی خدمات پر روشنی ڈالی، اس کے بعد مجلس میں دیگر شرکاء کا مختصر تعارف فرمایا۔ جس میں عالمی ختم نبوت موومنٹ کے مرکزی صدر حضرت مولانا عبدالحفیظ (مقیم مکہ مکرمہ) اور پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب (مہتمم دارالعلوم زکریا ترنول

راولپنڈی) پیر طریقت حضرت مولانا مفتی مختار الدین شاہ (سجادہ نشین دارالعلوم کربوغہ کوہاٹ) مولانا عبدالقیوم حقانی (مہتمم جامعہ ابو ہریرہ) شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم (دیربابا) شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب، مولانا مفتی سیف اللہ حقانی صاحب، مفتی محمد یوسف صاحب کراچی، مولانا عدنان کاکاخیل (معروف خطیب و دینی اسکالر) و دیگر علماء شامل تھے۔

مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب اور مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نے بھی حضرت کاندھلوی اور ان کے آباء و اجداد کے پس منظر کو بیان کرنے کے بعد ان سے طلبہ کو اجازت حدیث دینے اور وعظ و نصیحت کرنے کی درخواست کی، حاضرین مجلس بیان سے زیادہ سے زیادہ ان کی روحانیت، شخصیت اور دیدار سے فیضیاب ہوتے رہے، مجلس میں انوار و برکات کی بارش تھی''۔

اس موقع پر آپ کا ملتان جانے کا بھی نظام بنا اور آپ وہاں کے بھی دینی مدارس میں تشریف لے گئے، اور اپنے بیانات میں دینی دعوت پر زور دیتے رہے، مولانا غلام نبی مقیم مدینہ منورہ سفر ملتان سے متعلق اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

''غالباً ۲۰۱۱-۲۰۱۲ء میں راقم کو ملتان میں مولانا طلحہ کاندھلوی کی زیارت کا موقع ملا، نہایت متواضع عاجز، خشیت اور للٰہیت کا پیکر پایا۔

اپنے خصوصی بیان میں آپ نے فکر امت کی دعوت کے ساتھ مسلمانوں کی اصلاح پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو دوسروں تک پہنچائے۔ دینی مدارس، مکاتب قرآنیہ کے حوالے سے بھی آپ کافی فکرمند اور فعال کردار ادا

کرتے رہے''۔

سفر بنگلہ دیش اور حضرت شیخ پر ایک عظیم سیمینار

۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء میں حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن رئیس و مؤسس مرکز الفکر الاسلامی بنگلہ دیش و جامعۃ الابرار ڈھاکہ کی مخلصانہ ومحبانہ دعوت پر مولانا محمد طلحہ اور راقم سطور محمد شاہد کا ایک سفر جو تقریباً دو ہفتہ کا تھا بنگلہ دیش کا ہوا۔

اس سفر میں بلا مبالغہ چھوٹے بڑے درجنوں پروگرام اجتماعات اور مختلف مدارس کے جلسوں میں شرکت کی گئی، اور کم وبیش تمام ہی مقامات پر مولانا طلحہ صاحب کے بیانات اور دعائیں اور تصوف وسلوک کی لائن سے بیعت کا سلسلہ چلتا رہا۔ ان میں سب سے اہم اور بھرپور شان و شوکت کا حامل وہ اجلاس تھا جو حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن کی طلب پر ڈھاکہ شہر میں ہوا، اور جو حضرت شیخ کی علمی و روحانی شان اور مقام کو اجاگر کرنے کے لیے ہوا تھا۔

اس سیمینار میں بلا مبالغہ کئی ہزار آدمی شامل تھے، اور پورے بنگلہ دیش سے علماء وفضلاء اور مشائخ شریک ہوئے تھے، چونکہ قیام بنگلہ دیش سے قبل مشرقی پاکستان کی حیثیت سے حضرت شیخ کے تلامذہ کی بہت بڑی تعداد وہاں موجود تھی، اس لیے ان حضرات نے بھی اس اجلاس میں شرکت اپنے لیے سعادت اور اپنے استاذ ومربی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کی خدمت میں اس شرکت کو خراج تحسین کا بہترین ذریعہ قرار دیا، اس موقع پر مختلف علماء اور اکابر کی تقریروں کے بعد راقم سطور محمد شاہد نے اپنا ایک مقالہ جو''بنگلہ دیش میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے تلامذہ حدیث اور آپ کی تصانیف کے تراجم کا ایک

جائزہ‘‘ کے عنوان سے نہ صرف اجلاس میں پڑھا گیا بلکہ اردو اور بنگلہ زبان میں اس کی طباعت و اشاعت ہزاروں کی تعدام میں ہوکر شرکاء اجلاس کو پیش کی گئی۔

اس مقالہ میں حضرت شیخ کے تین سو چونسٹھ (۳۶۴) بنگلہ دیشی تلامذہ کا ایک تفصیلی ریکارڈ پیش کیا گیا تھا۔ نیز حضرت کے ممتاز تلامذہ میں چھ بنگلہ دیشی علماء کے حالات بھی شامل مقالہ کئے گئے تھے ان کے علاوہ ان بارہ اہل علم وفضل کا بھی تذکرہ کیا گیا تھا جو حضرتؒ کی کتابوں کو بنگلہ زبان میں منتقل کرکے شائع کررہے ہیں۔ یہ اردو اور بنگلہ زبان میں شائع ہونے والا مقالہ فقیہ الملت فاؤنڈیشن بشوندھرا ڈھاکہ بنگلہ دیش سے جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ/مئی ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا تھا۔

بنگلہ دیش کے اس سفر سے ہندوستان واپسی کے لئے جب ہم لوگ ڈھاکہ مطار پر پہونچے تو احقر نے مولانا محمد طلحہ کو تنہائی میں متوجہ کیا کہ اتنے بڑے طویل سفر میں آپنے کسی بھی اہل حق مستحق کو حضرت شیخ کے سلسلہ میں اجازت بیعت وخلافت نہیں دی حالانکہ یہ کام بھی ضروری تھا مولانا مرحوم نے بہت سادگی کے ساتھ دریافت کیا کہ کس کو اجازت دی جائے؟ بندہ نے حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن کا نام پیش کیا اس پر مولانا طلحہ صاحب نے ان کو اپنے پاس بٹھا کر ان کو چاروں سلسلوں میں اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔

❑ علالت اور وفات

❑ تعزیتی خطوط اور تأثرات

علالت اور وفات

مولانا طلحہ مرحوم کی صحت ہمیشہ قابل رشک رہی وہ درمیانہ جسم اور معتدل قد و قامت کے انسان تھے جسم میں بھی ایسی فربہی نہیں تھی کہ اس کی وجہ سے چلنے پھرنے یا اٹھنے بیٹھنے میں کوئی دقت اور دشواری ہو۔

ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ/ ۱۶ رمئی ۲۰۰۵ء میں آپ کی آنکھوں میں موتیا آجانے کی وجہ سے آپریشن بھی ہوا، جس کے لیے آپ دہلی تشریف لے گئے، مشہور معالج ڈاکٹر محسن ولی کی نگرانی میں یہ آپریشن ہوا تھا، مولانا زبیر الحسن مرحوم اس موقع پر شروع سے آخر تک آپ کے ساتھ ہسپتال میں رہے، جب کہ راقم سطور محمد شاہد اگلے ہی دن دہلی آپ کی خدمت میں پہنچ گیا تھا۔

افاقہ اور احتیاطی تدابیر ختم ہوجانے پر جب آپ سہارنپور تشریف لائے تو حضرت مولانا سید محمد رابع ۱۲ رجون ۲۰۰۵ء میں لکھنؤ سے حضرت مولانا قاری امیر حسن، ۲۹ رجولائی میں ہردوئی سے اور حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی ۳ راگست میں دیوبند سے عیادت ومزاج پرسی کی غرض سے تشریف لائے۔

نزلہ، زکام، کھانسی، بخار ہوجانے پر وہ ہمیشہ یونانی علاج کو ترجیح دیا کرتے تھے، اور سہارنپور میں اس کے لیے راقم سطور کے عم بزرگوار مولانا حکیم سید محمد اسرائیل اور ان کی وفات کے بعد ان ہی کے چھوٹے حقیقی بھائی مولانا حکیم سید محمد عزیران کے علاج ومعالجہ کے لیے متعین تھے۔

لیکن آخر کے ۵-۶ سالوں میں جب بہت سے عوارض ان کو لاحق ہوگئے اور

ضعف ومعذوری بڑھتی چلی گئی تب انہوں نے ڈاکٹری علاج شروع کرکے ہسپتال کا رُخ کیا، اس سلسلہ میں موصوف مرحوم زیادہ تر میرٹھ کے ایک مشہور ہسپتال ''آنند'' سے رجوع کرتے تھے۔

مرض وفات کا تسلسل تقریباً آخری ۵-۶ سالوں سے چل رہا تھا چنانچہ ۲۶ رصفر ۱۴۳۵ھ/ ۳۰ ردسمبر ۲۰۱۳ء میں علالت کا آغاز ہونے پر پیٹ میں تیزابیت بڑھنی شروع ہوئی، اس پر مقامی ڈاکٹروں سے رجوع کیا گیا اور طبیعت نہ سنبھلنے پر ہسپتال میں داخل کیے گئے، ۳-۴ یوم وہاں رہ کر علاج ہوا اور شفایابی کے بعد گھر واپس آئے، اس موقع پر مفتی فرید گجراتی مولوی جنید سہارنپوری، مفتی محمد صالح اور مولوی اسامہ سہارنپوری تیمارداری کے مد میں ہسپتال رہے اس علالت کے بعد طبیعت میں بہت زیادہ یکسوئی اور خاموشی پیدا ہوگئی تھی، ہفتہ عشرہ تندرست رہ کر بیماری کا دوبارہ حملہ ہونے پر ۱۲ رجنوری ۲۰۱۴ء/ ۱۰ رربیع الاول ۱۴۳۵ھ میں آپ کو میرٹھ ہسپتال لے جایا گیا، ۴-۵ روز وہاں علاج کے بعد پھر سہارنپور واپسی ہوئی۔

بہر حال آہستہ آہستہ صحت کی ناہمواری بڑھتی چلی گئی، اور اسی حال میں آپ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ/ دسمبر ۲۰۱۸ء میں سفر عمرہ پر روانہ ہوگئے، دہلی اور جدہ کے درمیان دوران پرواز ہوائی جہاز میں طبیعت مزید متأثر ہوکر اٹیک ہوا، چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچ کر اپنے ہمیشہ کے میزبان مولانا محمد حشیم صاحب کی قیامگاہ پر نہ پہنچ کر سیدھے مستشفیٰ ''النور'' میں داخل کیے گئے، ہفتہ عشرہ علاج معالجہ کے بعد طبیعت سنبھل گئی، اور پھر آپ وہاں سے کعکیہ مولانا حشیم صاحب کے مکان پر آ گئے، ابھی یہاں قیام کو ایک ہی ہفتہ گذرا تھا کہ اچانک آپ پر فالج کا حملہ ہوا، اور اوپر سے نیچے تک جسم کا داہنا حصہ مفلوج ہوگیا، جس کی وجہ سے بات چیت کرنا اور آپ کی ضروریات کو سمجھنا بھی مشکل ہوگیا۔ چنانچہ پھر فوراً ہی مستشفیٰ ''النور'' لے جایا گیا۔اس مرتبہ کے علاج

سے طبیعت نے کچھ سنبھالا لیا تو احباب کے مشورہ سے مدینہ منورہ چلے آئے۔

اس سفر کے خدام اور حاضر باش اصحاب میں مولانا محمد اویس گجراتی، مولانا محمود رومی، مولانا محمد لقمان مکی، مولانا عبدالوحید مدنی، مولانا ہثیم مکی نے ہمہ وقت تیمارداری کی خدمات انجام دیں۔ اول الذکر دونوں خدام کے علاوہ بقیہ حضرات حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔

آپ کی علالت کی نوعیت ایسی تھی کہ ہر وقت امید وبیم کی کیفیت رہتی تھی، اسی حالت میں چار ماہ حرمین شریفین گذار کر اپریل ۲۰۱۹ء/ مطابق رجب ۱۴۴۰ھ میں ہندوستان واپسی ہوئی۔

ہفتہ عشرہ گذرنے کے بعد ماہ رمضان المبارک کا آغاز ہوگیا، تو آپ اپنے چالیس سالہ معمول کے برخلاف معتکف شیخ میں قیام نہ کرکے مسجد سے ملحق کمرہ میں مقیم ہوگئے، اور وہیں سے معتکفین اور غیر معتکفین کی نگرانی اور اموراعتکاف کی دیکھ بھال کرنے لگے۔ بعد رمضان آپ اپنی قیام گاہ کچے گھر تشریف لے آئے۔شوال کا تمام اور ذیقعدہ کا نصف مہینہ صحت اور بیماری کے اُتار چڑھاؤ میں گذر گیا، یہاں تک کہ ۱۹/ذی قعدہ/۲۳/جولائی منگل میں مایوسی کی حالت میں میرٹھ ''آنند ہسپتال'' پہنچائے گئے۔وہاں طبیعت کی خطرناکی کی بناء پر آئی، سی، یو میں رکھا گیا۔اہل تعلق برابر عیادت ومزاج پرسی کے لیے ہسپتال آتے جاتے رہے، حضرت مولانا محمد عاقل، حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی، حضرت مولانا محمد سلمان، راقم سطور محمد شاہد، مولانا محمد خالد، شیخ محمد عالم، مفتی محمد صالح، مولوی محمد یاسر، مولوی محمد عثمان، مولوی نعمان، مولانا محمد جعفر اور دہلی سے مولانا محمد سعد، مولانا زہیر الحسن، مع برادران، نیز کاندھلہ سے مولانا نور الحسن راشد وغیرہ برادران اور تینوں مقامات کی مستورات کی مسلسل آمدورفت میرٹھ ہوتی رہی۔

اس آخری موقعہ پر جو خدام متواتر خدمت میں موجود رہے وہ یہ تھے:

مولانا محمود رومی، مولانا اویس گجراتی، مفتی اسحاق راندیری، مولانا ہیثم ابن مولانا طاہر مکی، مولانا لقمان مکی، اور عزیزم مولوی محمد ثوبان ابن مولانا محمد سلمان سہارنپوری۔

تمام علاج معالجوں اور احتیاطی تدابیر کے باوجود وقت موعود پورا ہو چکا تھا اس لیے ۱۰/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ/۱۲/اگست ۲۰۱۹ء میں آپ نے وفات پائی۔

محترم جناب الحاج خالد منیار سورت گجرات سے مزاج پرسی کے لیے آئے ہوئے تھے لیکن علالت کی خطرناکی اور سنگینی کو دیکھتے ہوئے وہ سہارنپور ہی ٹھہرے رہے، مولانا مرحوم کی وفات کا سانحہ ان کے زمانۂ قیام میں ہی پیش آیا اور وہ تجہیز و تکفین اور تدفین کے تمام مراحل میں اول سے آخر تک شریک رہے۔

آپ کے مسترشد خاص اور خلیفہ و مجاز مولانا عبداللہ معروفی آپ کی وفات کے آخری لمحات کے متعلق لکھتے ہیں:

''حضرت کافی ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے، ایسا لگتا تھا کہ آج حضرت کی عید سے بڑھ کر کوئی عید ہونے والی ہے، خدام نے اجازت چاہی اور نماز عید کی ادائیگی کے لیے روانہ ہو گئے، میرٹھ کے متوسلین و متعلقین میں سے بھائی ارشد وغیر نے ان احباب کی ضیافت کا نظم کر رکھا تھا۔ چنانچہ یہ لوگ فارغ ہو کر تقریباً ایک بجے واپس ہوئے، اور حضرت کی زیارت کر کے تین ساتھی تو قیلولہ کی نیت سے اپنے کمرے میں چلے گئے، مفتی اسحاق وہیں ٹھہر گئے، تھوڑی ہی دیر میں مفتی اسحاق نے دیگر ساتھیوں کو فون کر کے بلالیا کہ حضرت کی طبیعت گر رہی ہے، بھاگتے ہوئے سب آ گئے، مولوی اویس اور مولوی اسحاق میں سے ایک نے سورہ یٰسین پڑھنی شروع کر دی، دوسرے نے سورہ رحمٰن اور مولوی محمود نے ذکر

بالجہر شروع کردیا۔ادھرسورہ یٰسین اورسورہ رحمٰن پوری ہوئی اوراُدھرطائر روح اپنے قفس عنصری سے پرواز کرگیا۔

جی ہاں آج لوگ تو جانوروں کی قربانی پیش کرکے اپنے رب کے حضورعشق وفنائیت کا مظاہرہ کررہے ہیں، اورایک عاشق شیدا بے تابانہ طور پراپنی روح کا ہی نذرانہ اپنے محبوب پر نچھاور کرکے ہمیشہ کا سکون حاصل کررہا ہے‘‘۔

اس سانحہ کی اطلاع چند ہی منٹوں میں ساری دنیا کی طرح سہارنپور میں بھی پہنچ گئی،اورخدام ومتعلقین اوراہل قرابت کی ایک بڑی تعداد مولانا مرحوم کے مکان (کچہ گھر) پرجمع ہوگئی۔ جنازہ بھی عصر کےوقت میرٹھ سے پہنچ گیا تھا،اوراس کی آمدآمد سے قبل تجہیزوتکفین اوراس کا وقت وغیرہ سارے امور مولانا محمد عاقل،مولانا محمدسلمان ، جناب الحاج خالدمنیاراورراقم (محمدشاہد) کے باہمی مشورہ سے طے کرلئے گئے۔

چنانچہ مشورہ کےمطابق جنازہ مغرب سے پہلے زکریامنزل (مظاہرعلوم) کے صدر دروازہ پر رکھ دیا گیا تا کہ آخری زیارت کرنے والے سہولت کے ساتھ ساتھ آتے جاتے رہیں دس بجے تک یہ سلسلہ چلتا رہااور پھرقبرستان حاجی شاہ کمال الدین لے جایا گیا ، گیارہ بجے شب میں حضرت مولانا سیدازشد مدنی نے نمازجنازہ پڑھائی۔اوراس میں کوئی شک نہیں کہ نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی بہت بڑی تعداد سے عند اللہ ان کی مقبولیت اورعندالناس ان کی مرجعیت ومحبوبیت کا اندازہ ہوا۔

اس موقع پر راقم سطور کے روزنامچہ سے مزید وضاحت سامنے آجاتی ہے۔ چنانچہ اس میں لکھا گیا ہے کہ:

’’مولانا محمد طلحہ مرحوم گذشتہ بیس دن سے میرٹھ ہسپتال میں داخل

تھے، امید وبیم اور موت و حیات کی کشمکش چل رہی تھی کہ ۱۰؍ذی الحجہ/ ۱۲؍اگست پیر کی شام تقریباً چار بجے ہسپتال میں انتقال فرما گئے۔

اطلاع ملنے پر مولانا عاقل، مولانا سلمان اہل خاندان و تعلق بھی وہاں پہنچ گئے، احقر کو بھی وہاں بلایا گیا کہ ضروری مشورے کرنے ہیں، فوراً آ جاؤ، بندہ کا کمر میں شدید درد کی وجہ سے چلنا پھرنا دشوار تھا، اس لیے عربیہ (وہیل چیئر) پر جا کر مشورہ میں شریک ہوا، مولانا عاقل صاحب نے احقر کو مخاطب بنا کر کہا کہ نماز جنازہ مولانا ارشد مدنی کو پڑھانی چاہئے، مولانا سلمان نے بھی اس کی تائید کی اور پھر شاہد نے ہی مولانا ارشد مدنی سے فون پر بات چیت کی، متعدد مرتبہ کے انکار کے بعد قبول فرمالیا، اور پھر نو بجے مظاہر علوم پہنچ گئے، بہت بڑا مجمع تھا، افسران وغیرہ بھی بار بار آتے رہے، اور اچھا نظم کیا، شاہد اپنے کمر کی درد کی وجہ سے مولانا مدنی ہی کی گاڑی میں قبرستان تک گیا، مولانا مدنی اژدہام کی وجہ سے نماز جنازہ پڑھا کر مدرسۃ الشیخ آ گئے، اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک مجمع کے چلے جانے کا انتظار کرتے رہے، اور پھر دیوبند روانہ ہو گئے"۔

یہ بھی خاندان شیخ الاسلام اور خانوادۂ شیخ الحدیث کے درمیان ایک قابل فخر نقطۂ اتحاد ہے کہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی نماز جنازہ مولانا سید اسعد مدنی مرحوم کے حکم سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نے پڑھائی تھی اور پھر تقریباً ۵۰؍ سال گذرنے کے بعد مولانا سید اسعد مدنی کی نماز جنازہ مولانا ارشد مدنی اور مولانا محمود مدنی کے حکم سے مولانا محمد طلحہ کاندھلوی نے پڑھائی، اور پھر تقریباً بارہ سال گذرنے کے بعد خانوادہ حضرت شیخ کے مشورہ سے مولانا محمد طلحہ کی نماز جنازہ مولانا سید محمد ارشد مدنی کی زیر امامت ادا کی گئی۔

تاریخ میں ایسے عجیب وغریب تقدیری فیصلے بہت کم ملیں گے۔

آپ کے مسترشد خاص اور مجاز بیعت جناب الحاج خالد منیار سورتی (جنھیں پوری زندگی مولانا مرحوم کا اعتماد خصوصی حاصل رہا) نے ذیل کا قطعۂ وفات ترتیب دیا ہے:

ان کی رحلت سے بہت محزون ہے
ان کا مسترشد یہ خالد سورتی

قطعۂ تاریخِ رحلت کے لیے
ہاتف غیبی نے یہ آواز دی

''جا'' ملا کر پڑھ دے ان کی شان میں
تیسویں پارے کی آیت فـــادخـلـی

مولانا مرحوم کے حادثہ وفات پر ہندوستان و پاکستان کے بہت سے اخبارات اور دینی مجلّات اور مشاہیر علماء و اہل قلم نے اپنے شذرات اور تعزیتی مضامین لکھے۔ وائس اپ، یوٹیوب اور فیس بک پر بھی بہت سے مضامین دیکھے گئے۔

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے ممتاز و معروف خلیفہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی اس سانحہ کے موقعہ پر ادائیگی حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ میں موجود تھے اطلاع ملنے پر وہ فوراً حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی کی خانقاہ پہنچے اور تمام متعلقین و احباب جن میں مولانا مکی مرحوم کے خانوادہ کے اصحاب اور فرزندان خصوصیت سے موجود تھے سب نے مل کر ایک تعزیتی مجلس منعقد کر کے ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر مولانا کی روح کو ایصال ثواب کیا اور دعائے مغفرت کی۔

تعزیتی خطوط اور تأثرات

مولانا کے سانحۂ وفات کے بعد کئی ماہ تک تعزیتی وفود کی آمد و رفت کا سلسلہ چلتا رہا، جن میں علماء و خواص سے لے کر تمام طبقات کے افراد شامل تھے، جو حضرات اپنی معذوری یا مسافت کی دوری کی وجہ سے نہیں آسکے، انہوں نے تعزیتی خطوط کے ذریعہ اپنے دلی تاثرات ارسال کئے۔

مولانا مرحوم چونکہ زندگی بھر تعلیم، تبلیغ اور تزکیہ تینوں امور کے داعی رہے، اس لیے آنے والوں میں تینوں طبقات کے احباب شامل رہے۔

مولانا طلحہ مرحوم نے اپنی حیات کے آخری ایام میں مولانا محمد سلمان ناظم جامعہ مظاہر علوم کو اپنا جانشین اور نائب متعین کردیا تھا، اس لیے تمام آنے والے حضرات اور وفود مولانا مرحوم کے مکان پر پہنچتے رہے، اور مولانا سلمان موصوف سے بطور خاص تعزیت مسنونہ کرتے رہے، اس موقعہ پر بہت سے اہل تعلق حضرت مولانا محمد عاقل شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم اور راقم سطور (محمد شاہد) سے بھی ملاقات اور تعزیت کے لیے تشریف لائے۔

موصولہ تمام خطوط اور تاثرات کی اشاعت چونکہ طوالت کا سبب ہے اس لیے آنے والے صفحات میں چند خواص کے تعزیتی خطوط اور دیگر بعض اصحاب کے رنج و غم سے بھرپور تاثرات نمونہ کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔

ان تعزیتی خطوط اور دلی تاثرات سے مولانا مرحوم کی بہت سی خداداد صفات اور کمالات کا بھی قارئین کو علم ہوجائے گا:

☆☆﴿۱﴾☆☆

”از دائرہ حضرت شاہ علم اللہ تکیہ کلاں رائے بریلی

گرامی منزلت جناب مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا، حادثہ جانکاہ کی خبر سے طبیعت پر بڑا اثر پڑا حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کی جو شفقتیں اور عنایتیں خاکسار اور اس کے خاندان کو حاصل رہیں اس کو حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قائم اور جاری رکھا تھا۔

میری والدہ مرحومہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے بیعت تھی، اور مکاتبت بھی رکھتی تھیں، میرے بھائی صاحب کا بھی ایک طرح سے فدائیت کا تعلق تھا، اور میرے ماموں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت شیخ کے مشورہ اور دعا سے اپنے دینی، ملی، دعوتی کاموں کو انجام دیتے تھے، حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کو ان سب باتوں کی بڑی قدر تھی، اور وہ اس بات کا اہتمام فرماتے تھے کہ جو کام حضرت شیخ نے ندوہ کے توسط سے کرائے خاص طور پر عربی کتابوں کی طباعت وغیرہ مولانا محمد طلحہ صاحب نے بھی یہی چاہا، اور فضائل کی کتابوں میں جو ترجمہ اور طباعت سے رہ گئی تھیں، یہ ندوہ کے اساتذہ وکارکنوں کے سپرد کیا، اور مجھ ناچیز سے بہ اصرار مقدمہ لکھوایا۔ جب ان کی خدمت میں حاضری ہوتی تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہتی۔

آپ حضرات پر اس حادثہ کا جو اثر ہوگا وہ فطری بات ہے، مجھے فوراً حاضر ہونا چاہئے تھا مگر صحت کی کمزوری کے باعث خود حاضر نہیں ہو پا رہا

ہوں ہمارے قریبی افراد خاندان مولوی بلال، مولوی محمود، مولوی معاذ، عزیزی رشید احمد سلمہ اور مولوی عمیر حاضر ہو رہے ہیں، جو میرے احساسات کی ترجمانی کریں گے۔

میں آپ حضرات کے لیے دعا کرتا ہوں اور خود بھی اس کا بہت محتاج ہوں۔ والسلام

مخلص محمد رابع حسنی ندوی

۱۵/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ

☆☆﴿۲﴾☆☆

از: دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا سلمان صاحب مظاہری زید مجدکم!

ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب نوراللہ مرقدہ کے سانحۂ ارتحال کی خبر سے ہم خدام دارالعلوم واساتذہ کرام کو بے حد صدمہ ہوا، ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

حضرت مولاناؒ کی نسبت اوران کی تصوفانہ زندگی نمونۂ اسلاف تھی، جو پورے علاقہ اور خصوصاً مظاہر علوم کے لیے بڑی سعادت کی بات تھی، کہ علاقہ میں ایسی بزرگ اور بڑی شخصیت موجود تھی۔ حضرت دارالعلوم دیوبند کے معزز رکن شوریٰ تھے، اور بحالت صحت شوریٰ میں شرکت فرماتے رہے، حضرت طویل علالت کے بعد اس دارفانی سے رخصت ہوکر اپنے تمام متعلقین ومنتسبین کو داغ مفارقت دے کر مالک حقیقی سے جا ملے۔

اس صدمہ کی گھڑی میں ہم خدام دارالعلوم دیوبند آنجناب کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ ذوالجلال والاکرام حضرت مولانا کی حسنات کو قبول فرماتے ہوئے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ان کی رحلت سے جو خلاء علاقہ میں پیدا ہوا ہے،اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔تمام متعلقین واہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم سفر حج میں تشریف لے گئے ہیں،اورانہوں نے وہیں سے تعزیت پیش فرمائی ہے،ان کی طرف سے بھی تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں،حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی معیت میں ایک وفد کو جنازہ میں شرکت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ والسلام

عبدالخالق عفی عنہ مدراسی
قائم مقام مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۴۴۰/۱۲/۱۹ھ/ ۲۰۱۹/۸/۲۱ء

☆☆﴿۳﴾☆☆

از: جامعہ اشرف العلوم گنگوہ ضلع سہارنپور

گرامی قدر والا صفات حضرت مولانا محمد شاہد سہارنپوری دامت برکاتہم
امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

درخدمت عالی معروض آں کہ یہ خبر کلفتِ اثر صاعقہ بن کر گری کہ ہم سب کے مخدوم زادے، یاگار سلف اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ کے راست جانشین حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی

سرپرست جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور بھی طویل علالت کے بعد یوم النحر ۱۴۴۰ھ/ ۱۲/اگست ۲۰۱۹ء بروز دوشنبہ مسافرانِ آخرت میں شامل ہوگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون، ان للہ ما اعطیٰ ولہ ما اخذ وکل شیء عندہ باجل مسمی فلتصبر والتحتسب ؎

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب اپنی سادگی وبے نفسی طبعی شرافت عالی ظرفی، حمیت دین اور مہمان نوازی وقدرشناسی میں اپنی مثال آپ تھے، انہوں نے اپنی حیات مستعار کے ماہ وسال احسان و سلوک کی ترویج اور تزکیۂ نفوس کے لیے وقف کردئے تھے۔

حضرت مولانا نے تعلیم وتربیت کے جملہ اسباق جن مشائخ اساتذہ وکبارعلماء سے پڑھے وہ سب زمانہ کی برکت اور وقت کی شبلی وجنید تھے،مولانا محمد طلحہ صاحب کے قلب وقالب پرانہیں اثرآفریں شخصیات کا عکس جھلکتا تھا، یقیناً ہمارے ان مشائخ کے یہاں علم صرف قیل وقال یا نرے فلسفہ سے عبارت نہیں تھا بلکہ ان کے زیرتربیت افراد کے ظاہر و باطن کوسنت وشریعت سے ہم آہنگ کرنے والے اس حقیقی علم سے تھا جس نے ایمان وعقیدہ کی چمک پیدا کرنے کے ساتھ صلاح وتاثیر کی جوت جگائی تھی۔حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب پراسی نسبت احسانی کا قابل قدر غلبہ تھا انہوں نے اپنے والد گرامی کی جانشینی کے ذریں باب کا بڑا لحاظ رکھا اور تادمِ واپسیں وہ اسی تکبیر مسلسل کے حُدی خواں رہے۔

میرے والد بزرگوار حضرت مولانا قاری شریف احمد گنگوہی رحمہ

اللہ کے ساتھ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طرح مولانا مرحوم بھی محبت وانسیت کا علاقہ رکھتے تھے، اوراسی نسبت سے وہ راقم الحروف کے ساتھ بھی شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے، بلکہ بعض متعارفین کے ہاتھوں گاہے گاہے کتابوں کا ہدیہ بھی بھیجواتے اورارادی طور پراس ناچیز کو یاد بھی فرمالیتے، جس سے آپ کی خوردنوازی اور بڑکپن کا ادراک ہوتا تھا۔

لاریب حضرت مولانا کا سانحۂ ارتحال ہم جیسوں کے لیے حرمان نصیبی کا عنوان ہے، مولانا جس عظیم روحانی قافلہ کے فردِخوش نصیب تھے، وہ سبھی یکے بعد دیگرے بڑی تیزی سے رخصت پذیر ہیں، افسوس کہ حضرت مولانا نے بھی رختِ سفر باندھ لیا، ان کی رحلت پذیری کا یہ غم کسی فرد واحد خاندان یا شہر وملک کی ایک آبادی کا غم نہیں ہے، بلکہ ملت اسلامیہ ایک درویش صفت بڑی نسبتوں کی حامل قابل ذکر شخصیت کے فیض سے محروم ہوگئی ہے، اللہ پاک مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان واہل تعلق کو صبر وشکیبائی کا حوصلہ دے آمین۔

میری طرف سے اور تمام اساتذہ وکارکنان وطلبہ جامعہ کی جانب سے تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں گے اور دعوات صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں گے۔ والسلام

خالد سیف اللہ گنگوہی

(مدیر) جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۱۴۴۰/۱۲/۱۸ھ / ۲۰۱۹/۸/۲۱ء

☆☆﴿۴﴾☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومنا محترم ومکرم حضرت مولانا شاہد صاحب مظاہری دامت برکاتہم ومدت فیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ والوں کے قافلے تیزی سے عالم آخرت کی طرف جارہے ہیں، پچھلے چند سالوں میں کیسی کیسی عظیم ہستیاں اٹھ گئیں ابھی تو ان ہی کے فراق سے دل ودماغ متاثر اور آنکھیں اشکبار تھیں، کہ ہمارے محبوب ''شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ'' کے اکلوتے صاجبزادے ''حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

حضرت مولانا مرحوم گوناگوں صفات عالیہ اور اخلاق فاضلہ کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو حق گوئی کے لیے چن لیا تھا، ان پر افادۂ خلق کا ایک جذبۂ بے تاب طاری تھا، ان کی ذات گرامی سے ایک ڈھارس بندھی تھی، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے وہ جانشین تھے، مظاہرعلوم سہارنپور میں ان کی خدمت کا دائرہ بڑا وسیع ہے، ان کے وصال سے متوسلین ومتعلقین کے دل شکستہ وافسردہ ہیں۔

اہل اللہ کا وجود فتنوں سے رکاوٹ کا ذریعہ ہے، لہٰذا دل سے دعا ہے کہ ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ نے جن فتنوں سے ہمیں محفوظ رکھا تھا ان کے وصال کے بعد بھی محفوظ رکھیں، ان کی حیات مبارکہ میں جن رحمتوں، نعمتوں کا نزول ہوتا تھا ان کے انتقال کے بعد بھی اللہ تبارک وتعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے رحمتوں وبرکتوں کا تسلسل جاری رکھیں۔

حضرت کا وصال مبارک ایسے بابرکت دنوں میں ہوا کہ دنیا اپنی قربانی کی خوشیاں منارہی تھی اور آپ راہِ حق میں اپنی جان کا نذرانہ پیش فرمارہے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لا تحرمنا أجره وَلا تفْتِنَا بَعْدَهٗ لِلّٰهِ ماَ أعْطٰی وَلَهٗ مَا أخَذَ، وَكُلُّ شَيْءٍ عندَهٗ بِأجلٍ مُّسَمّٰى، اَللّٰهُمَّ اغفرْ لهٗ وَارْحَمْهُ وَاكْرِمْ نزُلَهٗ، وَانزِلْ عَلَيْهِ شآبيبَ مغفرتكَ وَرَحْمَتِكَ.

اخیر میں باری تعالیٰ کے جناب میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مکمل مغفرت فرما کر آپ کو اپنے مقاماتِ قرب میں پیہم ترقی درجات عطا فرمائیں، پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشیں، اور ہم سب کو بزرگوں کی ہدایات وتعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کامل توفیق عطا فرمائیں اور اپنے اپنے وقت پر خاتمہ بالخیر اور قابل رشک موت عطا فرمائیں۔

جامعہ میں بذریعۂ سرکلر ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کا اعلان انتقال کے روز کردیا تھا، انشاء اللہ آئندہ بھی موقع بہ موقع ایصال ثواب کیا جائے گا۔ فقط۔ شریک غم وطالب دعا اور دعا گو

املاہ: احمد بزرگ عفی عنہ

۹رمحرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ۹رستمبر ۲۰۱۹ء

☆☆﴿۵﴾☆☆

۱۰رذوالحجہ ۱۴۴۰ھ / ۱۲راگست ۲۰۱۹ء گریگورین

محترم ومکرم مولانا شاہد صاحب مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا طلحہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خبر ملی کہ مولانا نے اپنے رب کی خدمت مین حاضری دے دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

مالک الملک ذوالجلال والاکرام سے التجا ہے کہ حضرت مولانا

نوراللہ مرقدہ کے درجہ بلند فرمائے، آمین۔

ان للّٰہ ما اخذ وللّٰہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی فالتصبر والتحتسب۔

آپ اور جملہ احباب ہماری تعزیت قبول فرمائیں، عنایت ہوگی۔

طالب دعا انجینئر محمد عثمان حیدرآبادی

☆☆﴿۶﴾☆☆

از: جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول، بہار

مخدوم ومکرم گرامی قدر حضرت اقدس مولانا سید محمد شاہد الحسنی سہارنپوری دامت الطافکم العالیہ امین عام جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور یوپی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو، الحمدللہ بندہ بھی اللہ رب العزت کے فضل وکرم اور حضرت والا کی دعاؤں سے اچھا ہے۔

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

یہ ہم سب کے لیے حزن وملال کی بات ہے کہ ہندوستان میں رشد وہدایت کی ایک کڑی اور ہم سب کے پیر ومرشد حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلویؒ رب حقیقی سے جاملے، ان کے انتقال کی خبر موصول ہوکر شدید صدمہ کا باعث ہوا، بندہ عاجز چاہ کر بھی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرسکا۔ حضرت شیخ مولانا محمد طلحہ صاحب کے انتقال نے جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور کے جملہ منتسبین اور خانوادہ داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے عقیدت مندوں کو مغموم ومضمحل کردیا۔

اللہ سے دعا گو ہوں کہ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، ان کی قبر کو نور سے بھر دے، اور جنت الفروس میں اعلی مقام عطا کرے۔ آمین یارب العالمین ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بلا شبہ اس دور قحط الرجال میں دین ودعوت اور سنت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرنے والی شخصیات کم ہیں، ایسے میں پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے انتقال کی خبر نے پورے عالم پر بجلی گرادی، حضرت مولانا مرحوم اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی تھے، جس میں امام ربانی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب بذل المجہود حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ، حضرت مولانا مفتی یحییٰ کاندھلویؒ والد ماجد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ جیسی نابغہ روزگار شخصیات نگینہ کی طرح چمک رہی تھیں۔ یہ وہ شخصیات تھیں جو علوم اسلامی کا بحر ذخار تھیں، تو سلوک وتصوف اور رشد و ہدایت کی دنیا بھی ان سے آباد تھیں اور اسی نقرئی سلسلے کے عظیم بزرگ شیخ طریقت پیر جی مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ بھی تھے، اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، مگر ان کے کردار کی ہر ہر ادا ہمیشہ یاد رہے گی۔

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے اس وقت دیکھا تھا جب آج سے تقریباً ۳۷ / برس قبل راقم الحروف جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوا تھا، دوران طالب علمی بھی ان کی مجلس میں بار بار بیٹھنے کا اتفاق ہوا، اور ہر بار کچھ نہ کچھ نصیحتیں لے کر اٹھا، ایسی شخصیت آج ڈھونڈنے سے نہیں ملتی، جن کی مجلس میں جانے

کے لیے خود کو تیار کرنا ہوتا ہو، ان کے سامنے جب جانا ہوا متعدد قسم کے سوالات کا سامنا ہوا، کبھی وضع وقطع پر سرزنش کرتے، کبھی ذکر وفکر کی باتیں، تو کبھی علماء کی صحبت اور احترام کی تلقین۔

دورۂ طالب علمی کے بعد جب زمانہ نے مجھے بھی بے حد مشغول اور مصروف کردیا تو اس کے باوجود بھی جب بھی سہارنپور کا رخ کرتا تو پیرو مرشد مولانا محمد طلحہ کی خدمت میں ضرور حاضری دیتا، اپنی اور جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول بہار کی سرگرمیاں بتاتا تو وہ خوب دعائیں دیتے، کچھ لوگوں کو ان کی نصیحتیں گراں بھی گزرتیں، مگر وہ اس سلسلے میں رعایت کے ہرگز قائل نہ تھے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ تمام علماء اور مسلمانوں کو سنت کا پابند دیکھنا چاہتے تھے، اور یہ بھی چاہتے تھے کہ کم ازکم علماء اور دین کے کاموں سے وابستہ افراد پوری طرح سنت کے پابند ہوں، اسلام کے پیروکار نظر آئیں، اور ان کے ہر قدم سے دعوت وتبلیغ کی روشنی پھیلتی ہوئی نظر آئے۔

بلاشبہ حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ امت کے ایک بلند پایہ مصلح اور تزکیہ کے عظیم داعی تھے، ان کے انتقال سے ایک جہاں ان کی بصیرت احسان وسلوک سے محروم ہوگئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی وفات سے مادر علمی جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور کے تمام منتسبین، مرکز دعوت وتبلیغ بستی حضرت نظام الدین دہلی کے تمام افراد کار اور علماء وصلحاء کو شدید ورنج وغم ہوا ہے، راقم بھی غمزدہ خانوادے کا خود کو ایک فرد تصور کرتا ہے، اور تمام بزرگان ملت کی خدمت میں تعزیت کا اظہار کرتا ہے، اللہ سے دعا ہے کہ مرحوم کی مغفرت کرے، ان کے درجات بلند فرمائے، اور ان کی نصیحتوں، پیغامات اور نقش قدم پر چلنے کی پوری امت کو توفیق عطا فرمائے۔

بالخصوص حضرت الاستاذ مولانا محمد سلمان مظاہری ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا سید محمد عاقل جامعہ مظاہر علوم ،امین عام جامعہ مظاہر علوم اور شیخ زکریا کے علوم ومعارف کے ترجمان جامعہ مظاہر علوم کے روح رواں حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی سہارنپوری کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہوں کہ وہ اس خاندان کے علمی وفکری ترجمان ہیں، اوراس خاندان کے اہم ترین بزرگ ہیں۔ ان کے علاوہ تمام وابستگان اور رشتہ داروں کی خدمت میں بھی اظہار تعزیت کرتا ہوں۔ حضرت مولانا مرحوم کے انتقال پر ملال کی جیسے ہی اطلاع ملی، جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول بہار میں دعائیہ مجلس کا اہتمام کیا گیا، جس میں جامعہ کے اساتذہ، طلبہ اورذمہ داروں نے شریک ہوکر مولانا مرحوم کے لیے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کی۔

رفتہ رفتہ بجھتا جاتا ہے چراغ آرزو
پہلے دل خاموش تھا اب زندگی خاموش ہے

محتاج دعا بندہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

بانی ومہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول، بہار

جانشین خلیفہ ومجاز: سرمایہ ملت کے نگہبان خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی

جانشین حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہما اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۴؍ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۶؍اگست ۲۰۱۹ء

☆☆ (۷) ☆☆

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے سانحہ ارتحال پر جمعیۃ علماء ہند کا اظہار رنج وغم:

جمعیۃ علماء ہند کے صدر امیر الہند مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری اور جنرل سکریٹری مولانا محمود مدنی نے حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحبزادہ وجانشین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اسے ملت اسلامیہ ہند کے لیے بڑا خسارہ بتایا ہے۔

آپ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرست اور خانوادہ کاندھلہ کی علمی ،اصلاحی اور روحانی وراثت کے سچے امین تھے۔ آپ شاہ عبدالقادر رائے پوری سے تربیت سلوک کے لیے بیعت ہوئے ،اجازت وخلافت حضرت شیخ الحدیث سے حاصل کی ،اور پھر اسی منہج پر بیعت وارشاد کا سلسلہ شروع کیا،اللہ تعالیٰ نے آپ کو توازن واعتدال ، بے نفسی ،تواضع کا جذبہ اور اصابت رائے کا جو ہر عطا فرمایا تھا، آپ صاحب سیرت وکردار ،نرم خو، کریم النفس اور سادہ لوح شخصیت کے مالک تھے۔ پوری زندگی زہد وغنا، کثرت ذکر، مذاکرہ دینی ، احیائے سنت واشاعت دین وشریعت میں مستغرق رہے،آپ دارالعلوم دیوبند کے تاحیات رکن شوریٰ اور مظاہر علوم سہارنپور کے رکن شوریٰ وسرپرست رہے۔

خانوادہ مدنی سے آپ کو تعلق وراثت میں حاصل ہوا تھا، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بچپن میں آپ کو پیر جی کا لقب دیا تھا، جو بعد میں مقبول عام وخاص ہوا۔ آپ کو جمعیۃ علماء ہند کی سرگرمیوں اور تحریکوں سے لگاؤ تھا، اس کے لیے دعاء کرتے اور حسب طلب مشورہ خیر سے نوازتے۔

جمعیۃ علماء ہند کے صدر اور جنرل سکریٹری نے مولانا مرحوم کے

لیے جماعتی احباب، متوسلین ومتعلقین وارباب مدارس سے دعائے مغفرت وایصال ثواب کے اہتمام کی اپیل کی ہے۔

جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت جمعیۃ علماء ہند ۱۳/اگست ۲۰۱۹ء

☆☆﴿۸﴾☆☆

برادرگرامی قدر جناب مولانا سید محمد شاہد حسنی صاحب زید مجدہم

امین عام جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ آنجناب کے مزاجِ گرامی بخیر وعافیت ہوں گے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے خلفِ رشید حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے انتقال پُر ملال کی اندوہناک خبر ہم سب کے خرمن دل پر ایک صاعقہ بن کر گری، اس حادثہ نے دل و دماغ کی چولیں ہلا دیں، مگر مشیت الٰہی یہی تھی، **فان للہ ما اعطی ولہ ما أخذ وکل شیء عندہ بأجل مسمیٰ، إناللہ وإنا إلیہ راجعون۔**

حضرت مولانا کی جدائی کا صدمہ پوری علمی اورروحانی دنیامیں شدت سے محسوس کیا جارہا ہے، حضرت مولانا مرحوم اپنی سادگی، منکسر المزاجی اور ملنساری کی وجہ سے ہر طبقہ میں مقبول تھے، اعتدال، توازن، توسع اور کشادہ نظری ان کا امتیازی وصف تھا۔

آپ نے اس مادی دور میں دنیا سے بے رغبتی اور رجوع الی اللہ کی جو نظیر پیش کی ہے وہ کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔ مولانا مرحوم کے ہزاروں متوسلین اور خوشہ چین دنیا کے ہر گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں، جو اپنے حلقہ میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، جو حضرت مرحوم کی اخروی زندگی

کے لیے بڑا سرمایہ ہے۔

دارالعلوم الاسلامیہ بستی میں قرآن کریم کا ختم کرا کے حضرت مولانا مرحوم کے حق میں ایصال ثواب کرادیا گیا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، اور اپنی جوار خاص میں جگہ عنایت فرمائے۔ اوران کے پسماندگان اور رفقاء و متعلقین و منتسبین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ظہیر انور قاسمی

مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ بستی

☆☆﴿۹﴾☆☆

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

محترم المقام جناب حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی صاحب مظاہری زید لطفکم امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہ یہ جان کر بیحد افسوس ہوا کہ تصوف وسلوک کے آفتاب و ماہتاب اوراس صدی کے عظیم المرتبت روحانی شخصیت خانقاہ خلیلیہ سہارنپور کے امین، مقبول عام وخاص، جناب کے ماموں محترم، جانشین قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد زکریا مہاجر مدنی کے صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا پیر محمد طلحہ صاحبؒ عید الاضحیٰ (۱۴۴۰ھ مطابق ۲۰۱۹ء) کے دن اس دار فانی سے جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرتؒ مرد حق اور اسلاف واکابرین کے وارث وامین اور عظیم جانشین تھے۔ جن کی رحلت ہم سب کے لیے باعث رنج والم ہے، اور یہ وہ گھڑی ہے جس میں ہم سب ایک دوسرے کے لیے تعزیت کناں ہیں،

آپؒ کا وجود رب کریم کی جانب سے عظیم نعمت تھا کہ آپ کا وقت ذکر الٰہی، دعا اور اصلاح امت اور فکر آخرت میں صرف ہوتا تھا۔

آپ کی مہمان نوازی بے مثال تھی، اور غیر اسلامی وضع قطع سے سخت تکلیف محسوس فرماتے تھے، جس کا اثر نمایاں دیکھا گیا کہ آپ کی توجہ سے بہت سے بے راہ رو، راہ ہدایت پر گامزن ہوگئے، آپ کی زندگی یوں تو جذبۂ دینی وحمیت اسلامی سے لبریز ہے مگر آپ کے کارناموں میں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل۔ اہم بات یہ ہے کہ آپ کی ہدایت پر جامعہ مظاہر علوم کے ذریعہ قیام مکاتب دینیہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، نیز دعوت وتبلیغ کے فروغ میں آپ کا وافر حصہ ہے، خانقاہ بوڑیہ کے لیے آپ کی توجہ و دعا شامل حال رہی، اور متعدد بار آپ کی تشریف آوری سے شرف یابی حاصل ہوئی، رب کریم درجات بلند کرے اور پسماندگان، متعلقین ومتوسلین کو صبر جمیل سے نوازے اور امت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

بندہ خود حاضر ہوتا لیکن اس وقت حج بیت اللہ کے سفر پر ہونے کی وجہ سے حاضری نہ ہوسکی، البتہ مدرسہ بوڑیہ اور عملہ کے بیشتر افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی، اور مدرسہ بوڑیہ سمیت ملحقہ اداروں میں حضرت کے لیے ایصال ثواب ودعا کا اہتمام کیا گیا، نیز ان کے لیے عمرہ کا ارادہ ہے، اللہ آسان ومنظور فرمائے، اور بعض احباب نے بحمد اللہ ان کی طرف سے عمرے کئے ہیں، اللہ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

آپ سے بھی دعوات صالحہ میں یاد آوری کی گذارش ہے۔ والسلام

(پیر جی حافظ) حسین احمد قادری، مجددی

دائرہ شاہ اسماعیل خانقاہ بوڑیہ وارد حال مکہ مکرمہ

املاہ: محمد ناصر ایوب ندوی بوڑیاوی ۱۴۴۰/۱۲/۱۵ھ/ ۲۰۱۹/۸/۱۹ء

☆☆﴿۱۰﴾☆☆

محترم المقام جناب حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب دامت برکاتکم العالیہ

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خاص عید قرباں کے روز پیر جی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب صاحبزادۂ محترم و جانشین شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے حادثہ وفات کی خبر سن کر ہم خدام مدرسہ نور المعارف دریا گنج اررریہ بہار نہایت غمزدہ ہیں، اور جامعہ مظاہر علوم سے ادنیٰ نسبت رکھنے کی وجہ سے خود کو علمی و روحانی طور پر یتیم محسوس کرتے ہیں۔

ایک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

اس حادثۂ غم پر ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ: **انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ۔**

یقیناً حضرت والا اپنے صالح والد کے آئینہ و نمونہ تھے، اعلیٰ نسبتوں کے حامل اور مرجع خلائق تھے، موجودہ وقت میں ان کا وجود ملت اسلامیہ ہند ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے ایک بڑی نعمت تھا، ان کی وفات یقیناً ''**موت العالم، موت العالم**'' کی مصداق ہے،

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت پیر جی کا سانحہ رحلت بلاشبہ دینی علمی اور روحانی دنیا کا خسارہ عظیم ہے، تاہم یہ امر کس قدر قابل رشک ہے کہ حضرت پیر جی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری ۷۹ سالہ زندگی زہد و غنا، سادگی و قناعت، ذکر الٰہی کی

کثرت، تعلق مع اللہ اور شریعت و طریقت کی اشاعت میں مشغول و مستغرق گذری۔ آج اپنے محبوب رب کے پاس تشریف لے گئے، دنیائے دوں کی کلفتوں اور اذیتوں سے مامون ہوکر موت کے پل کو پار کر کے رفیق اعلیٰ سے مل گئے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، اور عالم اسلام خصوصاً ملت اسلامیہ ہندکو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔ والسلام

محمد غفران حیدر ناظم مدرسہ نور المعارف، مولانا علی میاں نگر

دیا گنج ارریہ و جملہ خدام مدرسہ ہذا

☆☆﴿۱۱﴾☆☆

مخدوم ومکرم جناب حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے، بندہ بھی الحمد للہ بخیر ہے۔

پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی رحلت سے بہت افسوس ہوا یقیناً یہ حادثہ بہت بڑا ہے، خصوصاً متعلقین اور متوسلین کے لیے۔

اطلاع ملتے ہی ایصال ثواب و دعائے مغفرت کی توفیق ملی، اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرما کر درجات عالیہ عطا فرمائے اور وہاں کی باغ و بہار نصیب فرمائے، اور جملہ متعلقین کو صبر عطا فرمائے، آمین۔

اطلاع تو فوراً ہی مل گئی تھی لیکن بقرعید کے بعد ہی فوراً بندہ کا سفر تھا پرسوں واپسی ہوئی، اس لیے خط لکھنے میں تاخیر ہوئی، مدرسہ تعطیلات کی وجہ سے بند تھا مدرسہ کھلنے کے بعد ایصال وثواب کا سلسلہ جاری ہوگیا ہے

اوران شاءاللہ رہے گا۔

آنحضرت سے جملہ مقاصد کے لیے دعا کی گذارش ہے۔

ایک بات عرض کرنے کا ارادہ عرصہ سے تھا لیکن ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے عرض نہ کرسکا، اس لیے خیال ہوا کہ اس خط کے ذریعہ عرض کردوں، وہ یہ کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب کے تذکرے کئی لوگوں نے لکھے ہیں لیکن بندہ کے ناقص خیال میں ناکافی ہیں، اس پر آنحضرت ہی لکھ سکتے ہیں، چونکہ حضرت شیخ کی ابتداء اور انتہا سب آپ نے دیکھی ہے، اور اللہ نے آپ کے قلم میں قوت و تاثیر بھی رکھی ہے، فللّٰہ الحمد۔ نیز حضرت پیر طریقت پر بھی قلم اٹھانے کی گذارش ہے، ان کی بھی ابتداء تا انتہا حضرت نے دیکھی ہے، آنحضرت کی شفقتوں کی بنا پر احقر نے یہ جرأت کی ہے۔

بندہ احمد علی ہردوئی

۲۰/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ

☆☆﴿۱۲﴾☆☆

مخدوم ومکرم حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب زادمجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج سامی! برکۃ العصر قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے صاحبزادہ گرامی جناب مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے طویل علالت کے بعد میرٹھ کے ایک مستشفی میں انتقال پر ملال کی خبر کلفت اثر معلوم ہوکر نہایت رنج وقلق ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اغفرلہ، وارحمہ، وعافہ، واغف عنہ، واکرم نزلہ،

ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد، ونقه من الخطايا، كما ينق الثوب الابیض من الدنس، وابدله دار اخیرا من داره، واهلا خیراً من اهله۔

مولانا موصوف عام طور پر اپنی شریف و پاکیزہ طبیعت اور نیکی و شرافت طبعی کی وجہ سے مجذوب صفت سمجھے جاتے تھے، حالانکہ وہ دور اندیش،خورد بین، باریک بین، مزاج شناس، بارعب و پروقار ہستی تھے، طبیعت کی سلامتی، مزاج کی پختگی،تسلف اور تصلب ،مہمان نوازی اور حق گوئی جیسی صفات عظیمہ اپنے پدر بزرگوار سے ورثہ میں ملی تھیں، معمولات کی پابندی اور ذکر پر مداومت ان شاء اللہ ان کی ترقی درجات کا سبب بنیں گی، وہ اپنے بڑے حلقہ ارادت وتبلیغ اور اپنے والد بزرگوار کے حلقہ نشینوں میں نہایت محبت وعقیدت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، ہر مومن کی طرح ان کی بھی تمنا اور آرزو تھی کہ مدینہ پاک کے جنت البقیع میں والد ماجد اور اکابر مظاہر کے جلو میں جگہ مل جائے لیکن تقدیر کے لکھے کو ٹالا نہیں جا سکتا،تاہم ان شاء اللہ اس تمنا اور دعا وآرزو کا صلہ وبدلہ رب کریم کے یہاں ضرور ملے گا۔

میں اس وقت حج بیت اللہ کے سلسلہ میں حرم پاک میں ہوں اور کل بعد نماز عصر انتقال کی خبر صاعقہ اثر سن کر دعائے مغفرت وایصال ثواب کی توفیق ملی ،فللہ الحمد۔

آنجناب چونکہ مولانا مرحوم کی حیات میں ہی ان کے سجادہ نشین طے ہو گئے تھے، اس لیے امید ہے کہ ان کا سلسلہ دراز تر ہوگا ،اللہ تعالیٰ مولانا کو کروٹ کروٹ چین وسکون اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے،

دعائے نیم شب میں فراموش نہ فرمائیں۔والسلام

(مولانا)محمد سعیدی

(ناظم مظاہر علوم وقف،سہارنپور)

☆☆﴿۱۳﴾☆☆

بخدمت گرامی قدر حضرت مولانا سید سلمان صاحب مظاہری مدظلہ العالی(ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور و جانشین حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عافیت خواہ بہمہ وجوہ بعافیت ہے۔

عرض کہ ۱۰/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۲/اگست ۲۰۱۹ء دوشنبہ بروز عیدالاضحیٰ دوپہر کے وقت معرفت وسلوک کے امام، رہنمائے شریعت وطریقت، سادگی وزہد کے پیکر مجسم، یادگار اکابر، زبدۃ الخلف، مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرست، مادر مدارس دارالعلوم دیوبند کے رکن شوریٰ، جانشین قدوۃ السالکین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ یعنی پیر جی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی اعلی اللہ درجتہ فی دارالسلام طویل علالت کے بعد راہی ملک بقاء ہوئے۔فانا للہ وانا الیہ راجعون، ان للہ مااخذ ولہ ما اعطی و کل شیء عندہ بأجل مسمّٰی۔

حضرت مولانا کا سانحۂ ارتحال قحط الرجال کے اس دور میں جب کہ عالم اسلام پورا کا پورا مصائب وآلام اورابتلاء وآزمائش سے دوچار ہے، عوام وخواص پوری امت اسلامیہ کے لیے بہت اندوہ ناک حادثہ بلکہ صاعقہ ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مادیت کے اس دور میں زہد فی الدنیا اور

آخرت کی رغبت اور رجوع الی اللہ کی جو مثال پیش کی ہے وہ اب نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔ حضرت مولانا کی رحلت سے دنیائے معرفت وسلوک میں جو مہیب خلاء پیدا ہوا ہے، مستقبل قریب میں بظاہر اس کا پُر ہونا بہت مشکل ہے۔

مصیبت کی یہ گھڑی واقعہ یہ ہے کہ کیا آپ، کیا ہم، پورے عالم اسلام کے لیے ایک بہت بڑی آزمائش ہے، اس لیے کون کس کی تعزیت کرے یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ پر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ، ہم سب کے لیے تسلی کا سامان ہے۔

دردوغم کے ان حالات میں راقم الحروف آپ تمام اہل خاندان کے غم اور رنج والم میں برابر کا شریک ہے، اور آپ تمام اہل خاندان وارباب مظاہر کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، اور آپ سب اہل خاندان و جامعہ مظاہرعلوم کو حضرت کا نعم البدل عنایت فرمائے، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ اپنے اور جامعہ علوم القرآن کے لیے خصوصی دعاؤں کا خواستگار رہوں۔ والسلام مع الاحترام

غم آگیں وحزیں

(حضرت مولانا مفتی) احمد دیولوی (دامت برکاتہم)

بانی ورئیس: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ گجرات

۹ رمحرم الحرام ۱۴۴۱ھ/ ۹ رستمبر ۲۰۱۹ء

تاثرات

☆☆﴿۱﴾☆☆

مولانا غلام نبی مدنی

مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ واقعی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے تھے، جن کے جانے پر دنیا بھر میں آنکھیں اشکبار ہوئیں، حرمین شریفین، پاکستان ہندوستان سمیت دنیا بھر میں موجود ہزاروں مدارس وخانقاہوں اور مکاتب میں آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں کی گئیں، عمرہ طواف اور نہ جانے کس کس انداز میں آپ کو ایصال ثواب پہنچایا گیا، اور پہنچایا جارہا ہے، اور جاتا رہے گا۔

یقیناً آپ کی وفات کے بعد ایک خلا پیدا ہوگیا ہے کہ دنیا بھر میں موجود آپ کے متعلقین اور احباب یتیم ہوگئے ہیں، لیکن آپ کے لگائے ہوئے باغوں کی ہریالی اور پھولوں سے دنیا میں خوشبو پھیلتی رہے گی، ان شاء اللہ۔

☆☆﴿۲﴾☆☆

مولانا عبداللہ معروفی، استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

منکر پر نکیر بھی آپ کی تربیت کا ایک نمایاں پہلو ہے، عوام میں سے جو لوگ ملنے آتے خواہ دنیاوی جاہ ومنصب کے اعتبار سے کتنے ہی بڑے ہوں اگر ان کی داڑھی منڈی ہوئی یا ایک مشت سے کم ہوتی یا سر پر انگریزی بال ہوتے تو بلا کسی خوف وملامت اسے ٹوک دیتے، اولاً نرمی سے تنبیہ فرماتے اور اگر وہ کچھ حیلہ حوالہ کرتے تو ایک دم سخت ہوجاتے، بلکہ بعض دفعہ تھپڑ تک جڑ دیتے تھے۔

راقم الحروف نے بار بار یہ فرماتے سنا کہ تبلیغ والوں کو فکر ہے کہ داڑھی پر نکیر کرنے سے آدمی جو قابو میں آیا ہے وہ نکل جائے گا، مدرسہ والوں کو یہ فکر ہے کہ اگر تنبیہ کریں گے تو ان کا گرانقدر تعاون موقوف ہو جائے گا، مجھے یہ دونوں غم نہیں ہیں، چاہے کوئی آئے چاہے کوئی جائے، مگر آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صورت سے منھ پھیر لیا مجھے وہ صورت ہرگز برداشت نہیں۔

☆☆﴿۳﴾☆☆

مولانا مفتی عبدالمغنی مظاہری مدرسہ سبیل الفلاح حیدرآباد

حضرت پیر جی علیہ الرحمہ خوش اخلاق، نرم مزاج، مہمان نواز عالم دین تھے، اپنے اکابر واسلاف کی آبرو تھے، مریدین ومتوسین پر بے حد شفیق ومہربان تھے، دارالعلوم دیوبند کے رکن شوریٰ، مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرست اعلیٰ تھے، ساری زندگی دنیاو مافیہا سے بے خبر امت کی اصلاح وتربیت میں گذاردی۔

اپنے والد بزرگوار کے سچے جانشین ثابت ہوئے، اور اپنے شیخ ومرشد ومربی کی تربیت کے مطابق رُشد وہدایت، ذکر وسلوک سے خانقاہ کو آباد وشاداب رکھا، ذکر اور تسبیح آپ کی خاص شان و پہچان تھی، مدارس، مساجد، مکاتب میں بھی ذکر کو جاری وساری کرنے میں بطور تحریک مخلصانہ فکر اپنے اندر رکھتے تھے، متعلقین کو بھی ذکر کی مجالس شروع کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے، سنتوں کے عاشق و پابند تھے، دوسروں کو بھی ہر ممکن ترغیب دیا کرتے تھے، خاص طور پر داڑھی اور لباس کی سنت پر بہت زیادہ زور دیا کرتے تھے۔

☆☆﴿۴﴾☆☆

مولانا عفان منصور پوری

حضرت مولانا کا سانحۂ ارتحال اس دور قحط الرجال میں عوام وخواص سب کے لیے بڑا خسارہ ہے، آپ نے اس مادی دور میں دنیا سے بے رغبتی اور رجوع الی اللہ کی جو نظیر پیش کی ہے وہ بہت کم دیکھنے کوملتی ہے، ہر دم فکر آخرت میں مستغرق رہ کر ذکر الٰہی سے زبان کو سرشار رکھنا آپ کا محبوب وطیرہ تھا۔

بلاشبہ آپ کی رحلت مجالس ذکر کو سونا کر گئیں، آپ نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے والد بزرگوار کے حلقہ ارادت کو نہ صرف سنبھالا بلکہ وسعت دی اور ان کی دینی رہنمائی وتربیت کا عظیم فریضہ انجام دیا۔

☆☆﴿۵﴾☆☆

جناب شاہد زبیری سہارنپور (راشٹریہ سہارا)

اب پیر صاحب ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن ان کی رحلت پر ان کے جنازہ میں اڈی بھیڑ عنداللہ ان کی مقبولیت کی دلیل ہے، انہوں نے زندگی بھر دنیا سے لاتعلقی رکھی اور دنیا کی راحتوں اور لذتوں کو اپنے پاس بھٹکنے نہیں دیا، تازندگی دنیا ان کی ٹھوکروں میں رہی، ان کی ہر سانس اللہ کے ذکر اور اس کے محبوب اور پیارے نبی پر درودوسلام میں مصروف رہی، وہ اسلاف کی یادگار تھے، اور عشق رسول میں گرفتار تھے، ان کا اوڑھنا بچھونا لوگون کی اصلاح اور سنتوں کے احیاء کا فروغ تھا، اورنئی نسل کے عقائد کے تحفظ کے لیے بھی وہ ہمیشہ فکر مند رہتے، نئی نسل کی دینی تعلیم کے لیے مکاتب دینیہ کے قیام کو انہوں نے جیسے اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تھا، بعض حلقے ان کے ۲۴ گھنٹے ذکر واذکار کی وجہ سے ان کو مجذوب

خیال کرتے تھے، وہ مرد درویش اور قلندر صفت شخصیت تھے نغمہ اللہ ان کی رگ و پے تھا، بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

ایک دن یہ خاکسار شاہ بانو کیس پر ان کا ردّ عمل پوچھنے چلا گیا، انہوں نے بڑے ہی روکھے اور سخت لہجہ میں کہا کہ قلم کو جیب میں لگائیں اور نوٹ بک بند کریں مرتا کیا نہ کرتا، حکم بجالایا اور اتنی ہمت نہ ہوئی کہ اپنے صحافی ہونے کا رعب ان پر گانٹھ سکوں، میں چپی سادھ گیا ان دنوں ہفت روزہ نئی دنیا دہلی کا نمائندہ تھا جو کافی مقبول ہفت روزہ تھا، میری خاموشی کو دیکھ کر انہوں نے اپنی خاموشی توڑی اور کہا کہ کیا پوچھ رہے تھے؟ میں نے اپنا سوال دہرایا تو دوٹوک کہا کہ اس مسئلہ پر ہمارے اکابر علماء کی جو رائے ہے اس بندہ کی بھی وہی رائے ہے، اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

۷
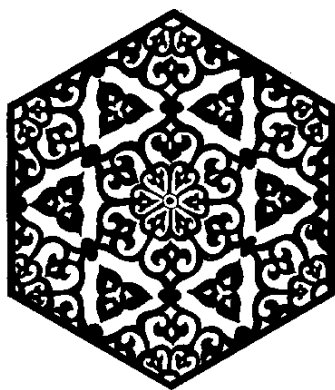
مولانا محمد طلحہ مرحوم کے چند اہم مکاتیب اور تحریریں

فہرست خلفاء ومجازین

آنے والے صفحات میں مولانا مرحوم کے مختلف عنوانات اور موضوعات پر چند مکاتیب اور تحریریں پیش کی جارہی ہیں ان کے مطالعہ سے مولانا کے فکری رجحانات اور ذہنی خیالات کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔

مصنف کتاب کو اجازت بیعت ملنے پر مولانا کا تہنیتی مکتوب

﴿۱﴾

(۱) روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے اور کرتے رہنے کی عاجزانہ درخواست

عزیزم الحاج مولوی محمد شاہد زاد لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک کا شکر بندہ بعافیت ہے امید ہے تم بھی بعافیت ہو گے۔

اول تو تم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اجازت بیعت کی ، اللہ پاک تم کو اور تمہارے جملہ چاہنے والوں کو مبارک فرماویں تم کو ترقیات سے مالا مال فرما کر تمہارے فیوض و برکات سے امت کو مالا مال فرمائیں، شرورفتن سے تمہاری حفاظت فرمائیں، تمہارے چاہنے والوں کو ترقیات سے مالا مال فرماویں، آمین ثم آمین۔

تمہارے برا چاہنے والوں سے تمہاری مالک پوری پوری حفاظت فرماویں، آمین ثم آمین۔

عزیزم تمہارا خیال لگا رہتا ہے، اللہ پاک ہی تمہاری مدد فرماویں۔

اللہ پاک ہی حضرت والا کی عمر میں برکت عطا فرماویں، صحت ، قوت عطا فرماویں، ان کی جملہ روحانی اور جسمانی اولاد کو جیسا حق ہے ان سے فائدہ اٹھانے کا اس طرح سے فائدہ اٹھانا آسان بھی فرماویں، ان کے اور ان کی اولاد کے درمیان جو مانع ہوں ان سے حفاظت فرماویں۔

عزیزم اور چند بار روضۂ اقدس پر حضرت والا کے سہارنپور رمضان کرنے کی عاجزانہ درخواست کردیا کرو، ان شاء اللہ یہ کوشش سب کوششوں پر غالب ہوگی۔

اللہ پاک ہی ڈاکٹر اسماعیل صاحب کو باعزت طریقہ سے جلدی سے اس سے

نجات عطا فرماویں۔ بندہ کی طرف سے سلام کے بعد ان سے کہہ دیں کہ ہر وقت خیال لگا رہتا ہے سوائے دعا کے اور کچھ کر نہیں سکتے، اور دعا ہر وقت کرتے ہیں، اور کراتے ہیں۔

محمد طلحہ کاندھلوی

۲۴؍ربیع الاول ۱۴۰۰ھ/۱۲؍فروری ۱۹۸۰ء

اپنے ایک اہل تعلق کی سفارش پر مولانا کا مکتوب

عزیزم الحاج پیارے شاہد خوش رہو۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک کا شکر ہے بندہ بعافیت ہے امید ہے کہ تم بھی بعافیت اور خوش خرم ہوگے، تمہارا محبت نامہ میرے اور مولانا عبدالحفیظ صاحب کے نام پہنچا، جس سے خیریت معلوم ہوئی، آئندہ بھی انتظار رہے گا، تم مفصل خط لکھوگے۔

عزیزم ارشاد اکیلا ہے اس کا خیال رکھا کرو، دلداری کے ساتھ مفید مشورہ سے بھی اس کو میرا آدمی سمجھ کر مالا مال کیا کریں، سب ہی سے سلام بندہ کا کہہ دیں۔

محمد طلحہ کاندھلوی ۱۲؍صفر ۱۴۰۳ھ

علماء ومشائخ اور خلفاء کرام کے نام دینی تقاضوں پر ایک کھلا خط

مکرمان ومحترمان وبہی خواہان مدارس ومکاتب ومشائخ سلسلہ حضرت تھانوی و حضرت مدنی وحضرت شاہ عبدالقادر وحضرت شیخ نور اللہ مراقدہم اور ان کے خلفاء اور ان کے خلفاء کے خلفاء وممبران دارالعلوم دیوبند وسرپرستان مدرسہ مظاہر علوم ومہتممان

مدرسہ ونظماء مدارس۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ بعافیت ہے امید ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے۔ مدارس ومکاتب کے عملہ کے سدھار کی بھی ضرورت ہے اور طلبہ کے بھی اور علاقہ کے مسلمانوں کے گھرانوں کے سدھار کی بھی ضرورت ہے، کسانوں مصالحہ والوں اور کپڑوں والوں کی خصوصاً عمومی تاجروں کی عموماً سدھار کی ضرورت ہے، آج کا کسان اور تاجر زکوٰۃ روک رہا ہے اور سود لے کر کھیتی اور گنّا تیار کر رہا ہے، تبلیغ والے، خانقاہ والے سب وہی سود والا غلہ اور سود والی شکر کھاتے ہیں، ان تاجروں کو سمجھا کر زکوٰۃ کا اہتمام کرائیں، سود سے بچنے کی تاکید کریں، سرکار نئی نئی تدبیروں سے سود بانٹ رہی ہے ان کو معلوم ہے مسلمانوں کے کاروبار میں سود لگوادو، تو اس کا بھٹہ بیٹھ جائے گا، اور اپنا فائدہ ہو جائے گا۔

میں اوپر کے حضرات کے توسط سے سبھی امت سے درخواست کرتا ہوں کہ زکوٰۃ دے کر مال کو پاک کرے اور سود سے بچ کر کاروبار چاہے کھیتی ہو، چاہے گنا ہو، مصالحہ کا کاروبار ہو، تمام حلال طریقہ پر مہیا ہو، ہماری دعاؤں میں جان پڑے اور ظالموں اور جابروں سے نجات حاصل ہو۔

مدرسوں میں اس کی شایان شان عملہ نہیں وہاں بھی سدھار لانے کی ضرورت ہے۔ داڑھی کٹی ہوئی انگریزی لباس، انگریزی بال، ایسا عملہ مدرسہ کے شایان شان نہیں، داخلہ کے وقت طلبہ کی بہت چھان بین ہوتی ہے، وضع قطع بھی دیکھی جاتی ہے، لباس پر بھی نظر ہوتی ہے اور داخلہ کے بعد کوئی نگرانی نہیں۔ وضع قطع بھی بگڑ جاتی ہے، انگریزی بال ہوتے ہیں داڑھی متاثر ہو جاتی ہے، ٹخنے بھی ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں، اوپر والے حضرات سے درخواست کرتا ہوں سبھی حضرات اپنے مدرسوں پر کڑی نظر رکھیں تاکہ طلبہ صحیح تیار ہو کر صحیح عالم بن کر امت کا مقتدا بن سکیں۔

اور طلبہ میں دروازہ بند ہو جانے کے بعد نگراں کے جانے کے بعد غلط کتابوں کا مطالعہ ہوتا ہے، جوان کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے، اور اس وقت نگراں کا وقت بھی نہیں ہوتا، نظماء کا بھی آرام کا وقت ہوتا ہے اس کا کوئی حل کرنا چاہئے، تبلیغ ہو، تعلیم ہو، تذکیر ہو، ہر وقت نگراں نہیں ہوگا ہم سب خود اپنے اوقات کو ضائع کرنے سے بچائیں، اللہ تعالیٰ مجھے اور احباب و اکابر کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ ۵، جلد ۹۴، جمادی الاولیٰ و جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء)

فضائل اعمال کی اہمیت اور تاکید پر خواص تبلیغ کو ایک اہم مکتوب

باسمہ تعالیٰ شانہ

مکرمان و محترمان بندہ حضرات ذمہ داران دعوت و تبلیغ! وفقنی اللہ وایاکم لمایحبہ ویرضاہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ آپ حضرات بخیر و عافیت ہوں گے، باعث تحریر یہ ہے کہ بندہ ابھی چند رز پہلے عمرہ کے سفر پر تھا اس لیے تقریباً ایک ماہ سے زائد عرصہ گھر پر موجود نہیں رہا، واپسی پر دیکھا کہ اچھی خاصی ڈاک میرے نام کی جمع ہے، حسب موقع اس کو دیکھا اور جواب لکھوائے، اس میں کئی ایک خطوط اس مضمون اس کے ملے کہ وقت کے بعض اعلیٰ ذمہ داران تبلیغ کی جانب سے یہ ہدایت اور تاکید کی جارہی ہے کہ تبلیغی جماعتوں اور مساجد میں ''فضائل اعمال'' کی بجائے ''منتخب احادیث'' مؤلفہ حضرت جی مولانا محمد یوسف علیہ الرحمۃ کی تعلیم دی جائے، چنانچہ بہت سے مقامات پر لوگ جز وقتی طور سے ''منتخب احادیث'' کی بھی تعلیم کرتے ہیں، اور بعض ایسے مقامات پر جہاں ان ذمہ داران کا اثر و رسوخ زیادہ ہے، صرف مؤخر الذکر کتاب ہی کی تعلیم ہوتی ہے، اور

''فضائل اعمال'' کو بالکلیہ نظرانداز کیا جارہا ہے، کیوں کہ ان کو بعض مرکزی ذمہ داروں کی جانب سے اشارہ کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔

میرا دل اس بات کو تو قبول نہیں کرتا کہ کوئی مرکزی ذمہ دار اس طرح کا اشارہ دے گا کہ ''فضائل اعمال'' جو تبلیغی نصاب کی حیثیت رکھتی ہے اس کو چھوڑ دیا جائے، اوراس کی جگہ اس ''منتخب احادیث'' کی تعلیم کرائی جائے، ممکن ہے کسی ذمہ دار کی جانب سے پیہم غیر معمولی انداز میں ''منتخب احادیث'' کی بھی تعلیم کرنے کرانے کی تاکید سے لوگوں میں یہ تاثر قائم ہورہا ہو۔

بندہ کو ''منتخب احادیث'' کے مطالعہ کی تاکید یا تبلیغ میں نکلنے والے احباب کے درمیان جز وقتی تعلیم کی ہدایت کرنے پر کچھ اشکال نہیں ہے، بلکہ بندہ اس کا مؤید ہے، کیونکہ یہ چھ نمبروں کی تفہیم وتشریح اورقرآن وحدیث سے ان کی دلیلیں بیان کرنے میں بہت معاون ہے، پھر حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ کی تالیف ہے جس کی وجہ سے اس کے مستند ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔

اشکال صرف اس دوسرے رخ پر ہے جو ہمارے بعض خدام دعوت وتبلیغ اپنے بعض بڑوں کے طرز عمل یا ان کے اشارے سے اپنا رہے ہیں کہ ''فضائل اعمال'' کو یکسر پس پشت ڈالتے ہوئے اس دوسری کتاب کو اس جگہ دے رہے ہیں، اس کی وجوہات میں ایک وجہ (جیسا کہ بعض حضرات کے خط میں ہے) یہ بتائی جاتی ہے کہ ''فضائل اعمال'' میں ضعیف احادیث اور غیر مستند قصے موجود ہیں، جن پر بہت سے لوگوں کو اعتراض ہے، اورلوگ دعوت وتبلیغ کے کام سے متنفر ہورہے ہیں، اس لیے وابستگان تبلیغ کو ایسی کتاب کا مشورہ دیا جانا چاہئے جو ان دونوں کمزوریوں سے محفوظ ہو، تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ تبلیغ کے کام سے جڑیں اوراس سے بیزار نہ ہوں۔

اس سلسلہ میں بندہ مخلصانہ طور پر چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہے:

(۱) کوئی بھی تحریک، جماعت یا تنظیم اسی وقت تک اپنے مقاصد میں کامیاب رہتی ہے جب تک وہ اپنے بنیادی اصولوں اور اصل بانی کی جانب سے متعین کردہ رہنما خطوط پر چلتی رہے، اوران سے انحراف نہ کرے۔

حضرت جی مولانا محمد الیاس نوراللہ مرقدہ نے دعوت وتبلیغ کے کام کے لیے جو بنیادی اصول اختیار فرمائے تجربہ سے ان کا مؤثر اور مفید ہونا ثابت ہوا، چنانچہ خود آپ اپنی زندگی میں، اسی طرح آپ کے بعد حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ بھی ان اصولوں کی پابندی کرتے اور کراتے رہے، اس سلسلہ میں بہت سے اہل علم حضرات نے اپنی دانست کے مطابق عمدہ سے عمدہ مشورے دیئے مگر یہ حضرات ٹس سے مس نہیں ہوئے اور اپنے اصولوں پر کام کرتے رہنے میں ہی خیر اور بہتری سمجھتے رہے، جس کا ثمرہ اور نتیجہ ہم سب کے سامنے ہے۔

دعوت وتبلیغ میں نکلنے والے احباب کی دینی وعلمی تربیت کی خاطر حضرت جی مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ نے ایک بنیادی نصاب مرتب کرایا اور اصرار کر کے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ سے فضائل کے کچھ رسالے تالیف کرائے، بعض پہلے سے تالیف شدہ تھے، اور بعض کے متعلق آئندہ تالیف کرنے کی ہدایت وتاکید فرمائی، اور وہ آپ کی زندگی کے بعد تالیف ہو سکے، جو رسالے آپ کی حیات میں تالیف ہو چکے تھے، انہیں بذات خود ملاحظہ فرمایا اور عام مسلمانوں کے حق میں عموماً اور وابستگان تبلیغ کے حق میں خصوصاً مفید سمجھ کر خصوصیت سے ان کی تعلیم کی تاکید اور ہدایات جاری فرمائیں، اس کتاب کی تالیف اور مبلغین کی تربیت کے لیے اس کی تجویز میں نہ جانے کس درجہ کا اخلاص کارفرما تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیر معمولی مقبولیت عطا فرمائی، اور بے شمار انسانوں کی زندگیوں میں اس کی بدولت صالح انقلاب آ گیا، حضرت جی مولانا الیاسؒ ایک مکتوب میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کو لکھتے ہیں:

''اللہ کومنظور ہواور جیسے کہ آثار ہیں یہ تبلیغ فروغ پکڑے گی تو ان شاءاللہ تمہاری تصانیف اور فیوض ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب وعجم کو سیراب کریں گے، اللہ تمہیں جزاء خیر دیں''۔ (اکابر کے خطوط، ص:۳٦)

حضرت جی مولانا الیاسؒ کے بعد حضرت مولانا محمد یوسفؒ کی خواہش پر بھی بعض رسالے حضرت شیخ نے تالیف فرمائے، چنانچہ ''فضائل حج'' آپ ہی کے اصرار پر لکھی گئی، ایک صاحب کے خط کے جواب میں حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کو غالبًا اس کا علم نہیں کہ میں نے کوئی رسالہ اپنی خواہش سے نہیں لکھا، ان ہی لوگوں کے اصرار سے لکھے ہیں جو اس کام میں سرگرم رہے، مرنے کے بعد مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے اس کا مطالبہ فرمالیں، یا اب مولانا یوسف صاحب سے اس کا جواب طلب کرلیں کہ وہ کیوں ایسے شخص سے رسالہ لکھواتے ہیں جو تبلیغ میں نہیں نکلتا۔

اس میں بندہ آپ کا ہم خیال ہے کہ مجھے رسائل تصنیف نہیں کرنے چاہئیں، مجھے خود اس میں بہت تامل ہوتا ہے مگر پہلے چچا جان کا ہمیشہ حکم رہا، اب تک بھی ان کی فرمائش کا ایک رسالہ باقی ہے، جس کی اسی وجہ سے ہمت نہیں پڑتی، اس پر اضافہ یہ کہ مولانا یوسف صاحب کے مزید رسالوں کے احکام صادر ہوتے رہتے ہیں، کم از کم مولانا یوسف صاحب کو تو آپ روک ہی دیجئے کہ وہ آئندہ کسی رسالہ کا حکم نہ فرماویں''۔

(کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات، ص:۱۸۳)

اسی طرح حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے دونوں جانشیں حضرت جی مولانا یوسف اور حضرت جی مولانا انعام الحسن رحمہما اللہ بھی ان کتب فضائل کی تعلیم کو بہتر اور مفید سمجھتے رہے، اور کسی طرح کا اشکال انہیں پیش نہیں آیا، بلکہ جن حضرات کے اشکالات

ان کے سامنے آئے خوش اسلوبی سے ان کا جواب دیدیا، کیونکہ ان حضرات کی نظر میں بھی یہ کتاب تبلیغ کے بنیادی نصاب کا درجہ رکھتی ہے۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف اپنے ایک مکتوب میں صاف طور سے تحریر فرماتے ہیں:

''حدیث شریف پڑھنے کے بعد دو تین جملے ایسے کہہ دیئے جائیں کہ اس سے عمل کا شوق و جذبہ ابھر آئے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی تالیف فرمودہ فضائل قرآن مجید، فضائل نماز، فضائل تبلیغ، فضائل ذکر، فضائل صدقات حصہ اول و دوم، فضائل رمضان، فضائل حج (ایام حج اور رمضان میں) اور مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی کی ''مسلمانوں کی موجود پستی کا واحد علاج'' صرف یہ کتابیں ہیں جن کو اجتماعی تعلیم میں پڑھنا اور سننا ہے''۔

(ملاحظہ ہو: الفرقان لکھنؤ کا حضرت جی نمبر بنام ''تذکرہ حضرت جی''، ص:۱۰۲)

اسی طرح حضرت جی مولانا انعام الحسن رحمہ اللہ سے تو یہ جملہ بار بار سنا گیا کہ:

''اس کام کی حفاظت لکیر کا فقیر بنے رہنے میں ہے''۔

اس سے ثابت ہوا کہ وابستگان دعوت و تبلیغ کے حق میں ان کتب فضائل کی حیثیت بنیادی نصاب بلکہ بنیادی اصول کی ہے، ان سے انحراف یا بے توجہی کسی طرح مناسب نہیں، ایسا کرنا اپنے بنیادی اصول سے انحراف قرار پائے گا۔

(۲) اس میں شبہ نہیں کہ کسی کتاب کی مقبولیت میں من جانب اللہ جہاں بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں وہیں مصنف کا غیر معمولی اخلاص، افادۂ مسلمین کا ناصحانہ ومخلصانہ جذبہ اور تصنیف کے دوران مصنف کی جانب سے طہارت ظاہری و باطنی کا حددرجہ اہتمام بھی مقبولیت کا اہم اور بنیادی سبب ہوتا ہے جس طرح سے کہ بخاری شریف کو خلق خدا میں قبول عام نصیب ہوا، اور اس کے اسباب میں اہم ترین

سبب خود حضرت امام کا کمال عشق نبوی تصنیف کے دوران طہارت ظاہرہ و باطنہ کا غیر معمولی اہتمام اور ہمہ وقت انابت الی اللہ کی کیفیت سے سرشار ہونا ہے۔

ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور مخصوص خدام سے سنا ہے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی سلسلۂ فضائل کے رسالوں کی تالیف کے دوران طہارت ظاہرہ کا اہتمام حد درجہ فرمایا کرتے تھے، جہاں تک طہارت باطنہ کا تعلق ہے تو یہ دیکھنے کی چیز نہیں البتہ ان کتابوں کی محیر العقول حد تک مقبولیت اور عامۃ المسلمین کی زندگیوں میں ان کے حیرت انگیز اثرات سے صاف ظاہر ہے کہ ایسی مقبولیت و نافعیت کمال اخلاص کے بغیر ممکن نہیں۔

(۳) رہی یہ بات کہ ''فضائل اعمال'' میں بہت سی ضعیف احادیث لکھ دی گئی ہیں جن کی وجہ سے کچھ لوگوں کو اعتراض ہے اور وہ تبلیغ کی جانب اپنے رجحان کے باوجود تبلیغ سے نہیں جڑتے؟ تو...... پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کا اعتراض شاید غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ فضائل کے باب میں ضعیف حدیثوں کا قبول کیا جانا علماء امت کا اجماعی فیصلہ ہے، اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو مولوی عبداللہ معروفی کے رسالہ ''فضائل اعمال پر اعتراضات ایک اصولی جائزہ'' میں دیکھیں، اس رسالہ کو وقت کے محققین علماء نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے، اس کے علاوہ خود حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جا بجا اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے، فضائل نماز، ص:۹۶ میں لکھتے ہیں:

''اخیر میں اس امر پر تنبیہ ضروری ہے کہ حضرات محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے، اور معمولی ضعف قابل تسامح، باقی صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں، اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے''۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

''اگر چہ محدثانہ حیثیت سے ان پر کلام ہے لیکن یہ کوئی فقہی مسئلہ

نہیں، جس میں دلیل اور حجت کی ضرورت ہو، مبشرات اور منامات ہیں‘‘۔ (فضائل درود، ص:۵٦)

معلوم ہوا کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے سامنے وہ تمام پہلو موجود تھے جن پر اعتراض کیا جارہا ہے، اور شیخ نے بصیرت کے ساتھ اور دلیل کی بنیاد پر وہ سب کچھ شامل کتاب فرمایا ہے جس پر اعتراضات کئے جارہے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ حضرت شیخ رحمہ اللہ اپنی علمی جلالت شان کے باوجود صرف ایک مرتبہ لکھ لینے کو کافی نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اپنے مسودہ کو اہتمام سے دوسرے علماء کو بھی دکھاتے تھے، مثلاً حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مدرسہ مظاہر علوم وخلیفہ حضرت تھانویؒ، اور حضرت مولانا قاری مفتی سعید احمد اجراڑوی مفتی مظاہر علوم۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں ضعیف حدیثوں کی حیثیت اور اپنے طریقۂ تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’فضائل کی روایات کے متعلق اصولاً یہ ذہن میں رہے کہ فضائل میں معمولی ضعف قابل اغتفار ہے، اس لیے جن روایات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں اس اصول کی رعایت کی گئی ہے اور جن روایات پر کسی نے کلام کیا ہے اس کو ظاہر کر کے اس کے انجبار ضعف کی دلیل بھی ظاہر کر دی گئی۔

اس چیز کا تعلق چونکہ عوام سے نہیں تھا؛ بلکہ اہل علم سے تھا اس لیے اس کو عربی میں لکھا کہ عوام کی عقول سے یہ چیزیں بالاتر تھیں، اگر جناب کے خیال میں ایسی روایات ہوں جن کا ضعف نا قابل انجبار ہو تو بے تکلف نشاندہی فرمادیں، غور کے بعد ان کو حذف کیا جا سکتا ہے، اس ناکارہ نے تو اس میں صرف اپنی رائے پر مدار نہ رکھا تھا بلکہ متعدد اہل علم بالخصوص مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ اور قاری سعید احمد صاحب مفتی مدرسہ سے حرفاً

حرفاً ان پر اولاً نظر ثانی کرائی تھی اور جن چیزوں پر ان میں سے کسی نے بھی گرفت کی ان کو قلم زد کر دیا تھا، اسی بنا پر ان میں سے ہر رسالہ میں تقریباً ایک ربع یا ایک خمس کے قریب اصل مسودہ سے کم ہے''۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے اکابر نے دعوت وتبلیغ کا یہ کام ایک خاص دائرہ میں رہ کر خاص مقاصد کے حصول کے لیے شروع کیا تھا، العیاذ باللہ اپنی پارٹی یا جماعت کی تعداد بڑھانی ان کا مقصد ہرگز نہیں تھا، اس لیے اگر ہر شخص کے اعتراضات کو قابل توجہ قرار دیا جانے لگے تو نہ تو ہم ہر شخص کو دلیل سے مطمئن کر پائیں گے اور نہ ہی اس کی منشاء کے مطابق اپنے اصولوں میں تراش خراش کر کے ان مقاصد کو حاصل کر سکیں گے جن کے پیش نظر ہمارے اکابر نے اپنی جان مال کی قربانی دے کر دین مبین کی حفاظت اور اشاعت کا یہ مثمر خیرات وبرکات شجر لگایا تھا، یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیش رو اکابر کے ملفوظات میں جا بجا یہ بات ملتی ہے کہ بہت سے مخلص ذی علم اور تجربہ کار علماء نے اصول میں تبدیلی کے مخلصانہ مشورے دیئے مگر ہمارے اکابر ان اصولوں سے ٹس سے مس نہیں ہوئے، جن پر اللہ تعالیٰ نے ان کا شرح صدر فرما دیا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث، حضرت جی مولانا یوسف، اور حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ سبھی حضرات کے علم میں ''منتخب احادیث'' تھی اگر اس پالیسی کے مطابق جس کا تذکرہ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے آخری وقت میں کیا تھا کہ ''پالیسی طے ہو چکی ہے'' اس کتاب کا بھی اجتماعی تعلیم میں پڑھنا ہوتا تو اس پر عمل ان حضرات کی زندگی میں ہو چکا ہوتا۔

اس لیے گذارش ہے کہ کسی کے اعتراض کی پرواہ کیئے بغیر اس نصابی کتاب کو جوں کی توں باقی رکھیں، اس کی جانب سے بے زاری کی فضا ہرگز نہ بننے دیں، اس کی جانب سے بے اعتنائی تحریک تبلیغ کے لیے نقصان دہ ہوگی، بلکہ اگر کسی طرف سے اس طرح کی بات معلوم ہو تو بروقت اس کا تدارک کرنے کی سعی کریں،، اسی میں ان شاء اللہ

خیر ہوگا اور اب تک کا تجربہ بھی یہی ہے۔

رہی بات ''منتخب احادیث'' کی تو وہ بے شک ایک مفید کتاب ہے، اس کو مبلغین حضرات اپنے مطالعہ میں رکھیں اور جب تبلیغ میں نکلیں تو چھ نمبروں کے مذاکرہ کے طور پر جز وقتی تعلیم اس کی بھی کریں، پورے طور سے اس کو نصابی کتاب کا درجہ دینے کی کوشش نہ کریں، اکابر تبلیغ کی منشاء اور مذاق کی پاسداری میں ہی خیر ہے۔ إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت، وما توفيقي إلا بالله، فقط۔ والسلام

بندہ محمد طلحہ کاندھلوی سہارنپور، یوپی، انڈیا۔[1]

﴿۵﴾

(مظاہر علوم میں داخلۂ سفارش پر مولانا زبیر الحسن مرحوم کو ایک جوابی خط)

عزیزم الحاج مولوی زبیر الحسن سلمہ مظاہری حنفی چشتی خلیلی زاد لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک کا شکر ہے بندہ بعافیت ہے امید ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے۔

آپ کا گرامی نامہ بہ سلسلہ سفارش ضیاء الرحمٰن پہنچا، ہمارے مدرسے کے ضابطہ کے مطابق (شعبہ افتاء میں) غیر مظاہری کا داخلہ نہیں ہوتا، لیکن ایک گلی نکالی گئی ہے جس میں داخلہ ہو جائے گا لیکن غیر امدادی ہوگا۔

بندے نے یہ طے کیا کہ کچے گھر میں ان کا قیام اور طعام ہوگا اور مدرسہ میں مشق افتاء کریں گے، یہ صراحۃً ان سے بھی میں نے بیان کر دی، اور انہوں نے اس کو بخوشی منظور بھی کر لیا، درخواست دلوادی گئی، کچھ مراحل ہو گئے باقی مراحل جمعہ کے بعد ہونے ہیں، اس لیے یہ آپ کے پاس ہوتے ہوئے گھر جا رہے ہیں، وہاں

[1] بہ شکریہ مولانا عبداللہ معروفی زید مجدہ۔

سے انشاء اللہ جمعہ یا بار کو واپس آئیں گے، تو باقی مراحل واپسی پر تکمیل کی جائے گی۔ جن میں سے اہم مرحلہ امتحان کا ہے، اللہ کرے اس میں یہ ممتحن کے معیار پر اتر جائیں۔

آپ کا خط اس وقت سامنے نہیں، وہ ناظم صاحب کے پاس دفتر گیا ہوا ہے، اس میں اگر کوئی مزید بات ہوئی تو اس کا جواب بعد میں لکھ دیا جائے گا، بندے کا ارادہ حاضری کا تھا لیکن قریب میں گجرات کا سفر تجویز ہے اور دہلی سے ہو کر جانا ہے، اس لیے ہفتہ میں دو دفع سفر کرنے کے بجائے اسی وقت آنے پر اس وقت کا سفر مؤخر کر دیا ،اللہ پاک ہی باحسن وجوہ ملاقات مقدر فرماویں۔

اسی وقت ایک صاحب سے معلوم ہوا کہ بھائی (انعام) صاحب کو کمزوری بہت ہو رہی ہے، پیر کے دن جماعت رخصت کر کے کمرے میں جاتے ہوئے، نقاہت زیادہ ہوئی، جس سے گرنے کی نوعیت ہو گئی تھی، اس کی تفصیل کسی تعلق والے نے لکھی، جس سے تعجب ہوا، اللہ پاک ہی ان کی عمر میں برکت عطا فرماویں اور ان کو صحت وقوت عطا فرماویں، ان کے سائے کو ہمارے سروں پر تادیر قائم فرماویں، بندے کا سلام عرض کر دیں، اور دعا کی درخواست کر دیں، اللہ پاک ان کے فیوض برکات سے پوری امت کو عموماً اور اعزاء کو خصوصاً اور متوسلین کو اخص الخصوص مالا مال فرماویں۔

خیال تھا تمہارے خط کا فوراً جواب دوں لیکن جس مقصد کے لیے خط آیا اس کا کچھ ہو جائے پھر لکھوں اللہ کا شکر اس کا داخلہ گویا ہو گیا، تکمیل مراحل کی ہوتی رہے گی، اللہ کرے امتحان میں کامیاب ہو جائے، ایسے خطوط میں مولانا عاقل صاحب کا بھی نام ہو تو مناسب ہے۔ اہلیہ بھی تم کو سلام کہتی ہے۔

نیز مولوی احمد مڑھی اور خدام سے سلام مسنون، مولانا رسولا صاحب کے نام کے خط کا جواب آپ ہی کے لفافہ میں ارسال ہے، اس کو پڑھ کر عزیز ضیاء الرحمٰن کو دے دیں، وہ ان کو پہنچا دے گا۔ دیگر کارلائقہ سے یاد فرمادیں۔

محمد طلحہ ۱۷رشوال ۱۴۱۲ھ

(ایک سفری داستان پر مولانا زبیر الحسن مرحوم کے نام دوسرا خط)

عزیزم الحاج مولوی زبیر سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک کا شکر ہے بندہ بعافیت ہے امید ہے کہ تم بھی بعافیت ہو گے۔
یہ خط شروع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ تم ابھی واپس نہیں آئے ہو گے، اللہ کرے آنے کے بعد تم کو مل جائے، آپ کے نامہ نگار تو بمبئی گئے ہوئے ہیں، نہ معلوم انہوں نے تم کو اپنے بمبئی جانے کی اطلاع دی یا نہیں، اور مورخ سہارنپوری[1] اور مظاہر علوم کے نئے مدرس بھی آپ کے ساتھ ہیں، عزیز حسنی صاحب نے ایک جگہ جلسہ میں جانے کا وعدہ کیا تھا لیکن وعدہ کے باوجود وہ گجرات تشریف لے گئے وہ بیچارہ لے جانے والا یہاں آیا تھا، مظاہر علوم کے طلبہ کی جماعت چلہ میں جانے کے لیے آرہی ہے، ان کو مناسب جگہ بھیج دیں، اللہ کرے گھر میں سب خیریت سے ہوں یہاں بھی اللہ کا شکر سب خیریت ہے، البتہ رات بندہ کو کئی دست بھی آ گئے، اور متلی بھی ہوگئی، مراد آباد اور نجیب آباد جانا ہوا تھا، سفر کی بے ترتیبی اور رات کی بے آرامی کی وجہ سے سر میں درد ہوا، اتوار کے دن سے یہ دونوں باتیں پیش آئیں، اللہ کا شکر صبح سے دونوں باتیں تو نہیں ہوئی البتہ سر میں درد ہے، بھائی صاحب کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد دعا کی درخواست، مفتی محمود صاحب بھی سفر سے پرسوں دیوبند تشریف لے آئے، اللہ کا شکر خیریت سے ہیں، کل بندہ اور عزیزان عثمان، نعمان ملاقات کرنے گئے تھے، البتہ کمزوری ہے، اللہ کرے بھائی صاحب خیریت سے ہوں اور سفر میں بھی خریت سے رہے ہوں۔

---

[1] مولانا مرحوم گاہ بگاہ راقم سطور کو ''مورخ سہارنپوری اور'' حسنی صاحب سے موسوم کیا کرتے تھے۔ (محمد شاہد)

مولوی احمد لاٹ سے سلام مسنون، نیز عزیزان شاہد، جعفر سے۔ فقط والسلام

محمد طلحہ

۱۹؍شعبان ۱۴۱۱ھ

(متفرق احوال پر تیسرا مکتوب بنام مولانا زبیر الحسن کاندھلوی)

عزیزم الحاج مولوی زبیر سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک کا شکر ہے بندہ بعافیت ہے امید ہے کہ تم بھی بعافیت ہو گے۔

کئی دن ہوئے تمہارے نام پرچہ لکھوایا تھا جو جا سکا، اور اسی خط کے ساتھ وہ ارسال ہے، ہوا یہ کہ جو مہمان جانے والے تھے وہ بھی نہ جا سکے، جہاز کا وقت ظہر کے بعد ڈھائی بجے روانگی کا معمول تھا لیکن وہ مقدم چلا گیا، بجائے ڈھائی بجے کے چھ (٦) بجے روانہ ہو گیا، ان لوگوں کا ارادہ گیارہ بجے کے بعد یہاں سے اڈے پر جانے کا تھا، روانگی سے پہلے یہ سوچ کر جہاز لیٹ تو نہیں، فون کیا، فون پر معلوم ہوا کہ جہاز کا وقت بدلا گیا، اور وہ صبح چھ بجے روانہ ہو گیا، بندہ نے گھر میں بھی خط لکھنے کو کہہ دیا تھا کہ زبیر کے پاس آدمی جا رہا ہے اگر کوئی خط لکھنا چاہے تو لکھ دیں، اس وقت بھی کئی نے لکھے تھے، اللہ کرے یہ خطوط مع سابقہ کے خطوط کے تم تک پہنچ جائے، والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ صاحبہ کی طبیعت خراب ہی چل رہی ہے، دعا کرتے رہیں، اور کراتے رہیں۔ بندہ پرسوں کاندھلہ گیا تھا، کل واپس آیا۔ اللہ کا شکر ہے وہاں بھی سب بعافیت ہیں، کل عزیز شاہد کاندھلہ گئے اور ماموں سے بات کر کے کل ہی سہارنپور روانہ ہو گئے۔ بندہ دہلی آ گیا، آج صبح ہمشیرہ صاحبہ کو یعنی تمہاری والدہ کو دورہ پڑ گیا تھا، ایک آدھ

منٹ کے بعد پھر بند ہوگیا، اس وقت ڈاکٹر محسن کے آنے پر ان سے ذکر کر دیا جائے گا، والدہ اور نانی کے واسطے دعاؤں کا اہتمام کرنا، ان کی طرف سے فکر مت کرنا، طبیعت میں اتار چڑھاؤ چلتا رہتا ہے، بھائی صاحب کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد دعا کی درخواست کر دیں خاص طور سے مدرسہ اور بیماروں کے واسطے، قاضی صاحب، مفتی صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، مفتی بشیر صاحب، بھائی بشیر صاحب، احمد لاٹ، مولوی احسان صاحب سبھی حضرات کی خدمت میں سلام مسنون کہنا، مدرسہ کے حالات حسب سابق خراب ہی چل رہے ہیں، اس کے لیے بھی سبھی سے دعا کی درخواست۔

کئی دن ہوئے خبر سنی تھی کہ مولوی عبد الحفیظ صاحب مکی ۹/نومبر کو آنے والے ہیں، کل ۹ کو انتظار رہا۔

ابو سلامت نے گاڑی بھی بھیج دی تھی لیکن نہ آنے سے فکر ہوا، اللہ کرے ہر طرح سے بعافیت ہوں، بشرط سہولت و یاد ان کی خدمت میں بھی سلام کے بعد انتظار کی خبر کر دیں۔ فقط والسلام

بندہ محمد طلحہ کاندھلوی

بقلم نور احمد حیدر آبادی

سلام مسنون، دعا کی درخواست

۲۵/صفر ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۰/نومبر ۱۹۸۵ء

فہرست

خلفاء ومجازین مولانا محمد طلحہ مرحوم

مرتبہ: مولانا مفتی فرید بن یونس دیولوی

❖❍❖❍❖❍❖❍

آنے والے صفحات میں مولانا مرحوم کی جانب سے مجاز بیعت ہونے والے ستتر (۷۷) خلفاء ومجازین کی فہرست پیش کی جارہی ہے، جو حضرت مرحوم کے خلیفہ مولانا مفتی فرید کی مرتب کردہ ہے اور مولانا مرحوم کی سماعت کردہ ہے۔

فہرست خلفاء ومجازین

حضرت اقدس مولانا محمد طلحہ صاحب رحمہ اللہ، ونور مرقدہ ورفع درجاتہ جانشین قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ، وأعلی اللہ مراتبہ

۱- جناب مولانا احمد عمر جی صاحب آچھودی رحمہ اللہ، بانی: بچوں کا گھر، آموود ضلع بھروچ، گجرات

۲- جناب الحاج ظہور احمد صاحب زرگر رحمہ اللہ لکھی گیٹ دوئم، سہارن پور

۳- جناب الحاج عبد الکریم صاحب سرائے مردان علی، سہارن پور

۴- جناب الحاج عبد الغفور صاحب رحمہ اللہ ناظم کتب خانہ یحیوی، متصل مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور

۵- جناب مولانا عبد الحق اعظمی صاحب رحمہ اللہ سابق شیخ الحدیث ثانی دار العلوم دیوبند

اجازت: ۶/ رجب ۱۴۱۹ھ

۶- جناب الحاج بھائی خالد منیار صاحب سورتی سورت بورڈ پیپر ملس، اودھنا مین روڈ، سورت، گجرات، اجازت: ۱۰/ رمضان ۱۴۱۹ھ

۷- جناب مولانا احمد لاٹ صاحب ندوی مقیم: مرکز تبلیغ بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی

اجازت: ۲۰/ رمضان، ۱۴۱۹ھ

۸- جناب مولانا ملک عبد الوحید صاحب شیخ الحدیث دار العلوم مدینہ منورہ سعودی عرب۔

تاریخ اجازت: ۲۷/ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

۹- جناب مولانا محمد سلمان صاحب ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور وجانشین حضرت پیر ومرشد رحمہ اللہ، کچا گھر، سہارنپور

تاریخ اجازت: ۲۷/ رمضان المبارک سنہ۱۴۱۹ھ

۱۰-جناب صوفی محمد عمر جی بچھیڑ کلاں والے

۱۱-جناب مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہریؒ مقیم مدینہ منورہ، زادہا اللہ شرفا وکرامۃ

۱۲-جناب مولانا محمد ممتاز صاحبؒ مدھوبنی، بہار۔

اجازت: ۲۷/ رمضان المبارک، سنہ۱۴۲۰ھ

۱۳-جناب قاری محمد صالح صاحب جوگواڑی مقیم حال کناڈا، امریکہ۔

تاریخ اجازت: ۲۹/ رمضان المبارک، سنہ۱۴۲۰ھ

۱۴-جناب الحاج مولانا محمود صاحب مقیم حال افریقہ

۱۵-جناب الحاج بھائی نعیم اللہ صاحب حیدر آباد۔

تاریخ اجازت: ۸/ رمضان المبارک سنہ۱۴۲۲ھ

۱۶-جناب الحاج بھائی ذکاء اللہ صاحب الحرم اسٹیشنرس، اردو بازار، لاہور، پاکستان۔

اجازت: ۸/ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

۱۷-جناب الحاج بھائی نصرت اللہ صاحب الحرم اسٹیشنرس، اردو بازار، لاہور، پاکستان

اجازت: ۸/ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

۱۸-مولانا عبدالرحیم حاجی دالار صاحب ہارونی منزل، سوسائٹی روڈ، آنند، گجرات۔

اجازت: رمضان المبارک سنہ۱۴۲۲ھ

۱۹-جناب مولانا رفیق احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم چھاپی، گجرات۔

تاریخ اجازت: ۲۲/ رمضان سنہ۱۴۲۲ھ

محلّہ پارہ، پورہ معروف، پوسٹ کورتھی جعفر پور، ضلع مئو، یوپی

۲۰-جناب مولانا محمد رضوان صاحب قصبہ کُرسی، ضلع بارہ بنکی، یوپی۔

اجازت: ۲۷/ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

۲۱-جناب مولانا جمال الدین صاحب مظاہری مہتمم مدرسہ مدنیہ، خیروا، پوسٹ بیلا، تھانہ چھورادانو، مشرقی چمپارن، بہار

اجازت: ۲۹/ رمضان المبارک، سنہ۱۴۲۳ھ

۲۲-جناب مولانا عبداللہ معروفی صاحب استاذ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند وسابق استاذ تخصص حدیث مظاہر علوم سہارنپور محلّہ نئی بستی پارہ، پورہ معروف، ضلع مئو، یوپی۔

اجازت: ۲۹/ رمضان المبارک، ۱۴۲۳ھ

۲۳-جناب مولانا مبین صاحب رحمہ اللہ سابق استاذ جامعہ اسلامیہ خادم الاسلام ہاپوڑ

اجازت ۱۴/ رمضان، سنہ۱۴۲۴ھ

۲۴-جناب صوفی محمد میاں صاحب امیر جماعت سورت، گجرات

۲۵-جناب مولانا مفتی ریاست علی شکارپوری محلّہ قانون گویان، شکارپور، بلندشہر۔

اجازت: ۲۷/ رمضان المبارک، ۱۴۲۵ھ

۲۶-جناب مولانا عبداللطیف صاحب قاسمی آسام

۲۷-جناب مولانا حکیم محمد الیاس صاحبؒ محلّہ مفتی، سہارن پور،

اجازت: ۲۷/ رمضان المبارک ،۱۴۲۶ھ

۲۸-جناب حافظ محمد یوسف صاحب مالے گاؤں، ناسک، مہاراسٹر۔

اجازت: ۲۷/ رمضان المبارک ،۱۴۲۶ھ

۲۹-جناب مولانا مفتی محمد ذاکر صاحب جے پور، راجستھان۔

اجازت: ۲۷/ رمضان المبارک ،۱۴۲۶ھ

۳۰-جناب بھائی محمد الطاف صاحب دہلی۔اجازت: ۲۴/ رمضان سنہ۱۴۲۶ھ

۳۱-جناب مولانا ظہورالدین صاحب مقیم: مرکز تبلیغ، حضرت نظام الدین، دہلی۔

اجازت: ۲۷/ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

۳۲-جناب مولانا سید محمود میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ کریم پارک، راوی روڈ، لاہور، پاکستان

۳۳-جناب حافظ محمد اسماعیل صاحب موضع فیروز پور نمک، میوات، ہریانہ۔

اجازت: رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

۳۴-حضرت مولانا محمد صاحب معہد الخلیل الاسلامی، بہادر آباد، کراچی، پاکستان۔

اجازت: سنہ ۱۴۲۷ھ

۳۵-جناب بھائی اقبال حفیظ صاحب اقبال منزل، بھوپال۔

اجازت: رمضان المبارک، سنہ ۱۴۲۸ھ

۳۶-جناب مفتی (غلام) فرید بن یونس دیولوی ناظم دارالقرآن والافتاء، کھولوڈ، سورت گجرات

اجازت: ۲۷ رمضان سنہ ۱۴۲۸ھ

۳۷-جناب مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب دارالمبلغین، پاٹا نالہ، لکھنؤ۔

اجازت سنہ ۱۴۲۹ھ (بذریعہ فون)

۳۸-جناب مولانا مفتی محمود صاحب، بنگلہ دیش ناظم جامعہ عربیہ بشوندرا، ڈھاکہ، بنگلہ دیش۔

اجازت: ۳/ جون سنہ ۲۰۰۸ء

۳۹-جناب مولانا محمد عثمان صاحب محلّہ اسلام پورہ، کاکوسی، ضلع پٹن، شمالی گجرات

اجازت: ۸/ رمضان سنہ ۱۴۲۹ھ

۴۰-جناب مولانا ناصر علی صاحب مدرسہ مدینۃ العلوم، قصبہ لہرپور، ضلع سیتاپور

اجازت ۲۴/ رمضان سنہ ۱۴۲۹ھ

۴۱-جناب مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری جامعہ اسلامیہ مظفر پور، قلندر پور اعظم گڈھ

اجازت: بذریعہ تحریر

۴۲-جناب مولانا مفتی مقصود عالم صاحب جامعہ عربیہ خادم الاسلام، ہاپوڑ، یوپی۔
اجازت بذریعہ تحریر
۴۳-جناب مولانا یوسف صدیق اسلام پوری صاحب جامعہ ہدایت ہمت نگر، سابرکانٹھا، گجرات
اجازت ۱۷/ رمضان سنہ۱۴۳۰ھ
۴۴-جناب مولانا زاہر حسین صاحب رشید پور، اُلٹا باڑی، کشن گنج، بہار۔
اجازت:۲۴/ رمضان سنہ۱۴۳۰ھ
۴۵-جناب مولانا نیاز الدین اصلاحی صاحب استاذ شعبۂ کتابت: دارالعلوم دیوبند۔
اجازت:۲۶/ رمضان سنہ۱۴۳۰ھ
۴۶-جناب مولانا عبدالرؤف بن شیخ عبدالحفیظ صاحب مکی
مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ۔
اجازت:۲۷/ رمضان المبارک سنہ۱۴۳۰ھ
۴۷-جناب مولانا محمود رومی صاحب جونپوری مدرسہ حلیمیہ، رسول پور، اعظم گڈھ، یوپی
اجازت:۲۸/ رمضان سنہ۱۴۳۰ھ
۴۸-جناب مولانا قاری رضوان نسیم صاحب صدر القراء جامعہ مظاہر علوم سہارن پور۔
اجازت:۲۹/ رمضان سنہ۱۴۳۰ھ
۴۹-جناب حافظ پٹیل صاحبؒ نوساری، گجرات، مقیم مرکز تبلیغ لندن یوکے۔
اجازت: رجب سنہ۱۴۳۱ھ (بذریعہ تحریر)
۵۰-جناب مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب مفتی مدرسہ شاہی مرادآباد۔
اجازت: ذی الحجہ سنہ۱۴۳۱ھ، بہ مدینہ منورہ
۵۱-جناب مولانا مفتی ریاست علی رامپوری صاحب مفتی جامعہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد امروہہ
اجازت:۲۹/ رمضان سنہ۱۴۳۱ھ

۵۲-جناب مولانا عبدالرحیم لمباڈہ صاحب دارالعلوم بری، لندن، یوکے۔

اجازت: شعبان المعظم سنہ۱۴۳۲ھ

۵۳-جناب مولانا محمد اویس صاحب اسلام پور، ہمت نگر، سابر کانٹھا، گجرات۔

اجازت: رمضان المبارک سنہ۱۴۳۲ھ

۵۴-جناب محمد امتیاز خاں صاحب حسین پورہ، ولوڈ، تمل ناڈو۔

اجازت: ۱۰/ رجب سنہ۱۴۳۳ھ

۵۵-جناب مولانا ابراہیم میاں فارم صاحب ساؤتھ افریقہ۔

اجازت: رجب المرجب سنہ۱۴۳۳ھ

۵۶-جناب مولانا محمد عتیق الرحمٰن بن عزیز الرحمٰن صاحب جامعہ دارالعلوم زکریا، اسلام آباد، پاکستان

اجازت: ۲۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ

۵۷-جناب مولانا محمد اویس بن مولانا عزیز الرحمٰن صاحب جامعہ دارالعلوم زکریا، اسلام آباد، پاکستان،

اجازت: ۲۷/ جمادی الثانیہ سنہ ۱۴۳۳ھ

۵۸-جناب حافظ محمد شاہد صاحب معہد الخلیل الاسلامی، کراچی، پاکستان۔

اجازت: ۲۹/ جمادیٰ الثانیہ سنہ۱۴۳۳ھ

۵۹-جناب مولانا محمد سلمان صاحب معہد الخلیل الاسلامی، کراچی، پاکستان۔

اجازت: رجب المرجب، سنہ۱۴۳۳ھ

۶۰-جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب کراچی، پاکستان۔

اجازت: رجب المرجب سنہ۱۴۳۳ھ

۶۱-جناب مولانا اسحاق صاحب راندیری ٹائیواڑ، راندیر، سورت۔

۳۰/ رمضان المبارک سنہ۱۴۳۳ھ

۶۲-حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی استاذ حدیث تفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اجازت: رجب المرجب سنہ۱۴۳۴ھ

۶۳-جناب مولانا حسن جان صاحب خطیب مسجد ابوذر غفاریؓ، حیات آباد، پشاور پاکستان

اجازت محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

۶۴-جناب ڈاکٹر نوید جمیل ملک صاحب سرسید روڈ، راول پنڈی کینٹ، پاکستان۔

۱۷/محرم الحرام سنہ۱۴۳۵ھ

۶۵-جناب مولانا زہیر الحسن صاحب مرکز تبلیغ بستی حضرت نظام الدین، دہلی۔

اجازت: جمادیٰ الثانیہ ۱۴۳۵ھ (بذریعہ تحریر)

۶۶-جناب الحاج سید محمد ناطق صاحب قادری المندینار، اورنگ آباد، بہار۔

اجازت: ۲۳/ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۶۷-جناب مولانا موسیٰ صاحب رانی، پوسٹ راب گنج۔

اجازت: ۲۳/ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

۶۸-جناب بھائی عبدالقادر صاحب سرگودھا، پاکستان۔

اجازت: رجب المرجب سنہ۱۴۳۶ھ

۶۹-جناب مولانا عبدالعظیم مظاہری ندوی صاحب مہتمم مدرسہ حلیمیہ رسول پور اعظم گڈھ

اجازت: ۲۶/ رمضان ۱۴۳۶ھ (بذریعہ تحریر)

۷۰-جناب الحاج لقمان مکی صاحب مقیم حال مدینہ منورہ، سعودیہ عربیہ۔

اجازت: ۷/شوال المکرّم سنہ۱۴۳۶ھ

۷۱-جناب ہیثم صاحب مکی مکہ مکرمہ، سعودیہ عربیہ۔

اجازت: ۲۷/ رمضان المبارک سنہ۱۴۳۷ھ

۷۲- جناب مولانا محمد شعبان صاحب دودھارا، ضلع سنت کبیر نگر بستی۔

اجازت: ۱۰/شوال سنہ ۱۴۳۸ھ

۷۳- جناب مولانا یحییٰ بن مولانا یوسف لدھیانوی مکتبہ لدھیانوی، کراچی، پاکستان۔

۷۴- جناب مولانا رشید الدین بن مولانا معین الدین سکھر، سندھ، پاکستان۔

۷۵- جناب مولانا سید محمد ازہر مدنی صاحب مہتمم مدرسہ مدنیہ تعلیم القرآن، گنگوہ

اجازت سنہ ۱۴۳۸ھ

۷۶- جناب مولانا سید محمد جنید صاحب استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

اجازت: ۲۷/ رمضان ۱۴۳۹ھ

۷۷- جناب مولانا معاذ بن شیخ عبد الحفیظ مکی صاحب مکہ مکرمہ، سعودیہ عربیہ۔

اجازت: محرم الحرام سنہ ۱۴۴۰ھ

نوٹ: یہ مکمل فہرست حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ میں ان کو باقاعدہ سنائی جا چکی ہے۔

بندہ حقیر: فرید بن یونس دیولوی غفرلہ

یکے از خدام حضرت اقدس پیر محمد طلحہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

☆☆☆☆☆

مولانا محمد طلحہ صاحب کی حیات میں خلفاء کی فہرست مولانا مفتی فرید کے پاس ہی محفوظ رہتی تھی، مولانا مرحوم کا عام معمول یہ تھا کہ کسی کو بھی اجازت وخلافت مفتی صاحب موصوف یا مولانا جمال مظاہری کی موجودگی میں مرحمت فرمایا کرتے تھے۔

۸

مولانا محمد طلحہ مرحوم پر

چند منتخب تحریریں

لکھنے والے:

☆ حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند
☆ مولانا راشد الحق سمیع، دارالعلوم حقانیہ (پاکستان)
☆ حضرت مولانا اللہ وسایا، مجلس تحفظ ختم نبوت (پاکستان)
☆ مولانا مفتی فرید احمد دیولوی، ادارہ فیض شیخ زکریا، احمد آباد گجرات
☆ مولانا سید ازہر مدنی، مدرسہ مدنیہ تعلیم القرآن گنگوہ، سہارنپور
☆ مولانا سید نجم الحسن تھانوی، خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون
☆ مولانا حمید اللہ قاسمی ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفر آباد، سہارنپور
☆ پیر طریقت جناب الحاج خالد منیار سورت، گجرات

۱

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے انتقال پر

مولانا سید ارشد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند کا اظہار رنج وغم

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ کے خلف ارشد حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے انتقال پر ملال پر صدر جمعیۃ علامء ہند مولانا سید ارشد مدنی نے اپنے گہرے رنج ودُکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:

مولانا مرحوم پچھلے نصف صدی سے دعوت وتبلیغ اور عوام کی اصلاح وتربیت کے لیے سرگرم عمل رہے ہیں، مولانا مرحوم اپنی سادگی، منکسر المزاجی اور ملنساری کی وجہ سے ہر طبقہ کے لوگوں میں مقبول تھے، اعتدال، توازن اور توسع وکشادہ نظری ان کا امتیازی وصف تھا۔

آپ نے اس مادی دور میں دنیا سے بے رغبتی اور رجوع الی اللہ کی جو نظیر پیش کی ہے وہ کم دیکھنے کو ملتی ہے، ہر وقت ذکر الٰہی سے زبان کو سرشار رکھنا آپ کا محبوب وطیرہ تھا، آپ نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے والد بزرگوار کے حلقہ ارادت کو نہ صرف سنبھالا بلکہ وسعت دی، والد بزرگوار کی طرح حضرت مولانا کی مجلس اور دسترخوان بڑا وسیع تھا، مختلف المزاج اور مختلف نظریات کے لوگ اگر کسی جگہ جمع رہتے تھے تو صرف یہی خانقاہ تھی، حضرت مولانا نے بھی اپنے والد مرحوم کی طرح اس روایت کو باقی رکھا تھا۔

مولانا مرحوم ابتدائی تعلیم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے حاصل کرنے کے بعد مدرسہ کاشف العلوم بستی حضرت نظام الدین مرکز میں اپنی تعلیم کی تکمیل کرتے ہوئے ۱۹۸۳ء میں دورہ حدیث شریف سے فارغ ہوئے، آپ نے بخاری شریف حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ سے اور طحاوی شریف حضرت مولانا یوسفؒ سے پڑھی، فراغت کے بعد حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت ہوئے، لیکن بیعت کی اجازت وخلافت اپنے والد بزرگوار سے ملی۔

آپ معروف بزرگ شخصیت حضرت مولانا افتخار الحسنؒ کے داماد تھے، اور حضرت مولانا الیاسؒ بانی تبلیغ کے نواسے تھے، مولانا مرحوم تاحیات مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرست رہے اور دارالعلوم دیوبند کے رکن شوریٰ بھی رہے۔ ایسی شخصیت کا داغ مفارقت دے جانا ایک عظیم سانحہ ہے۔

مولانا مرحوم کے ہزاروں متوسلین اور خوشاں چیں دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں جو دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، جو مرحوم کے آخری زندگی کے لیے بڑا سرمایہ ہیں۔ صدر جمعیۃ علماء ہند نے اپنے تعزیتی بیان میں مولانا مرحوم کے پسماندگان اور رفقاء اور متعلقین سے تعزیت کی ہے اور جماعتی رفقاء واہل مدارس سے مولانا مرحوم کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کے لیے اپیل کی ہے۔
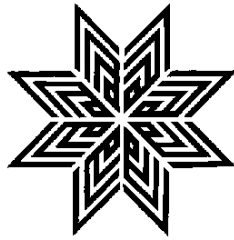
۲

عظیم داعی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کے جانشین وفرزند حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کی وفات

از: مولانا راشد الحق سمیع صاحب، دارالعلوم حقانیہ (پاکستان)

اسلامی ہجری سال ۱۴۴۰ھ امت مسلمہ اور خصوصاً برصغیر کے مسلمانوں پر بہت بھاری ثابت ہوا ہے، اس کی شروعات ہی میں عالم اسلام و پاکستان کی عظیم شجاع شخصیت شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق نور اللہ مرقدہ کو دشمنان اسلام نے بیدردی کے ساتھ شہید کیا، پھر اس کے بعد تو تقریباً ہر ماہ کوئی نہ کوئی علم وعرفان کا چراغ یکے بعد دیگرے بجھتا چلا گیا، اور اب اس عام الحزن (غم کے سال) کے آخر میں حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے سانحہ ارتحال نے تو بچھی ہوئی صف ماتم اور پھیلی ہوئی شب تاریک کو اور بھی دراز و تاریک تر کر دیا۔ ع

اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

۲۱ راگست ۲۰۱۹ء مطابق یکم ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ بروز پیر عید الاضحیٰ کے مبارک دن شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے اکلوتے صاحبزادے، سچے جانشین، بقیۃ السلف، پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی طویل علالت کے بعد ہسپتال مین انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا طلحہ کاندھلوی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کی

تعریف اور پہچان کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ کی نسبت ایک بہت بڑی علمی، دعوتی، اور روحانی، عالمی شخصیت، قطب الاقطاب، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی صاحب سے ہے، حضرت خانوادہ کاندھلوی کی علمی اور روحانی میراث کے امین تھے، آپ احسان وسلوک کے سلسلہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت تھے اوراس طرح اپنے والد بزرگوار قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب سے بھی روحانی تعلق کو مضبوط کیا، اور آپ کی تربیت میں رہ کر سلوک واحسان کے اعلیٰ منازل طے کر کے تقویٰ کے بلند مراتب پر فائز رہے، یہاں تک کہ آپ کو حضرت شیخ الحدیث نے زندگی میں ہی اپنی طرف سے بیعت وارشاد کی اجازت عطا فرمائی، آپ کی بلند پایہ شخصیت کو بنانے میں آپ کے عظیم والد بزرگوار کی تربیت کا بڑا دخل ہے۔

حضرت مرحوم کی کی شخصیت اس اعتبار سے منفرد ہے کہ آپ کو سن طفولیت میں ہی پیر طریقت کا خطاب ملا، مولانا مرحوم جامعہ مظاہر العلوم سہارپور کے سرپرست اور ام المدارس جامعہ دارالعلوم دیوبند کے شوریٰ کے رکن رکین تھے، اسی طرح بہت سی اسلامی تحریکات اور جماعتوں کی سرپرستی فرماتے تھے، سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ علم کے ساتھ ساتھ راسخ العقیدگی وتدّین، خلوص وللّٰہیت، ورع وتقوی، زہدوقناعت، تواضع وانکساری اور بےنفسی کا بھی مجسم نمونہ اور سیرت وکردار اور سادہ شخصیت کے مالک تھے، اپنے عظیم والد بزرگوار کی صالح زندگی کا آئینہ اوران کی تبلیغی خدمات کا نمونہ تھے، عظیم نسبت اور صوفیانہ خصوصیات کے حامل تھے۔ ان کا وجود ملت اسلامیہ کے لیے بلاشبہ نعمت وبرکت تھا، ان کے فیوض وبرکات سے ایک عالم مستفیض ہوا، آپ کے ذریعہ لوگ روحانی غذا حاصل کرتے اور ہدایت کی دولت سے مالا مال ہوجاتے، انہوں نے اپنی پوری زندگی دین کی خدمت کے لیے وقف کی، والد محترم شیخ الحدیث

حضرت مولانا سمیع الحق شہید نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا طلحہ مرحوم کے درمیان بے پناہ الفت ومحبت تھی، اکثر حج اور عمرہ کے دوران حرمین شریفین میں ہماری ملاقاتیں ہوتیں۔

اپریل ۲۰۱۵ءکو جب آپ پاکستان تشریف لائے تو جامعہ حقانیہ کو بھی قدوم میمنت سے نوازا، خاندان حقانی سے ان کو بھی بے پناہ محبت تھی۔

یقیناً حضرت مولانا طلحہ مرحوم کا حادثہ فاجعہ نہ صرف ان کے خاندان کے لیے بلکہ یہ پوری ملت اسلامیہ کے لیے ایک عظیم حادثہ ہے، خاص کر حقانی خاندان اس غم اور صدمہ میں حضرت مولانا مرحوم کے پسماندگان اور خصوصاً پیر طریقت جامعہ حقانیہ کے قابل فخر فرزند حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ کے ساتھ برابر کا شریک ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے، اور حضرت کے تمام پسماندگان ومتوسلین، معتقدین اور مریدین کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)۔ جب آپ پاکستان ودارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تھے اور یہاں دارالعلوم میں طلبہ سے علمی وروحانی خطاب بھی فرمایا تھا، ماہنامہ الحق مارچ، اپریل ۲۰۱۵ء میں آپ کی آمد پر راقم نے اداریہ تحریر کیا تھا وہ بھی موقع کی مناسبت سے نذر قارئین ہے:

عظیم داعی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کے جانشین وفرزند حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کی دارالعلوم حقانیہ آمد

الحمدللہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ عالم اسلام اور ہندوپاک کی ایسی روح پرور علمی و دینی درس گاہ ہے جس میں وقتاً فوقتاً عالم اسلام کے مشاہیر اور زعماء ملت تشریف لاتے رہتے ہیں، اور دارالعلوم کے ساتھ اپنی محبت ووابستگی کا اظہار فرماتے رہتے ہیں، اسی سلسلہ میں مورخہ ۷/اپریل ۲۰۱۵ء بروز منگل بمطابق ۱۷/جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ کو

جامعہ دارالعلوم حقانیہ ایک ایسی بابرکت وقدآور شخصیت اپنے وفد کے ہمراہ تشریف لائے جی کی آمد سے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی رونق وعزت میں چار چاند لگ گئے۔ آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا، صدر مدرس جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور (ہندوستان) مرکزی رہنما وسرپرست عالمی تبلیغی جماعت کے فرزند ارجمند و جانشین ہیں اوراس عظیم نسبت کے علاوہ ہندوستان کی دو عظیم علمی وروحانی درسگاہوں دارالعلوم دیوبند اور مظاہرعلوم سہارنپور کے سرپرست اعلیٰ بھی ہیں۔ ماشاءاللہ آپ سے بہت بڑی روحانی شخصیت و پیر طریقت ہونے کے ساتھ اپنے والدگرامی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ کا سلسلہ دنیا بھر میں پھیلا دیا ہے۔ آپ کے عقیدت مندوں اور فیض یافتگان کی تعداد ہزاروں سے بھی آگے پہنچ گئی ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان میں سینکڑوں مدارس اور چھوٹے بڑے مکاتب کی نگرانی وسرپرستی بھی فرماتے رہتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت طلحہ صاحب مدظلہ اس وقت برصغیر کے متفق علیہ دیوبندی بزرگ ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا جنہیں پاکستانی جماعتوں کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے تمام علما، مشائخ، مذہبی تنظیمیں بھی حقیقی طور پر تسلیم کرتی ہیں۔

حضرت مدظلہ سے ویسے تو حرمین شریفین میں سال بہ سال الحمدللہ ملاقات کا شرف حاصل رہتا ہے لیکن ہم سب کی یہ دیرینہ تمنا تھی کہ آپ جامعہ دارالعلوم حقانیہ بھی تشریف لائیں کیونکہ حضرت مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ اور مظاہرعلوم سہارنپور کے علماء و مشائخ اتفاق سے دارالعلوم اس وقت تشریف نہ لاسکتے تھے، بہرحال پچھلے سالوں راقم نے حضرت کی لاہور آمد کے موقع پر دارالعلوم تشریف لانے کی درخواست پیش کی جو آپ نے قبول کرکے آئندہ دورہ کے موقع پر آنے کا وعدہ فرمایا۔ پھراس کے بعد دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فرزند پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب مدظلہ کی خصوصی دلچسپی وتحریک پر آپ دارالعلوم تشریف لائے،

دارالعلوم میں آپ کی آمد کے موقع پر عید کا سماں پیدا ہو گیا تھا، مختصر وقت اور بغیر اطلاع کے باوجود ہزاروں علماء، فضلاء صوبہ بھر سے تشریف لا چکے تھے، حضرت والا مدظلہ نے نماز ظہر ہمارے غریب خانے میں ادا کی، پھر اس کے بعد دارالعلوم کے دارالحدیث ہال میں باقاعدہ تقریب کا آغاز ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا اور حضرت کاندھلوی کے آباؤ اجداد کے شاندار علمی، اصلاحی اور دعوتی خدمات پر روشنی ڈالی، اس کے بعد مجلس میں دیگر شرکاء کا مختصر تعارف فرمایا۔ جس میں عالمی ختم نبوت موومنٹ کے مرکزی صدر حضرت مولانا عبدالحفیظ (مقیم مکہ مکرمہ) اور پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب (مہتمم دارالعلوم زکریا ترنول راولپنڈی)، پیر طریقت حضرت مولانا مفتی مختار الدین شاہ (سجادہ نشین دارلعلوم کربوغہ کوہاٹ) مولانا عبدالقیوم حقانی (مہتمم جامعہ ابو ہریرہ)، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم (دیر بابا)، شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب، مولانا مفتی سیف اللہ حقانی صاحب، مفتی محمد یوسف صاحب کراچی، مولانا عدنان کاکاخیل (معروف خطیب و دینی اسکالر) و دیگر علماء شامل تھے۔

مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب اور مولانا ڈاکٹر شیری علی شاہ صاحب نے بھی حضرت کاندھلوی اور ان کے آباء و اجداد کے پس منظر کو بیان کرنے کے بعد ان سے طلبہ کو اجازت حدیث دینے اور وعظ و نصیحت کرنے کی درخواست کی، حضرت انتہائی کم گو، سادہ مزاج، جبوں و قبوں سے دُور بلکہ نفور، خطیبانہ نازنخرون سے ناآشنا، انتہائی سادہ لب و لہجہ میں خطاب فرمانے لگے، بچپن سے بڑھاپے تک جن جن اکابر سے فیض یاب ہوتے رہے، دھیمے دھیمے انداز میں اس کا تذکرہ کرتے رہے، علمائے دیوبند اور علمائے سہارنپور کی بنیادی تین چیزوں دعوت، تدریس اور تزکیہ پر زور دیا،

حاضرین مجلس بیان سے زیادہ ان کی روحانیت، شخصیت اور دیدار سے فیضیاب ہوتے رہے، مجلس میں انوارات وبرکات کی بارش تھی، الغرض ایک روح پرور نورانی اجتماع تھا جس کی یادیں دلوں کی دنیا اور یادوں کی بستی میں تازہ رہیں گی۔

۳

یادگار اسلاف مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ کی رحلت

از: حضرت مولانا اللہ وسایا، پاکستان

۱۲/اگست ۲۰۱۹ء عیدالاضحیٰ کے روز مولانا محمد طلحہ کاندھلوی وصال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الحدیث، برکۃ العصر، ریحانۃ الہند حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے اکلوتے فرزند اور جانشین مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ کے وصال کی اندوہناک خبر نے ایک بار پھر ہلا کر رکھ دیا ہے۔

مولانا محمد طلحہ کاندھلوی تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کے نواسے تھے۔ آپ نے نظام الدین دہلی مرکز تبلیغ میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ عمر بھر وعظ و نصیحت، تبلیغ و تعلیم سے شغل رہا، آپ کا وجود مسعود اس دور میں بہت غنیمت تھا۔ آپ دوہری نسبتوں کے حامل تھے، نجیب الطرفین تھے، حق تعالیٰ نے انہیں اس دنیا میں صرف فکر آخرت اور جنت کمانے کے لیے بھیجا تھا، انہوں نے اس دنیا میں رہ کر مال ومنال سے اپنے کو ملوث نہیں ہونے دیا۔

جمعیۃ علماء ہند کے تحت حضرت شیخ الہند سیمینار دسمبر ۲۰۱۳ء میں منعقد ہوا، اس کے دو اجلاس تھے۔ ایک دارالعلوم دیوبند میں اور دوسرا رام لیلا گراونڈ دہلی میں۔

پاکستان سے ایک بھرپور وفد قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی قیادت میں شریک ہوا، اس سفر میں سہارنپور میں حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ کے ہاں دیوبند جاتے ہوئے رکنا ہوا۔ آپ کے یہاں وفد کے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام تھا، اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے گھر کو دیکھا۔ جہاں مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ نے نچلی منزل کی بالکونی کے زیر سایہ صحن میں ڈیرہ لگا رکھا تھا، وہیں چارپائی، وہیں بستر، وہیں کتابیں، وہیں مصلیٰ، وہیں رہن سہن، وہیں آرام، وہیں مہمان داری، وہیں مجلس ذکر، وہیں خانقاہی نظام، نہ آنے والے کا فکر، نہ جانے والے کا غم۔ بہار ہو کہ خزاں مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ یہاں براجمان اور ہر حال میں فرحاں وشاداں تھے۔ وہ اپنے گھر میں بھی گویا غریب الوطن تھے۔

سب سے حیران کن یہ کہ حضرت شیخ الحدیث کے بعد مولانا محمد طلحہ نے شاید ایک انیٹ کی بھی اس مکان میں تبدیلی نہیں کی تھی۔ خداوند کریم! یہ کیسے بندے تھے کہ جنہیں اس دنیا کی خوش نمائی اپنی طرف قطعاً متوجہ نہ کرسکی۔ متعدد دوست آتے، ہدیہ کرتے، جو جیب میں آیا، اگلے مرحلہ پر جو ضرورت مند آیا جیب خالی کرکے اس کے سپرد کردی۔ نہ رقم آتے گنا، نہ جاتے شمار کیا۔ ایک آدمی نے بھاری رقم جیب میں ڈالی، وہ گئے بھی نہ ہوں گے کہ ایک صاحب مسجد کے سنگ بنیاد کے لیے حاضر ہوئے۔ جیب میں ہاتھ ڈالا جتنی رقم تھی، وہ نکالی اور مسجد کی تعمیر کے لیے اس کے سپرد کردی۔ دن بھر، بلکہ عمر بھر یہ سلسلہ جاری رہا، کروڑوں آئے اور کروڑوں گئے، لیکن ان کی گرد بھی آپ کے دامن کو چھو نہ سکی۔

فقیر راقم کی آپ سے متعدد ملاقاتیں، زیارتیں ہیں، شناسائی و نیازمندی کا ایسا تعلق تھا کہ اب ان واقعات کو دہراتے ہوئے شرم بھی آتی ہے اور شماتت اعداء سے بھی مفر نہیں۔ برطانیہ، انڈیا، سعودیہ، پاکستان میں آپ سے ملاقاتیں ہوئیں۔

آپ کی دنیا سے بے رغبتی اور کلمہ حق بلاخوف لومۃ لائم کہنے میں آپ کو اتنا جراءت مند پایا کہ اکابر کی یاد تازہ ہوگئی۔ان دوصفات کی آپ نے مثال قائم کردی۔

پاکستان میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی کے جامعہ کے جلسہ میں تشریف لائے، پاکستان کے ایک خطیب صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! سہارنپور حاضری کے لیے دل کرتا ہے، فی البدیہہ فرمایا کہ پاکستان میں جو کررہے ہو ہمیں اس سے معاف رکھا جائے، وہ تکتے رہ گئے، اور سامعین آپ کی بصیرت پر وجد کناں ہوگئے۔

بلا مبالغہ آپ نے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی سرپرستی، تعمیر نو، تعلیمی ترقی، خانقاہ زکریا کی آبیاری، اپنے والد گرامی کے حلقہ کی خدمت گزاری میں کمال کردکھایا۔

ایک بار حرم مدینہ مسجد نبوی میں ایک دوست نے بتایا کہ حضرت مولانا طلحہ کاندھلوی وہ سامنے تشریف فرما ہیں، فقیر ملاقات کے لیے لپکا، آپ کے پاس برطانیہ کے رفقاء موجود تھے، ان میں سے کوئی صاحب فقیر کے بھی جاننے والے تھے، انہوں نے تعارف کرادیا، آپ نے ہاتھوں میں ہاتھ لیے، متعدد سوالات کرڈالے، فقیر نے جواباً مختصراً کچھ عرض کیا، اسی حالت میں فرمایا: بیعت کا تعلق کن سے ہے؟ عرض کیا: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب سے۔فوراً گل شگفتہ کی طرح مہک اٹھے، فرمایا ''اچھا رائے پوری طریقہ سے منسلک ہو، آپ کے پیر صاحب سے یہ منزل میں نے لکھوائی تھی، یہ چہل حدیث بھی ان کی کتابت شدہ ہے۔ یہ پڑھا کرو''۔دونوں کے نسخے عنایت فرمائے۔

لیجئے! مسجد نبوی میں درود شریف کا مجموعہ حضرت شیخ الحدیث کے گھرانہ کے ہاتھوں سے مل گیا۔اللہ رب العزت نہ بھلائے تو پورے قیام مدینہ کے دوران وہ زیر تلاوت رہا، میرے ایسے کتنے تہی دامن لوگوں کو یومیہ رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس سے محبت کے راستے پر دوڑا دیتے ہوں گے۔ قافلہ در قافلہ اس معمول کو وہ

جاری رکھے ہوئے تھے، ختم نبوت کے کام کی رپورٹ پوچھی تو بشاشت قلبی کے آثار چہرۂ انور پر نمایاں نظر آنے لگے۔

حضرت مدنی، حضرت رائے پوریؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور حضرت شیخ الحدیثؒ ان عناصر اربعہ کی روایات کو اگر کسی نے زندہ رکھا ہے تو وہ مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ تھے، وہ اس دھرتی پر یقیناً ان لوگوں میں سے تھے جن کی دعاؤں سے امت کی بلائیں ٹلا کرتی تھیں۔

ایک بار آپ پاکستان تشریف لائے، فقیر نے لاہور حضرت مولانا انیس احمد مظاہری سے عرض کیا کہ چناب نگر مدرسہ عربیہ ختم نبوت میں مشکوٰۃ شریف کا حضرت طلحہ کاندھلوی ختم کرادیں، تو نسبت قائم ہوجائیگی، یہ تجویز ان کو ایسی پسند آئی کہ انہوں نے اپنے والد قبلہ حضرت حافظ صغیر احمد سے عرض کیا، انہوں نے مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب کو فرمایا۔ مل جل کر ان حضرات نے طے کرلیا کہ ڈھڈیاں شریف آتے جاتے، مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کے لیے حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ کا وقت آپ کو ملے گا۔ آپ چناب نگر مسلم کالونی مدرسہ عربیہ ختم نبوت تشریف لائے، تو سیدھے ختم نبوت مسجد میں گئے، ختم مشکوٰۃ ہوا، آپ نے دعا فرمائی، یوں وہی کلاس اگلے تعلیمی سال مدرسہ میں دورہ حدیث شریف کی پہلی جماعت ثابت ہوئی۔

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ بہت بڑے آدمی تھے، ان کی وفات سے ہماری محرومی میں اضافہ ہوا، وہ تو یقیناً اس ماحول سے بہتر ماحول میں چلے گئے۔ دعا ہے حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں اور ان کی برکات سے حق تعالیٰ شانہ امت کو محروم نہ رکھیں، آمین بحرمة النبی الکریم۔

۴

میرے حضرتؒ ایک ہمہ گیر شخصیت

از: مولانا مفتی فرید بن یونس دیولوی گجرات

باسمہ تعالیٰ

۱۰/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۲/اگست ۲۰۱۹ء بیروز پیر دوپہر ڈھائی بجے کے قریب سرزمین ہندو پاک کے سلسلہ باکمال و بافیض مرشدین کے قافلہ سالار، قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے اکلوتے صاحبزادے و جانشین، میرے مرشد پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلویؒ نے تقریباً اسی سال کی عمر میں فالج کے عارضے کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور نہ صرف ہم خدام و باشندگان ہندو پاک کو بلکہ ہزاروں عقیدت مندوں، فیض یافتوں، محبین اور سارے علمی وسلوکی حلقوں کو سوگوار اور اشکبار کر گئے ۔

سردیٔ مرقد سے بھی افسردہ ہوسکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں

(علامہ اقبالؒ)

مرشدی حضرت اقدس مولانا محمد طلحہ قدس سرہ کی ذات گرامی اس وقت سالکان طریقت کے لیے ایک عظیم چشمۂ فیض تھی، جس کے آب حیات سے بے شمار انسانوں کو نئی زندگی ملی، اور نہ جانے کتنے حلقوں میں وہ حسین انقلاب برپا ہوا، جس سے ضمیر کو

سکون اور دل کو تعلق مع اللہ اور یقین و معرفت کا قرار حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عہد اور خاندان کے مشائخ عظام کی طویل خدمت وصحبت کی وہ توفیق عطا فرمائی تھی جو خال خال ہی کسی کے نصیب میں آتی ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، اپنے والد محترم شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ، داعئ کبیر حضرت مولانا یوسف کاندھلویؒ، حضرت جی ثالث حضرت مولانا انعام الحسنؒ وغیرہ گویا تینوں لائن کے اکابر کی صحبت پائی، یہی وجہ تھی کہ حضرت ہر وقت اپنے مریدین کو نصیحت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ ”بھائی تینوں کام کرنا چاہئے، پڑھانا بھی چاہئے، کسی صاحب نسبت اللہ والے سے اپنے دل کی صفائی کرانی چاہئے، اور چھٹیوں میں کچھ وقت نکال کر دعوت تبلیغ کا کام بھی کرنا چاہئے“۔

حضرت پیر صاحبؒ اور داعئ کبیر حضرت مولانا الیاس نور اللہ مرقدہ:

راقم الحروف کے استفسار پر کہ حضرت آپ نے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو دیکھا ہے: فرمایا کہ مجھے حضرت نے دیکھا ہے، اور اپنی والدہ محترمہ کے حوالے سے فرماتے تھے کہ میں بچپن میں اکثر بیمار رہتا تھا تو نظام الدین بنگلہ والی مسجد کے قیام کے زمانے میں میرے نانا جان (حضرت مولانا) میری والدہ کو صبح میں گھر کے دروازہ پر کھٹکہ کر کے فرماتے کہ تو طلحہ کی وجہ سے رات بھر نہیں سو پائی، اور میں تیری وجہ سے لہٰذا طلحہ کو میرے حوالے کر دے، تو سو جا۔

حضرت پیر صاحب آبدیدہ ہو کر فرماتے تھے کہ ان ہی بڑوں کا کمال ودعا کی برکت ہمارے ساتھ ہے، نیز بہت سے واقعات اس طرح کے سنایا کرتے تھے مجھے کوئی سوانح نہیں لکھنا یہ کام تو صاحب قلم حضرت مولانا محمد شاہد مدظلہ کا ہے چونکہ حضرت پیر صاحبؒ کو جب ہم ان کی پیدائش یا اکابرین میں سے کسی کی تاریخ وغیرہ

کے بارے میں معلومات کرتے تو فرماتے تھے کہ بھائی ''یہ مولوی شاہد سے معلوم کرلینا'' اللہ تعالیٰ پسماندگان میں سے ہر ایک کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے اور سبھی کو اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مجھے سب سے پہلے حضرت مرشدی کی زیارت و ملاقات کا شرف ۱۹۹۲ء میں اس وقت حاصل ہوا جب میں حضرت کے خلیفۂ اوّل حضرت مولانا احمد عمر جی آجھودی ؒ کے ہمراہ ماہ مبارک میں خانقاہ خلیلیہ سہارنپور میں حاضر ہوا اس کے بعد سے لے کر حضرت کے دنیا سے تشریف لے جانے تک برابر آنحضرت کی صحبت بابرکت میں رہنے کی سعادت ملی، اور تقریباً ۲۸ سال کے رمضان المبارک بلا ناغہ مسلسل اور تا آخر خانقاہِ خلیلیہ سہارنپور میں گزارے، الحمد اللہ۔

میرے حضرت کو اللہ تعالیٰ نے حسن باطن کے ساتھ ساتھ جمالِ ظاہری سے بھی خوب نوازا تھا حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی ظاہری کشش عطا فرمائی تھی کہ آپ کی مسکراہٹ ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنالیتی تھی جن سے پریشان سے پریشان دل کو سکون واطمینان حاصل ہوجاتا ہے۔ آپ جب اکابر کے حالات وواقعات بیان فرمائے تو دل چاہتا تھا کہ یہ مجلس ختم ہی نہ ہو۔

ان کی صورت دیکھ کر آجاتی تھی یاد خدا
نورِ رُخ ان کا چراغ راہِ عرفان ہوتا تھا

چنانچہ ۲۸ر سال ماہ مبارک میں حضرتؒ سے بہت کچھ سنا اور حاصل کیا (الحمد للہ) ان میں سے کچھ یادیں کچھ باتیں یہاں پیش کرتا ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ روحانی مریضوں اور پریشان حال لوگوں کو ان باتوں سے رہنمائی حاصل ہو۔

(۱) ایک مرتبہ ایک بڑے ادارے کے انتشار کے موقع پر بندہ سے مخاطب ہوکر فرمایا: یہ جو انتشار ہورہا ہے وہ غیر مخلصین کی وجہ سے ہورہا ہے ہر عمل میں اخلاص

اصل چیز ہے اور فرمایا کہ ایسے مواقع میں توبہ واستغفار اور دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

(۲) ایک مرتبہ مجمع سے مخاطب ہوکر فرمایا: ہمارے اکابر کے اکابر نے جہاد کی تحریک ناکام ہونے پر سر جوڑ کر غیر منقسم ہندوستان میں یہ فیصلہ کیا کہ اب ہندوستان میں اگر اسلام اور قال اللہ قال رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) باقی رہ سکتا ہے تو اس کا واحد ذریعہ مکاتیب کا قیام ہے آج ہمارے لاکھوں بچے مشنری اسکولوں اور سرسوتی پاٹھ شالوں میں جاکر ارتداد کے رُخ پر جارہے ہیں لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام دیہات اور شہر کے مختلف محلوں میں زیادہ سے زیادہ مکاتب قائم کرکے اپنے بچوں کا کاروبار میں جھوکنے اور اسکولوں میں بھرتی کرنے سے بچائیں۔

(۳) اور فرمایا: کیا ہی اچھا ہو کہ بڑے مدرسے والے اپنی تمام مدات میں قیامِ مکاتیب کی مد قائم کرکے اس مد میں چندہ لیں اور سعی اس بات کی، کی جاوے کہ مدرسہ کی دس فیصد آمدنی یہی مکاتیب قرآنیہ پر خرچ ہو۔ فوری طور پر مدرسہ والے چاہیں تو دیہاتوں اور محلوں میں چٹکی فنڈ قائم کرکے اس کی آمدنی کو اس مد میں خرچ کریں۔

(۴) فرمایا: میں نے مکاتیب دینیہ کے تعلق سے بڑوں میں سے حضرت مولانا علی میاںؒ کو خط لکھا انہوں نے خوب سراہا اور حضرت مولانا اسعد مدنیؒ جب غیر ملکی سفر پر جارہے تھے، تب میں نے مکاتیب دینیہ کے متعلق میرے جو خطوط تھے وہ دیئے، واپسی میں حضرت مولانا اسعد صاحب نے فرمایا کہ پیر صاحب آپ کے خطوط میں نے افریقہ میں ساتھیوں کو سنائے اور بہت پسند کیا گیا اور مکاتیب قائم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

اسی طرح ہم خدام کو فرمایا کرتے تھے کہ، مکاتیب دینیہ بنیاد ہے۔ جب مکتب میں بچے آئے گا، مسجد میں آئے گا، تبلیغ میں جائے گا، بڑے مدرسوں میں جائے گا اس

لئے جگہ جگہ مکاتیب قائم کرنے کی فکر کریں۔

ایک مجلس میں فرمایا: جب حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو ان کے برادر مکرم مولانا محمد صاحبؒ کے انتقال کے بعد اپنے پیرومرشد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے نظام الدین دہلی جانے کا مشورہ دیا، تو آپ نے بنگلہ والی مسجد نظام الدین دہلی آکر تبلیغی کام کو آگے بڑھانے کیساتھ علاقہ میوات میں مکاتیب قرآنیہ بڑی تعداد میں قائم کئے۔

پھر فرمایا: ہمارے اکابر نے جہاد کی تحریک ناکام ہونے کے بعد مکاتیب قائم کرنے کا فیصلہ کیا، پہلا مکتب چھتہ مسجد دیوبند میں قائم ہوا جو بعد میں دارالعلوم دیوبند بنا اور چھ ماہ بعد مظاہر علوم جس سے آج تک فائدہ پہنچا اور پہنچ رہا ہے اس کے بعد حضرت مولانا اسمٰعیل صاحبؒ (والد حضرت مولانا الیاس وحضرت مولانا محمد یحیٰؒ) نے مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین دہلی اور مرکز تبلیغ کی ابتداء اسی عمل سے شروع کی جو میواتی مزدوری کے لئے دہلی جاتے تھے انہیں بس اڈے سے بلا، بلا کر سورتیں یاد کراتیں یہ مدرسہ کاشف العلوم کی ابتداء تھی اور نماز یاد کراتے، یہ تبلیغی مرکز کی ابتداء تھی، اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی یہ ذوق عطا فرمایا کہ مجھے مکاتیب قائم کرنے کے لئے چار مکتوب لکھنے کا اتفاق ہوا، جن کا نام ''مکاتیب دینیہ کی اہمیت ہے جس کو اس دور کے اکابر نے پسند فرمایا اور ہمت افزاء ملفوظات سے مالا مال فرمایا، اور دارالعلوم و مظاہر علوم میں بھی مکاتیب کے لئے بجٹ پاس کیا گیا۔

فرمایا: ایک مرتبہ کچا گھر خانقاہ میں ایک صاحب اپنے لڑکے کو لیکر آئے جو انگریزی اسکول کی تعلیم حاصل کررہا تھا اس پر حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کا ایک واقعہ سنایا کہ: ایک مرتبہ حضرتؒ کی خدمت میں ایک عالم دین اپنے لڑکے کو لے کر آئے اور امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی، تو حضرتؒ نے پوچھا کیا پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: انگریزی، حضرت یہ سن کر سخت غضبناک ہوئے اور بڑی برہمی سے

فرمایا کہ اپنے لئے جنت کا راستہ تجویز کیا ہے اور لڑکے کے لئے جہنم کا۔ بعد میں حضرت پیر صاحبؒ نے اس واقعہ کو چھپوا کر آنے والوں کو تقسیم فرمایا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ نے حضرت پیر صاحبؒ کو مدینہ منورہ سے ایک خط میں تحریر فرمایا کہ: عزیزم مولوی ادریس کاندھلویؒ کا ایک لمبا چوڑا خط آیا جس میں انہوں نے سات نمبر دعاؤں کے خاص لکھے جس کا ایک نمبر مجھے بہت پسند آیا جو میرے دوستوں کو نقل کر دیجیو کہ ''میری اولاد، اولاد کی اولاد اور آخری سلسلہ کو اللہ تعالیٰ انگریزی تعلیم اور انگریزی اسکول کی تعلیم سے بالکل ہی محفوظ رکھے۔ چنانچہ حضرتؒ بھی انگریزی تعلیم کے مخالف تھے۔

فرمایا: ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب جو راقم الحروف کے ساتھ حصرتؒ کی خدمت میں اپنے بچے کو لے کر حاضر ہوئے اور بچے کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا کے لئے کہا تو حضرت نے دیکھا کہ بچے کے انگریزی بال کٹے ہوئے ہیں تو فرمایا کہ: ہم اس طرح انگریزی بال رکھنے والوں کے سر پر ہاتھ نہیں رکھتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا چاہئے، انگریزوں کا نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں دونوں جہاں کا فائدہ ہے۔

اسی طرح ڈاڑھی کے متعلق حضرتؒ کے ملفوظ:

عصر حاضر میں امر بالمعروف کا غایۃ درجہ اہتمام ہے لیکن نہی عن المنکر کرنا جلتے انگارے کو ہاتھ پر رکھنے کے مترادف ہے، حضرت پیر صاحبؒ اس معاملہ میں کسی بھی قسم کی مصلحت کو مداہنت فی الدین سمجھتے تھے، کوئی کتنا ہی بڑا صاحب ثروت ہو، ذی جاہ و مرتبہ ہو، اگر ڈاڑھی کٹی ہوئی ہو یا انگریزی بال ہوں یا سر پر ٹوپی نہ ہو، تو سخت لہجہ میں ڈاڑھی رکھنے، سنت لباس پہننے اور نماز کی پابندی کا حکم فرماتے کہ بھائی اگر ایسے ہی موت آگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دیکھاؤ گے۔ پھر تدارک میں آنے والے کو

ڈاڑھی کے متعلق کتابیں مرحمت فرماتے ۔ جو حضرت نے خود چھپوا کر رکھی تھی جیسے ڈاڑھی کا وجوب، ڈاڑھی کا فلسفہ، ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں وغیرہ۔

چنانچہ ایک دفعہ جمعہ کے دن حضرتؒ کو چہرہ بنوانا تھا خدام میں سے ایک کو کہا کہ حجام کو بلا کر لا، چنانچہ حجام آیا جب حضرتؒ نے دیکھا کہ اس کی ڈاڑھی کٹی ہوئی ہے تو اس کا نام پوچھا تو اس نے نام بتلایا، تو سخت لہجہ میں فرمایا کہ نام مسلمان کا اور لالہ جیسی صورت بنا رکھی ہے تو وہ سمجھا کہ ڈاڑھی منڈانے کے بعد کچھ نکل رہی تھی تو فرمایا کہ اسے ٹھیک کر کے آؤ، تو اس نے جواب دیا کہ حصرت اکالسی (کھنی) میں رہ گئی حضرتؒ کا غصّہ اور تیز ہو گیا اور ایک تھپڑ لگا دی، تب سمجھ میں آیا کہ ڈاڑھی پوری رکھنے کو فرما رہے ہیں۔ ایسے بے شمار واقعات نظروں کے سامنے گردش کر رہے ہیں لیکن اس وقت موقع نہیں، لیکن یہ بات ہم خدام میں مشہور ہو گئی تھی کہ جس کو تھپڑ لگتی ہے اس کی ڈاڑھی آجاتی ہے اور راقم الحروف نے کئی حضرات کو دیکھا بھی۔ الحمد اللہ

فرمایا: ایک مرتبہ ایک خادم کو بلایا تو پتہ چلا کہ وہ خانقاہ کے اندرونی حصّہ کی صفائی کرررہا ہے کہ اس میں جالے زیادہ ہو گئے تھے تو حضرت پیرؒ نے فرمایا کہ اصل تو دل کے جالے دور کرنے کی ضرورت ہے اور دل کی صفائی اصل ہے اس کی فکر ہونی چاہئے، آگے فرمایا کہ جس شخص کی اندر کی مایا ٹھیک ہوتی ہے اس کا سب کچھ ٹھیک ہوتا ہے۔

فرمایا: جب حضرت شیخ الحدیثؒ پر ایک ادارہ میں سیمینار تھا تو اس میں روشنی وغیرہ کا بہت اہتمام کیا گیا تھا، حضرتؒ کا نمبر اخیر میں تھا چونکہ دعا بھی آپ کی رکھی گئی تھی تو کرسی پر بیٹھے ہی فرمایا کہ بھائی جتنا اہتمام ظاہری روشنی کا کیا ہے کاش اتنا اہتمام باطنی روشنی (دل کی صفائی کا) کرتے تو دنیا وآخرت دونوں سنور جاتی، ہمیں چاہیے کہ

ظاہر سے زیادہ باطن کے بنانے میں محنت کریں۔

حضرت پیر صاحبؒ کو اپنے ہم عصروں اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے خلفاء میں سے کسی سے مدتوں بعد ملاقات پر بار بار یہ شعر پڑھتے سنا:۔

کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی
کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا
تمھیں یاد ہوکہ نہ یاد ہو

(۵) آج امت کی دعاء اور عبادت کی روح نکل گئی، دعاؤں میں جان رہی، نہ عبادت میں اور فرمایا کہ نہ مدرسہ والوں کی دعاؤں میں جان رہی نہ تبلیغ والوں اور نہ خانقاہ والوں کی دعاؤں میں جان رہی اس لئے کہ اب لوگوں میں حلال وحرام کی تمیز باقی نہیں رہی۔

فرمایا: آج کل لوگ (کسان) سرکار سے سود پر بیج لے کر بوتے ہیں اور اس سے جو غلہ (اناج) پیدا ہوتا ہے وہ مدرسہ والے بھی کھاتے ہیں خانقاہ والے بھی اور تبلیغ والے بھی اس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے اور اس طرح برکت بھی ختم ہو جاتی ہے، جو شخص حرام غذا استعمال کرتا ہے اور مشتبہ مال سے پرہیز نہیں کرتا ہے اس سے نہ چاہتے ہوئے بھی گناہ صادر ہوتے ہیں اور اعمال صالحہ پر استقامت اور جمنا اس کے لئے دشوار ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت پیر صاحبؒ کسی کے باہر کے کھانے پینے میں بہت زیادہ احتیاط فرماتے۔اور ماہ مبارک میں کئی جگہ سے کھانا آتا تو پہلے معلوم کرتے کہ یہ کس کے یہاں کا ہے پھر تناول فرماتے۔

ایک واقعہ:

ایک صاحب نے حضرتؒ کے بارے میں سن رکھا تھا کہ آپ بہت زیادہ احتیاط فرماتے ہے، تو وہ غیر رمضان میں ایک تھیلی میں الگ الگ دو کپڑے لایا حضرت نے میرے (راقم الحروف) سامنے ایک نکال کر اپنے پاس رکھ لیا اور دوسرے کے بارے میں فرمایا کہ کسی اور کو دے دینا، ایک میں نے لے لیا، ہدیہ لانے والا چونک گیا کہ حضرت نے صحیح تمیز کر دی کہ جو کپڑا واپس کیا وہ مشتبہ تھا۔ اس قسم کے کئی واقعات راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں۔ (الحمد اللہ)

حضرت پیر صاحبؒ اور حلال کمانے کی ترغیب:

حضرتؒ کی خدمت میں کئی حضرات یا تو مدد کے لئے آتے یا کاروبار میں عدم برکت کی شکایت کرتے تو حضرت ان کو حلال کمانے کی ترغیب دیتے اور کچھ اپنے جیب خاص سے مرحمت فرماتے اور اس سے چھوٹا سا کاروبار کرنے کی ترغیب دیتے اور کبھی اپنے کتب خانے سے اُدھار کتابیں مرحمت فرماتے اور فرماتے بیچ کے ادا کر دینا، کبھی بکری کا کاروبار کرنے کو فرماتے۔

ایک مرتبہ عید الفطر کے دن حضرت مولانا یونس صاحبؒ (سابق شیخ الحدیث مظاہر علوم علوم سہارنپور) خانقاہ میں تشریف فرما تھے کہ حضرت پیر صاحبؒ کسی صاحب کو بکریوں کی تجارت اور اس کو پالنے کی ترغیب دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے، تو حضرت مولانا نے ہنس کر فرمایا: بھائی طلحہ! ایسا لگ رہا کہ آپ ذکر کی جگہ سب کو بکری کی تجارت میں لگا دو گے، فرمایا کسی سے سوال کرنے سے بہتر ہے کہ محنت کر کے حلال کھاؤ، حلال کھانے سے دعائیں قبول ہوتی ہے، عبادت میں جان پڑتی ہے۔ حضرتؒ نے خود بھی کئی جگہ بکریاں رکھوائی تھی۔

فرمایا: اپنی ضرورت کواللہ تعالی سے مانگو جوتے کا تسمہ ٹوٹے تو اللہ سے مانگواور سونے کی ڈلی چاہئے تو بھی اللہ سے مانگو، دینے والی ذات صرف اللہ تعالی کی ہے۔

ذکراللہ کے متعلق:

فرمایا: ایک تبلیغی جماعت جو ماہ مبارک میں خانقاہِ خلیلیہ میں آئی تھی ان سے مخاطب ہوکرفرمایا کہ تبلیغ والےخروج فی سبیل اللہ پرزیادہ زوردیتے ہیں حالانکہ چھ نمبروں میں ایک نمبرعلم وذکربھی ہےاورعلم وذکر سے آپ سوتیلہ پن کا معاملہ کرتے ہواور غفلت برتتے ہوایسانہیں ہونا چاہیے۔سب نمبروں کے ساتھ برابری کا معاملہ کرنا چاہیے۔

فرمایا: تبلیغ والوں کوملفوظات مولانا الیاسؒ، بیانات مولانا یوسفؒ اکابرین تبلیغ کی سوانح مطالعہ میں رکھنا چاہیے تاکہ پتہ چلے کہ انہوں نے کس طرح کام کیا مزیدفرمایا کہ پرانی تبلیغ صرف کتابوں میں رہ گئی ہے اللہ معاف فرمائے، بڑوں کے نقش قدم پرچل کرکام کرنا چاہیےاس میں برکت ہے۔**البرکة مع اکابرکم۔**

فرمایا:علم اورذکردعوت وتبلیغ کے دوبازوہیں جس طرح پرندہ کے دوپرہوتے ہے اگران کے دونوں پرکیچ کردیئے جائیں وہ اڑنہیں سکتا،اسی طرح علم اورذکر کے بغیردعوت وتبلیغ کا کام کروگےتو فائدہ نہیں ہوگا۔علم نہیں ہوگا تو جہالت پھیلاؤگے اور ذکرنہیں ہوگا تو اپنے آپکو بڑا سمجھنےلگوگے اور یہ دونوں چیزیں نقصان دہ ہے۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرئیں۔(آمین)

حضرت پیرصاحبؒ کی مہمان نوازی:

مہمان نوازی آپ کے اوصاف میں سے ایک امتیازی وصف تھا۔آپؒ کی دسترخوان کی وسعت کودیکھ کرگمان ہوتا تھا کہ آپ حاکم وقت ہیں،رؤسائے وقت اور

دُور دُور سے آنے والے مہمان آپ کی مہمان نوازی کو دیکھ کر انگشتِ بدنداں رہ جاتے تھے۔ درج ذیل فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت آپ کے پیش نظر رہتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مہمان کی عزّت کرے۔ (ترمذی شریف)

راقم الحروف کا ذاتی تجربہ ہے کہ حضرتؒ مہمانوں کے آنے سے خوش ہوتے تھے، بعض مرتبہ تو مہمانوں کو زبردستی روک لیتے اور فرماتے ہمارا کھانا نہیں کھاؤ گے چنانچہ بعض مرتبہ مہمان حضرات اپنی روانگی کو پیچھے کر کے دعوت کھا کے جاتے، اور ہم خدام کو حکم تھا کہ کسی بھی مہمان کو کھانے سے منع نہ کریں نیز کسی کو دسترخوان پر سے نے اُٹھائے۔

فرمایا: مہمانوں کی برکت سے اللہ پاک ہمیں بھی کھلاتا ہے پھر حضرت شیخ الحدیثؒ (اپنے والد محترم) کے دال کے تین قصے سناتے اور فرمایا کہ مہمان اپنی مقدر کا کھاتا ہے لہٰذا ان کا اکرام کیا جائے، کسی بھی مہمان کو ہماری طرف سے کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے ان کی راحت کا خیال رکھا جائے۔

حضرت پیر صاحبؒ جب صحت یاب تھے تو خود چل کر دسترخوان پر آ کر دیکھتے کہ مہمانوں کے سامنے کیا رکھا ہے، اور آخر میں دسترخوان پر تشریف لاتے اور خدام کے ساتھ آخر تک تشریف فرما ہوتے اور ہر ایک کا خیال فرماتے اس طرح کہ ہر خادم یہ محسوس کرتا کہ حضرت ہم کو زیادہ چاہتے ہیں بعض مرتبہ یہ بھی دیکھا گیا کہ بعض حضرات دسترخوان پر روٹی کے ٹکڑے چھوڑ دیتے تو حضرت اسے اٹھا کر خود تناول فرماتے، اور فرماتے کہ اللہ کے رزق کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

بہر حال! حضرتؒ کے مہمان نوازی کے بے شمار واقعات ہے لیکن اس وقت اتنا ہے لکھنا مناسب ہے۔

---

(۷) حضرت پیر صاحبؒ کے کشف وکرامت کے تعلق سے بہت کچھ دیکھنے کو ملا (الحمد للہ)۔لیکن از خود حضرت نے کبھی ذکر نہیں کیا، گو یا عالم کیف کے وہ تمام اسرار ورموز جو ایک محبّ ومحبوب کے درمیان راز تھے، وہ راز ہی رہے۔

راقم الحروف نے موقع بموقع استفسار کیا لیکن حضرتؒ جواب میں مسکرادیتے اور بزبان حال مجذوبؒ کا یہ شعر پڑھ رہے ہوتے ؎

باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
تم سا کوئی ہمدم کوئی دم ساز نہیں ہے
ہم تم ہیں بس آگاہ اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

بالآخر یہ اسرار صاحبِ اسرار کے ساتھ ہی رخصت ہوگئے جو حضرتؒ کے غایت درجہ اخلاص اور خشیت وفنائیت کی عظیم مثال ہیں ،اب وہ اسرار ورموز کیا تھے؟ اس کا ظہور بروزِ قیامت دربارِ عالی میں اس وقت ہوگا جب حضرتؒ نور کے منبر پر اولیاء صدیقین اور اہل اللہ کی صف میں ہوں گے۔انشاء اللہ۔

آخر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت پیر صاحبؒ کی کامل مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اپنے خاص شان کے مطابق اعلی سے اعلی مقام عطا فرمائے، حضرتؒ کے جملہ احباب متعلقین، منتسبین ،مریدین، خلفاء ومحبین اور امت مسلمہ کو اللہ پاک اپنی محبت کاملہ نصیب فرمائے اور بروز قیامت سرخ رُو فرما کر جنّت الفردوس میں حضرت پیر صاحبؒ کی معیت دائمہ نصیب فرمائے، آمین۔

قارئین سے گذارش ہے کہ راقم الحروف کے لئے فرمائیں کہ مجھے بھی اللہ پاک اپنی معرفت کا کچھ حصّہ عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین بحرمة سید المرسلین صلی الله علیه وسلم .

۵

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے سچے اور آخری جانشین

از: مولانا سید محمد ازہر مدنی دیوبند

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذکروا محاسن موتاکم و کفوا عن مساویھم. (ترمذی:۱۰۱۹)

آج بڑی ہمت کرکے کچھ بکھری ہوئی یادیں قلمبند کرنے کی جرات کرر ہا ہوں جو میرے مرشد و مربی اور حد سے زیادہ والہانہ محبت کرنے والے عظیم شخص جناب حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی سے وابستہ ہیں۔

میری حضرت پیر صاحب سے باقاعدہ ملاقات ۱۹۹۹ء میں ہوئی، جب میں والد بزرگوار حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی کے حکم پر تخصص فی الحدیث کے لیے جونپور سے سلسلۂ تدریس منقطع کرکے مظاہر علوم میں شعبہ تخصص فی الحدیث میں داخل ہوا، اگر چہ سرسری ملاقات دیوبند میں ہوتی رہتی تھی، جب میں نے مظاہر علوم میں داخلہ لے لیا اور پڑھائی کا سلسلہ شروع ہوگیا، تو حضرت پیر صاحبؒ کے پاس گاہے بگاہے آنا جانا شروع کردیا۔

اسی دوران حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا کہ روزانہ دونوں وقت کھانا میرے گھر سے آئے گا ہماری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ کیونکہ مدرسہ کے کھانے پر

طبیعت راضی نہیں ہوتی تھی، اس لیے کہ نان سے مستقل سابقہ کبھی نہیں رہا، بالآخر حضرت کا سفرحج ہوگیا، اور میں اپنی تعلیم میں مشغول رہا، چھ مہینے اسی ادھیڑ بن میں گذر گئے۔ پھر حضرت والد بزرگوار نے میری پریشانی کو دیکھتے ہوئے حکم فرمایا کہ اپنی بیوی کو بھی سہارنپور لے جاؤ، اور کرایہ کا مکان تلاش کرو، چنانچہ ہم نے ڈاکٹر طاہر صاحب مرحوم کے مکان کی بات کرلی، ۷۰۰ روپئے ماہانہ کرائے پر۔ یہ خبر نہ جانے کس طرح حضرت پیر صاحب کو معلوم ہوگئی، جب میں عصر کے بعد تعلیم میں حاضر ہوا تو اکیلے میں فرمایا کہ تو نے مکان کرائے پر لے لیا ہے؟ میں نے کہا جی۔ فرمایا کہ ان سے معاملہ ختم کرو، اور خانقاہ کے اوپر والے حصے میں صفائی کر کے رہنا شروع کردو، ہم نے حضرت کے حکم کے مطابق مکان کی صفائی کروائی اور اپنی اہلیہ کو اور کچھ ضروری سامان لاکر رہنا شروع کردیا۔ اب یہاں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے قرب بڑھتا چلا گیا اور حضرت کی کرم فرمائیاں برسات کی طرح مجھ پر ہونے لگیں، میری حیرت کی انتہا جب بڑھ گئی کہ جب میں نے تین چار دن کے بعد اپنے والد بزرگوار سے کہا کہ مجھ کو ایک فریج کی ضرورت ہے، تو والد صاحب نے یہ کہہ کر خاموش کردیا کہ کیا بغیر فریج کے زندگی نہیں گزرتی، ٹھنڈے پانی کے لیے تھرمس رکھ لو، بات ختم ہوگئی، میں نے بھی صبر کرلیا، دو دن کے بعد ایک عجیب ماجرا حضرت پیر صاحب کا حکم ہوا کہ پردہ کرواؤ میں نے پردہ کروادیا، دیکھتا ہوں کہ نیچے سے اوپر ایک فریج ڈبہ پیک آ رہی ہے، اللہ جانے میری ضرورت کا علم ان کو کیسے ہوا۔

بہر حال ہم شاداں وفرحاں اس کو استعمال کرتے رہے، دن گزرتے رہے اور میں ان کی محبت کے شکنجہ میں گرفتار ہوتا رہا، وہ وقت بھی آ گیا کہ اب میں ان کے خطوط بھی لکھنے لگا، اور عصر کے بعد کی تعلیم جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بڑی اہمیت کی حامل تھی ہر آنے والے کو اس میں شرکت کا حکم فرماتے وہ بھی کرنے لگا،

یہاں تک کہ رمضان المبارک ۱۹۹۹ء کا وقت قریب آ گیا، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے قربت اس قدر بڑھ گئی کہ حضرت مجھے حکم فرمانے لگے کہ تجھ کو رمضان میں قرآن یہیں سنانا ہے، میں معذوت کرتا رہا کہ میں تین پارہ اور وہ بھی اس قدر رفتار کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا کیونکہ حضرت پیر صاحبؒ کے یہاں معمول چلتا چلا آ رہا ہے تین پارے روزانہ تراویح میں پڑھنے کا۔ لیکن حضرت پیر صاحب کا اصرار بڑھتا گیا، یہاں تک کہ رمضان آ گیا میں نے ہمت کر کے حضرت پیر صاحب کو اس پر آمادہ کرلیا کہ تین پارہ ۱۰/۱۰/رکعت میں ۲/نفر پڑھیں گے ایک احقر اور دوسرے میرے رفیق خانقاہ مولانا مفتی ناصر علی سیتاپوری جو پہلے سے ایک عشرہ میں قرآن سناتے چلے آ رہے تھے، قربان جائیے حضرت پیر صاحبؒ میری مجبوری کو دیکھتے ہوئے اس پر آمدہ ہو گئے اور ہم دونوں نے مل کر ڈیڑھ ڈیڑھ پارہ سنانا شروع کر دیا، لیکن آخر کا روہی ہوا، جو حضرت پیر صاحب کے دل میں تھا سترھویں تراویح کو مفتی ناصر علی جو میرے ساتھ پڑھ رہے تھے، کسی ضروری کام سے سیتاپور چلے گئے، اب میں اکیلا رہ گیا، مجبور ہو کر ہمت کر کے تین پارے پڑھنے شروع کر دیئے، پھر کیا ہر سال حضرت پیر صاحب نے رمضان کا پہلا عشرہ اس نا کارہ کے لیے مخصوص کر دیا، یہ سلسلہ ۲۰۱۳ء تک چلا بیچ میں ایک سال ناغہ کے ساتھ۔

اور جب سے تراویح شروع کی اسی رمضان سے حضرت پیر صاحبؒ نے حکم فرمایا کہ تجھ کو پہلے عشرہ کے ختم پر تقریر بھی کرنی ہے اگر چہ یہ نا کارہ قطعاً اس لائق نہ تھا اور نہ ہے۔ لیکن ''الامر فوق الادب'' کے تحت کھڑا ہو گیا اور حضرت پیر صاحب توجہ فرماتے رہے، اور میں ان کے حکم پر عمل کرتا رہا جو ان کی زندگی کے آخری رمضان تک چلتا رہا۔

حضرت پیر صاحب کی محبتیں جو اس نا کارہ پر ہوتی رہیں ان کو الفاظ میں پرونا

بہت مشکل ہے، سہارنپور سے فارغ ہوکر جب میں جونپور چلا گیا تو ہفتہ دس دن میں ایک خط کا آنا ضروری تھا اور جب موبائل فون کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر تیسرے چوتھے دن فون کرکے خیریت لیتے اور یہ حضرت پیر صاحبؒ کی رواداری اور آپ کی بے لوث محبت کا یہ پہلو تھا کہ جو شخص آپ سے قریب ہوگیا تو اس کی زندگی کے ہر پہلو میں چاہے وہ خانگی ہو یا اقتصادی ہو، اس کو سہارا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے اور دو چیزوں پر بہت زور دیتے۔

(۱) کتب خانہ کھولو تاکہ لوگ دینی کتابیں خریدیں اور دین کی طرف متوجہ ہوں۔

(۲) اور دوسرے مکاتب دینیہ کا قیام اٹھتے بیٹھتے ہر آنے جانے والوں کو اس کی طرف متوجہ کرانا اور اس کا انتظام بتانا اور لوگوں کو اس پر آمادہ کرنا یہ زندگی کا مشغلہ بن گیا تھا جس کے لیے آپ نے بڑے مدارس والوں کو مکتوب لکھوا کر شائع کرایا، جس میں مکاتب دینیہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور اس کے لیے مستقل بجٹ بنانے پر زور دیا۔

اس ناکارہ کے ساتھ حضرت کی محبت کا یہ عالم تھا ہ آخری تین سالوں میں حضرت پیر صاحب پر بسا اوقات چپی لگ جاتی تھی جس سے تمام خدام فکرمند ہوجاتے تھے، تو میرے پاس فون پہنچتا کہ آجا، حضرت پیر صاحبؒ کئی دن سے خاموش ہیں، میں کچے گھر میں حاضر ہوتا تو حضرت پیر صاحب اس ناکارہ کو دیکھ کر مسکراتے خیریت پوچھتے، اور میں اپنی نااہلی اور بیوقوفی کی باتیں کرتا، جس سے اکثر حضرت کی طبیعت میں بشاشت آجاتی تھی۔

میں اس لیے بھی بہت خوش نصیب ہوں کہ حضرت کی زندگی کا سب سے آخری پروگرام جس میں حضرت پیر صاحب بنفس نفیس شریک ہوئے وہ گنگوہ شریف میں میرے مدرسہ کا پروگرام تھا جس میں حضرت پیر صاحب باوجود علالت کے تشریف لائے اور ۸۰ بچوں کے سر پر آدھی پگڑی والد بزرگوار باندھتے تھے اور آدھی پگڑی

حضرت پیر صاحبؒ باندھتے تھے،اور پھر آخر میں دعا کرا کر جلسہ کا اختتام کروایا۔

آج میں ہی نہیں بلکہ حضرت پیر صاحبؒ کے تمام خدام و منتسبین اس بے لوث محبت سے بمشیت الٰہی محروم ہوگئے اب ہمارے پاس سوائے ان یادوں کے اور کچھ نہیں بچا،اللہ تعالیٰ ہم محروموں کی نگہبانی فرمائے اور حضرت پیر صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ مرحمت فرمائے،اوران کے آباد کئے ہوئے شجر کی حفاظت فرمائے،آمین۔

ویران ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے
اللہ ان کی قبر منور رہے سدا
دنیا میں آج کر کے چراغاں چلے گئے

۶
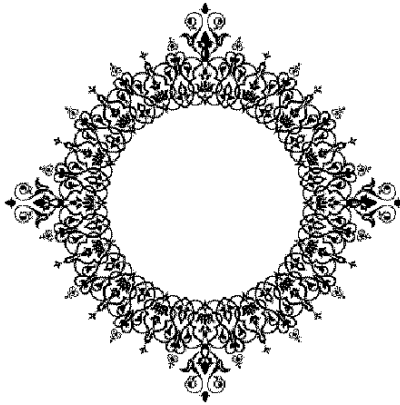
ایک مخلص اور عالی نسبت شخصیت

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ

صاحبزادہ شیخ الحدیث وسرپرست جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

ازقلم: مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد

اس دور پرفتن میں علم وعمل، ایمان ویقین کی حامل عبقری شخصیات جن کا نورِتقویٰ، ذکروفکر، دلوں کو معمور ومنور اور فضاؤں کو معطر رکھتا ہے، جن کی آہ سحر گاہی اور نالہ نیم شبی کی بدولت بہت سے فتنے سر ابھارنے سے سہمے رہتے ہیں، اور عالم کو انتشار سے محفوظ رکھتے ہیں جن کا وجود آفات وبلیات سے حفاظت کیلئے زبردست ڈھال ہوتا ہے، جن کے فیوض وبرکات سے ایک عالم مستفیض ہوتا ہے، ہماری ناقدری اور شامت اعمال کے نتیجے میں ایک ایک کرکے ہم سے رخصت ہوتے جارہے ہیں، مختصر سے عرصہ میں ادھر درجنوں اصحاب علم وفضل اکابر ومشائخ اور باکمال شخصیات کے پے درپے رخت سفر باندھنے اور داغ مفارقت دے جانے سے علمی دینی اور روحانی حلقوں میں تیزی سے خلاء واقع ہورہا ہے۔

حادثوں کے اس تسلسل سے ملت اسلامیہ ابھی جانبر نہیں ہو پائی تھی کہ حضرت

مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی کے سانحہ وفات نے مزید صدمہ سے دوچار کردیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون.

آپ حضرت شیخ الحدیث کے صاحبزادے اور حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے نواسہ تھے، بلند نسبتوں والے نہایت خوش اخلاق ،خندہ مزاج ،وسیع الظرف، باوضع اور صاف دل انسان تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کے مشہور واقعہ کی وجہ سے بچپن ہی میں ان کا لقب پیر صاحب پڑ گیا تھا، بہت سے اکابر واسلاف ان کو مادرزاد ولی کہتے تھے، ان کی بیعت کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری سے تھا، انہیں کے تلقین فرمودہ اوراد اور وظائف پر کار بند تھے، چاروں سلسلوں میں اپنے والد بزرگوار سے اجازت حاصل تھی۔

وہ کاندھلہ کے عظیم علمی، روحانی ودعوتی خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے، سادگی کی انتہا تھے، انکی زاہدانہ شخصیت ہر قسم کے تصنع اور بناوٹ سے پاک تھی، انہوں نے حضرت شیخ کے وصال کے بعد خانقاہ کی روایات کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ اپنی حکمت وبصیرت سے والد محترم کے متوسلین کو ذمہ داری سے سنبھالا، ان کی تربیت ورہنمائی کا فریضہ انجام دیا، کچے گھر کی رونق کو برقرار رکھا، بلند اخلاقی ومہمان نوازی اور بعد عصر کی تعلیم، بعد فجر مجلس ذکر کا بدستور اہتمام رکھا، آپ دار جدید مظاہر علوم کی مسجد میں نماز جمعہ ادا فرماتے، ماہِ مبارک کا اعتکاف اسی آب وتاب اور اسی انداز سے ہوتا تھا جیسا کہ ہم حضرت شیخ کے زمانہ سے دیکھا کرتے تھے۔

ان کو ابتداء ہی سے ذکر وشغل سے کافی مناسبت تھی وہ سفر میں بھی ہزارہ ساتھ رکھتے تھے، راستے میں ضروری گفتگو کے علاوہ تسبیح میں مشغول ہوتے، خاندانی معمولات اور روایات کی اہتمام سے پابندی فرماتے، منکر پر نکیر حسب مراتب ضرور کرتے، غیر

مسنون وضع قطع پر فوراً ٹوکتے، اور کسی قسم کی مداہنت اور لیت ولعل سے کام نہیں لیتے تھے، مہمان نوازی ان کو ورثہ میں ملتی تھی، بعض اوقات بڑی صعوبت اٹھاتے، لیکن خندہ پیشانی سے برداشت کرتے، اور اپنی سعادت تصور کرتے۔

وہ اپنی مجالس اور اپنے بیانات میں دعوت وتبلیغ سے وابستگی پر عوام وخواص کو ترغیب دیتے، مکاتب دینیہ کے قائم کرنے پر توجہ دلاتے، ان کی اعانت کے لیے اپیل کرتے، خانقاہوں کے قیام اور ان کی آبادی کے لیے فکرمند رہتے، امت کی خیر خواہی، دنیا سے بے رغبتی، ہر دم فکر آخرت، رجوع الی اللہ، اور اتباع سنت، ذکر اللہ اور درود شریف کا اہتمام، کثرت استغفار آپ کے خاص اوصاف تھے۔

بچوں کی اسلامی تربیت اور دینی ماحول میں پرورش پر مستقل زور دیتے تھے، مکاتب دینیہ کی اہمیت وافادیت پر مشتمل آپ کا اہم مکتوب بہت سے جرائد نے شائع کیا، ہم نے بھی سہ ماہی فیضان حکیم الامت میں اس کو شامل کیا تھا، آپ اس کو مستقل کتابچہ کی شکل میں بھی چھپوا کر خوب تقسیم فرماتے تھے۔

مولانا محمد طلحہ صاحب سے میرا تعلق ۱۹۷۰ء سے تھا، ہمارا کتب خانہ امداد الغرباء کتب خانہ یحیوی، اختری بک ڈپو سب قریب قریب تھے، مولانا نصیر الدین صاحب کا مکتب ابوالمدارس اور امداد الغرباء کی دیوار ایک تھی، مولانا محمد طلحہ صاحب ابوالمدارس میں محراب سناتے تھے، دفتر کی مسجد میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے بعد عشاء سورہ یٰسین شریف کا ختم شروع کرایا تو بعد میں مولانا طلحہ صاحب کی دعا ہوتی تھی، اعتکاف بھی ان دنوں دفتر ہی کی مسجد میں ہوتا تھا، مولانا طلحہ صاحب کا کتابوں کی تجارت کا ہلکا پھلکا مشغلہ ابتداء ہی سے تھا، جب کہ ان کا اصل کتب خانہ یحیوی باقاعدہ مولانا نصیر الدین صاحب دیکھتے تھے، اصل بات یہ بھی کہ مفید اور دینی کتب کی نشر و اشاعت بھی ان کے جذبۂ خاص کا ایک حصہ تھی، مالی منفعت مقصود ہی نہ تھی، اسی لیے

کسی قسم کا حساب وکتاب بھی نہ رکھتے تھے، بلکہ حسابِ دوستاں درِ دل والا معاملہ تھا۔

اس وقت مولانا نصیرالدین صاحب نے پہلی بار عکسی بہشتی زیور اختری چھاپا تھا اور ساڑھے سات روپئے تاجرانہ قیمت تھی، مولانا محمد طلحہ صاحب مجھے سات روپیہ کا دیا کرتے تھے، یہاں سے ہمارا تجارتی لین دین شروع ہوا تھا، پھر وہ امدادالغرباء سے اپنی پسند کی کتابیں لے جاتے اور میں ان سے بے آتا، ہمارا یہ لین دین نقد کے بجائے تبادلہ میں ہوتا تھا جو آخر تک جاری رہا، تھانہ بھون سے کتابیں برابر منگاتے رہتے تھے، میرے ساتھ ان کا طرز عمل ایک مخلص، مشفق، محبّ صادق کا سا تھا۔

ویسے تو حضرت شیخ رحمہ اللہ کی شفقتیں والد صاحب سے تعلق اور خانقاہ کی نسبت سے تھیں ہی، لیکن مولانا محمد طلحہ صاحب کے تعلق سے حضرت شیخ کی قربت میں مزید اضافہ ہوا، ۱۹۷۶ء میں میری شادی کاندھلہ میں ہوئی، میں نے حضرت سے شرکت کی درخواست کی تو حضرت شیخ نے اپنے عوارض اور مصروفیات کی بنا پر خود تو معذرت فرمادی لیکن مولانا طلحہ صاحب کو بطور خاص بھیجا اور ان کا نظام اس طرح سے طے کیا کہ ایک روز قبل سیدھے کاندھلہ چلے جائیں، اگلے روز نکاح وغیرہ میں شرکت کرکے قیام وہیں کریں، اور صبح کو تھانہ بھون ولیمہ میں شرکت کرکے شام تک سہارنپور پہنچ جائیں۔

کچے گھر میں آمد و رفت میں میرے لیے کوئی رکاوٹ نہیں تھی، ایک مرتبہ حضرت شیخ نے خود فرمادیا تھا کہ تم باپ بیٹے کے لیے وقت کی کوئی پابندی نہیں، ابا جب آیا کریں تو ملاقات کرادیا کر، کبھی ضرورت پڑتی تو خدام کے ذریعہ طلب فرمالیتے، کبھی موجود نہ ہوتا تو حاضری پر تنبیہ فرماتے کہ زیادہ مٹرگشتی میں رہتا ہے؟ دومرتبہ تو ایسے موقع پر پہنچ گیا کہ حضرت شیخ کھانا تناول فرمارہے تھے اور آپ نے اپنے ساتھ اپنی ہی پلیٹ میں شریک فرمالیا، جو میرے لیے بڑی سعادت ہے۔

ایک مرتبہ کچے گھر میں گیا مولانا محمد طلحہ صاحب نے میرے سامنے حضرت شیخ سے شکایت کردی کہ نجم الحسن آپ سے تعلق رکھتا ہے مگر ذکر نہیں کرتا، میں نے مولانا طلحہ سے کہا کہ مجھے آتا ہی نہیں، انہوں نے حضرت شیخ سے کہا کہ آپ اس کو کہلوادیجئے، حضرت نے فرمایا کہ پیارے یہاں بیٹھ جا، میں چارپائی کے پاس بیٹھ گیا، پھر میری نشست درست کراکے بارہ تسبیح کا ذکر تلقین فرمایا اور فرمایا کہ پیارے میرا مشورہ ہے کہ تو ناظم صاحب (حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمہ اللہ) سے یا مولوی مسیح اللہ صاحب سے بیعت ہوجا، تیرے حق میں بہت مناسب اور مفید رہے گا۔

میں تعمیل حکم میں حضرت ناظم صاحب سے بیعت ہوگیا، کچھ عرصہ بعد ناظم صاحب کا وصال ہوگیا، تو میں نے حضرت مسیح الامت سے رجوع کرلیا۔

حضرت شیخ اکثر ملاقات پر ذکر کی بہت تاکید فرماتے تھے کہ پیارے! ذکر کیا کر، بارہا میرے ذریعہ حضرت مسیح الامت کو پیغام پہنچایا کہ خانقاہ تھانہ بھون میں متوسلین کو بھیجا کریں تاکہ وہ ذکر سے آباد رہے، مظاہر میں دوران تعلیم میرا قیام دفتر میں تھا، حضرت شیخ اور اکثر اساتذہ نماز دفتر ہی کی مسجد میں پڑھتے تھے، اسی میں مہمان خانہ تھا، دفتر میں صرف سات، آٹھ طلبہ رہتے تھے، مولوی نور الحسن راشد کاندھلوی، مولانا الیاس، بندہ الٰہی اون سورت، قاضی محمد یوسف سورتی، مولوی محمد علی منیار مظاہری وغیرہ، مولانا محمد طلحہ صاحب اور مولانا زبیر الحسن صاحب کا آنا جانا برابر لگا رہتا تھا، انہیں دنوں مولانا تقی الدین ندوی دامت برکاتہم کا قیام بھی حضرت شیخ کے یہاں طویل عرصہ تک رہا، وہ بھی دفتر ہی میں رہتے تھے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قیام جب بھی سہارنپور میں رہتا تو مہمانوں کی آمدورفت بکثرت رہا کرتی، پورا دفتر مہمانوں سے بھر جاتا، اور حضرت شیخ کے یہاں کسی نہ کسی عنوان سے دعوت ہوتی رہتی، کسی کا عقیقہ ہے تو کسی کا ولیمہ، ایسے پروگراموں میں اہل دفتر شریک رہتے،

ایک مرتبہ خدام دعوت دینا بھول گئے، حضرت شیخ کو معلوم ہوا تو ایک ایک کو بلوایا اور فرمایا کہ دفتر والے تو میری آدھی روٹی کے ساجھی ہیں، فجر سے پہلے دفتر میں ذکر جہری کا معمول تھا، مولوی حسان مکی رحمہ اللہ، مولوی حبیب اللہ چمپارنی مہاجر مدنی، حضرت کے خدام اور متوسلین ذکر جہری کیا کرتے تھے، بعد فجر حضرت شیخ کے یہاں کچے گھر میں پابندی سے ذکر ہوتا تھا عصر کے بعد مجلس ہوتی تھی، جس میں بزرگوں کے واقعات پر مشتمل کتابیں ارواح ثلاثہ وغیرہ پڑھی جاتی تھیں، نئے آنے والوں کا مصافحہ مجلس ذکر کے بعد اور عصر کے بعد ہوتا تھا، درمیان میں پابندی رہتی، عصر کے بعد مولانا یامین صاحب لوگوں کو تعویذ دیا کرتے تھے، جب تک حضرت ناظم صاحب کی صحت بحال رہی وہ بعد عصر مجلس میں ضرور تشریف لاتے، حضرت شیخ کے یہاں صورت یہ تھی کہ وہ چارپائی پر تشریف فرما ہوتے، اور گاؤ تکیہ پائتی پر رکھواتے اور حضرت ناظم صاحب کو سرہانے بٹھاتے تھے، مولانا نصیر الدین صاحب تمام اہل مجلس کو چائے پلاتے تھے، آخری زمانہ میں جب مجمع کی کثرت ہوگئی تو یہ مجلس دفتر مظاہر علوم میں ہونے لگی، اور دفتر کا وسیع صحن چھوٹا پڑ جاتا، لوگ چھتوں پر کھڑے ہو جاتے، جمعہ کے دن یہ مجلس صبح ۹؍ بجے کے بعد سے ۱۱؍ بجے تک دفتر ہی میں ہوتی تھی۔

۱۹۷۸ء میں والد صاحب (مولانا ظہور الحسن کسولوی رحمۃ اللہ) کے وصال کے بعد تھانہ بھون آ گیا، لیکن سہارنپور آمد و رفت اور تعلق برقرار رہا، امداد الغرباء کو دوسرے برادران دیکھنے لگے۔

آخر میں سہارنپور کا سفر اور ملاقتوں کا سلسلہ بہت محدود ہو گیا تھا، لیکن جب جاتا تو بہت خوش ہوتے، ملاقات کی تاخیر پر شکایت بھی کرتے، حسب معمول ضیافت فرماتے، اندر کہلواتے کہ کاندھلہ کا داماد تھانہ بھون سے آیا ہے، کبھی کہلواتے کہ تھانہ بھون سے مولوی نجم الحسن راستہ بھول کر آ گئے، زیادہ دن ہو جاتے تو فون کرتے کہ کیا

تھانہ بھون میں اعتکاف کرلیا، یا سہارنپور نہ آنے کی قسم کھالی، آجاؤ کفارہ میں ادا کردونگا، کبھی فرماتے کہ گاڑی تو ہے تیل کے پیسے میں پیش کردونگا، کبھی فرماتے کہ کہوتو گاڑی بھیج دوں؟

ماہ مبارک میں ایک مرتبہ ضرور حاضر ہوتا بعد عصر مجلس میں شرکت کر کے افطار ساتھ میں کرتا، کھجوروں کے علاوہ کوئی تحفہ اور نقد بھی ضرور عنایت فرماتے تھے، یہ سب ان کے تعلق اور محبت کی علامات تھیں، جو بے ساختہ نوک قلم پر آگئیں۔

وہ طویل عرصہ سے متعدد عوارض کا شکار تھے اسی حالت میں حرمین شریفین کا سفر بھی ہوا، راستہ میں اور حالت بگڑ گئی، پہلے اٹیک ہوا پھر فالج کا اثر ہوگیا، مکہ مکرمہ پہنچتے ہے ''النور'' ہوسپٹل میں داخل کردیا گیا، کچھ عرصہ مکہ مکرمہ قیام کے بعد اسی حالت میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے، وہاں علاج ہوتا رہا، مدت قیام میں توسیع کرائی گئی، پھر ہندوستان واپس آگئے، علاج ہوتا رہا، لیکن گفتگو نہ کرپاتے تھے، میں حاضر ہوا، حضرت مولانا سلمان صاحب نے تعارف کرایا، فوراً متوجہ ہوئے، چہرہ پر بشاشت بھی محسوس ہوئی لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں، ضعف روز افزوں تھا، مشورہ کے بعد میرٹھ ''آئی، سی، یو'' میں رکھا گیا، دس روز بے ہوشی کی کیفیت میں رہے، بالآخر وہ گھڑی آہی گئی، جس کا عرصہ سے کھٹکا لگا ہوا تھا، ۱۰؍ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ کو بوقت ظہر آنند ہوسپٹل میں آخری سانس لی، اور اسی روز قبرستان حاجی کمال شاہ میں اپنے دادا حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب کے جوار میں مدفون ہوئے، وہیں اکثر علمائے مظاہر آرام فرما ہیں۔

ان کے حادثۂ وفات سے تمام منتسبین و متعلقین متاثر ہوئے ہیں، رب العزت ان کی مغفرت فرمائے ان کی حسنات کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اپنے قرب خاص کی دولت سے نوازے۔(آمین)

۷
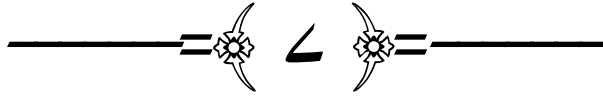
حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلویؒ کی

راقم پر شفقتیں اور محبتیں

از: مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری معاون مدیر ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفر آبا، سہار نپور

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی قدس سرہ کا نام نامی اسم گرامی دارالعلوم دیو بند میں داخل ہونے کے بعد ہی سن لیا تھا کہ سہارنپور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا محمد طلحہ صاحب ہیں جو اپنے والد ماجد کی یادگار بنے ہوئے ہیں اور خانقاہ خلیلیہ (کچے گھر) میں رہتے ہیں۔ دیوبند کی طالب علمی کے زمانے تک ملاقات اور دیدار سے محروم رہا، البتہ فراغت کے بعد ملازمت کی غرض سے جب مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد میں مقیم ہوا تبھی سے ان سے ملاقات اور دیدار کا موقع ملتا رہتا تھا؛ لیکن قربت اور بات چیت کا موقع کبھی نہیں ملا، جب بھی سہارنپور جانا ہوتا تو ان کی مجلس میں ضرور حاضری دیتا اور عام لوگوں کی طرح سلام ومصافحہ کر کے واپس آجاتا۔

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی سے راقم کا تعلق اور قربت اس وقت ہوئی جب حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا مہتمم معہد الرشید الاسلامی چیپاٹا، زامبیا (افریقہ) سے ملاقات کی غرض سے سہارنپور جانا ہوا، وہ اس طرح کہ ایک روز مرکز احیاء الفکر الاسلامی کے رئیس مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی مدظلہ العالی نے راقم سے فرمایا کہ سہارنپور جانا ہے مہمان آئے ہوئے ہیں ان سے ملنا ہے، چنانچہ راقم ۱۹ر مئی ۲۰۱۱ء کو مرکز سے کچھ کتابیں اور

پھل وغیرہ لیکر کچے گھر پر حاضر ہوا،عصر کے بعد کا وقت تھا، تعلیم ہو رہی تھی، حاضرین کا ایک کثیر مجمع تھا، راقم بھی مجلس میں بیٹھ گیا، اتنے میں مولانا عابد حسین صاحب افریقی ندوی نے اشارہ کر کے کہا کہ مہمان اُس کمرے میں ہیں، وہاں چلے جاؤ، میں اٹھ کر جب چلنے لگا تو مولانا محمد طلحہ صاحب کو محسوس ہو گیا کہ کوئی کمرے میں گیا ہے، چنانچہ مجلس سے اٹھ کر فوراً کمرے میں آ گئے اور کہنے لگے کہ کیا بات ہے، تم کون ہو؟ اتنا کہنا ہی تھا کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا مجھے لیکر مجلس میں آ گئے اور مولانا طلحہ صاحب بھی آ گئے، جب تعلیم ختم ہوئی تو راقم کو ڈانٹنے لگے اور کہنے لگے کہ تم ہماری اجازت کے بغیر کیسے اندر چلے گئے تھے، میں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے یہاں کے اصول وضوابط کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا، مجھے مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب نے بھیجا ہے اور کہا کہ سہارنپور جا کر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا سے ملاقات کر کے مرکز میں آنے کی دعوت دے آؤ، اس لئے راقم حاضر ہوا ہے۔ یہ سنا تھا کہ مولانا محمد طلحہ صاحب آگ بگولہ ہو گئے اور غصہ میں بہت کچھ کہہ گئے، راقم سے رہا نہ گیا بولنا شروع کر دیا جس پر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا نے کہا بیٹے! خاموش ہو جاؤ، بڑوں کے سامنے بولنا نہیں چاہئے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد راقم ”نقوش اسلام“ اور کچھ نئی کتابیں لیکر حاضر ہوا، مجلس کے اختتام پر سلام ومصافحہ کیا، کتابیں اور رسالہ پیش کیا، اور گذشتہ ایام میں جو گستاخی ہوئی تھی اس کی معذرت چاہی تو انہوں نے فوراً پہچان لیا اور قریب بٹھا لیا، خیر خیریت معلوم کی اور شفقت فرمائی، نیز یہ بھی کہا کہ کھانا یہیں پر کھانا، بندہ عشاء کی اذان کے بعد پہنچ گیا، کھانا کھایا اور رخصت ہونے کی اجازت چاہی، اس پر پیر صاحب نے کہا کہ کب جاؤ گے، میں نے کہا کہ صبح سویرے نکل جاؤں گا، پھر حضرت نے اپنی جیب سے ۱۰۰؍روپیہ نکال کر ہدیہ میں پیش کیا، راقم خوشی خوشی وہاں سے واپس آ گیا۔

اس کے بعد سے حضرت مولانا طلحہ صاحب کاندھلویؒ راقم کے اوپر شفقت ومحبت فرمانے لگے، جب بھی مرکز سے کوئی کتاب چھپتی تو راقم ان کو ضرور پیش کرتا، کبھی کبھی یہ بھی کہتے کہ اس کتاب کے اتنے نسخے بھیجوا دو، بہر حال ان کی خواہش کے مطابق کتابیں ان

کے پاس بھیجوادی جاتی تھیں، یا راقم خود لے کر حاضر ہو جاتا، بہر حال جب بھی حضرت کے پاس جاتا تو کہتے رسالہ نقوش اسلام کہاں ہے؟ اور کونسی کتاب منظر عام پر آئی ہے، راقم اپنے بیگ سے رسالہ نکال کر دیتا تو فوراً رسالہ ہی کو مجلس میں پڑھوانا شروع کر دیتے، خاص طور سے رسالہ کے اداریہ کو ضرور پڑھواتے اور واپسی پر ہدیہ بھی دیتے، شفقت و محبت کا یہ سلسلہ آخری دنوں تک جاری رہا۔

۹/ دسمبر ۲۰۱۲ء کو جب حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا کا انتقال ہو گیا، تو مرکز کے رئیس مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی نے مولانا مرحوم کی شخصیت پر رسالہ کا نمبر نکالنے کا فیصلہ کیا، جس کے سلسلہ میں راقم کو کہا کہ سہارنپور جا کر مولانا طلحہ صاحب سے مضمون لکھوا کر لے آؤ، چنانچہ راقم سہارنپور گیا اور حضرت پیر صاحب سے مضمون لکھنے کے متعلق درخواست کی، تو انہوں نے مضمون لکھنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے مضمون لکھنا نہیں آتا میں نے عرض کیا کہ حضرت تھوڑا سا ہی لکھوا دیجئے میں اس کو املاء کرلوں گا، چونکہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا آپ کے مخصوص لوگوں میں سے تھے، اس لیے آپ کی تحریر رسالہ کے لیے بے حد ضروری ہے۔

چنانچہ راقم نے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا کے متعلق چند سوالات کئے، جن کے جوابات حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دیئے تھے، جن کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے:

سوال: آپ کی مولانا عبدالرحیم صاحب متالا سے کب ملاقات ہوئی؟۔

جواب: میری ان سے سب سے پہلی ملاقات مدرسہ قدیم میں اس وقت ہوئی جب میں مسجد سے باہر آ رہا تھا تو انہوں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا کہ میں گجرات سے آیا ہوں، غرضیکہ انہوں نے نیازمندانہ سلام و مصافحہ کیا تھا۔

سوال: آپ نے ان کی دعوت پر کتنی دفعہ زامبیا کا سفر کیا؟

جواب: میں کتنی بار ان کی دعوت پر زامبیا گیا ہوں یہ مجھے اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔

سوال: آپ کے ساتھ وہ کس طرح پیش آتے تھے؟

جواب: ویسے وہ میرے ساتھ ایسے ہی پیش آتے تھے جیسا کہ وہ میرے والد (حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ) کے ساتھ پیش آتے تھے، مولانا عبدالرحیم متالانوراللہ مرقدہ حضرت والد صاحب کے بہت لاڈلے خادم تھے، والد صاحب کو ان سے بہت انس تھا۔

سوال: ان کی وفات پر آپ کا کیا تأثر ہے؟

جواب: حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب امام بھی تھے، پیر بھی تھے اور ہر ایک کے ساتھ اچھی طرح پیش آتے تھے، مولانا افتخار صاحب کاندھلویؒ نے فون پر بتایا کہ ان کے انتقال کی جب خبر معلوم ہوئی تو موٹے موٹے آنسو نکل آئے کہ ہمارا خاص آدمی دنیا سے رخصت ہوگیا، مولانا متالا ایک آدمی ہی نہیں بلکہ وہ کئی آدمیوں کی خصوصیات کا مجموعہ تھے۔

سوال: ان کی زندگی میں آپ نے کیا خاص بات محسوس کی؟

جواب: وہ بہت ملنسار، جوڑ رکھنے والے تھے، معمولات کے پابند تھے، تبلیغ تصنیف وتالیف اور تعلیم غرضیکہ تینوں سے ان کا جوڑ تھا۔

سوال: ان کی زندگی سے آپ لوگوں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟۔

جواب: انہوں نے جیسی زندگی گزاری ہے وہ بڑی محتاط زندگی تھی، ان کے تعلقات بہت تھے، ان کا تعلق تبلیغ والوں سے، مدرسہ والوں سے اور سلوک والوں سے تھا، ایسی جامعیت اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے، ان کے مدرسہ سے جو لوگ جڑے ہوئے ہیں، خاص طور سے جو ان کے مدرسہ کی امداد کرتے ہیں، وہ اب بھی ان کے مدرسہ کی ضرورت میں بھرپور تعاون کریں۔

جنہیں ہم دیکھ کر جیتے تھے اے رضواں!
وہ لوگ آنکھوں سے اوجھل ہورہے ہیں

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی کو تبلیغی جماعت سے خاص مناسبت تھی، اپنی مجلس میں تبلیغی جماعت کی قدر و منزلت اور اس کی اہمیت کے بارے میں گفتگو کرتے، ایک دفعہ راقم کی موجودگی میں چند جماعتی حضرات کو سمجھا رہے تھے کہ تبلیغ کیلئے دو چیزیں شرط ہیں، ایک تعلیم کا ہونا دوسرے ذکر کا کرنا، اگر کسی کے پاس تعلیم نہیں تو اسے تبلیغ میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں، ایسے ہی اگر کوئی ذکر نہیں کرتا تو اس کو بھی تبلیغ میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں، چونکہ یہ ایسا ہے کہ جیسا کسی کبوتر کے پر کاٹ دیئے جائیں، اب اس کبوتر کو یہ خطرہ ہے کہ اس کو بلی پکڑ لے گی یا اس کو اوپر سے کوئی چیل کوا وغیرہ اچک لے گا، آج کل تبلیغی جماعت میں جو برائیاں در آئی ہیں یہ سب اسی کا نتیجہ ہے، چونکہ عام طور سے جہلاء حضرات تبلیغ میں جاتے ہیں اور شیطان کے شکار ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ علماء کی ناقدری کرتے ہیں جو آئے دن دیکھنے اور سننے کو ملتا ہے۔

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی ایک متقی، پرہیزگار اور دیندار انسان تھے، ہمہ وقت ذاکر و شاغل اور یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے، آپ درویش صفت اور دور اندیش انسان تھے، آپ کی گفتگو پر لطف ہوتی تھی، آپ کا انداز تکلم سادہ اور عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ٹھنڈا اور میٹھا ہوتا تھا، منکرات سے انہیں سخت نفرت تھی، انگریزی بال اور انگریزی لباس سے انہیں بہت کڑھن ہوتی تھی، خاص طور سے داڑھی نہ رکھنے والوں سے بہت خفا ہوتے، بعض دفعہ غصے میں آ کر تھپڑ بھی رسید کر دیتے اور کہتے کہ کیا تمہیں نبی کی شکل اچھی نہیں لگتی، قبر میں کیا منہ دکھاؤ گے، پیر صاحب داڑھی کے متعلق جس شخص کی سرزنش کرتے تو اس کو اپنی طرف سے ''داڑھی کا وجوب'' نامی رسالہ بھی بطور ہدیہ پیش فرماتے اور کہتے کہ اس کو غور سے پڑھ لینا۔

مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی خانقاہ خلیلیہ کو سجائے ہوئے تھے اور اپنے والد کی یاد کو تازہ کئے ہوئے تھے، صبح و شام کے معمولات پابندی سے ہو رہے

تھے، کچے گھر پروار دین اور صادرین کا ایک مجمع رہتا تھا، ان کے یہاں آنے والوں کے لئے کھانے کا بندوبست رہتا، مہمان نوازی اور دادرسی انہیں اپنے والد محترم شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی سے وراثت میں ملی تھی، کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ ان سے ملنے والا کھانا کھائے بغیر رخصت ہو گیا ہو، وہ مہمان کے مزاج کے مطابق کھانے کا اہتمام کرواتے اور رخصت کرتے، بہر حال پیر صاحب کی اور بہت سی خصوصیتیں ہیں جس کو زیر تحریر لانا ایک مشکل کام ہے:ے

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

۸

عید قربان کے دن وہ خود قربان ہو گئے

آج کے دن لوگوں نے جانوروں کی قربانی دی، میں نے اپنی جان کی

پیر طریقت جناب الحاج بھائی خالد منیار صاحب سورت (گجرات)

بسم اللہ الشکور الوکیل الرحمٰن الرحیم

۱۴۴۰ ہجری

خراج عقیدت طلحہ

۱۴۴۰ ہجری

نحمد الخیر المھیمن ونصلی علی رسول الکریم

۲۰۱۹ ءعیسوی

دم رحلت دس ذی الحجہ چودہ سو چالیس سن ہجری

۲۰۱۹ء

إنا لله وانا اليه راجعون، انّ لله ما أخذ ولله ما أعطى وكل شیء عنده بأجلمسمى فلتصبر ولتحتسب، اللهم اغفرلی وله واعقبنی منه عقبی حسنة

بے شک ہماری جانیں، ہمارا مال، ہمارے اہل وعیال اور ہماری اولاد، سب اللہ بزرگ و برتر کے خوش گوار عطئے اور عاریت کے طور پر سپرد کی ہوئی چیزیں ہیں۔ جن میں سے ایک معین مدت تک فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جاتا ہے اور وقت مقررہ پر اللہ پاک ان کو واپس لے لیتا ہے، پھر ہم پر فرض عائد کیا ہے کہ جب وہ دیں ہم شکر ادا کریں اور جب وہ ان کو واپس لے لیں اور ہماری آزمائش کریں تو صبر کریں۔

الدعاء للميت: زندگی کو رمضان جیسی بنالو تو موت عید جیسی ہوگی، یوم النحر میں وصال کہاں سب کا مقدر؟؟

نصیب سے مرنا اس طرح سے ہوتا ہے، انسان تو ہر گھر میں پیدا ہوتے ہیں، انسانیت کہیں کہیں جنم لیتی ہے۔

مضمون تعزیت کا لکھتے ہوئے اور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ایک شکوہ اور ایک شکایت کرنے کو جی چاہتا ہے، شاید کوئی یہ مضمون پڑھے اور اپنی روش زندگی بدل لے۔ ہم سب الحمدللہ! قبر پرست نہیں ہیں، لیکن مردہ پرست ضرور ہیں، کیا معنی؟ جب تک اہل اللہ زندہ رہتے ہیں ان کی صحبت سے ان کے ارشادات سے فائدہ نہیں اٹھاتے، الا ماشاء اللہ، جیسے ہی وہ اللہ والا مرا، ہم اس کی تعریفوں کے پل باندھتے ہوئے نہیں تھکتے، مقالے لکھیں گے، جلسے کریں گے، ان کی زندگی میں، ان کے عیبوں، کمیوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں، فی الحال جو اساتذہ، مشائخ موجود ہیں، ان پر تبصرے کرتے ہیں، مثلاً جو بات مولانا الیاس میں تھی وہ مولوی یوسف میں نہیں ہے۔ جو بات شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ میں تھی وہ بھائی طلحہ میں نہیں وغیرہ وغیرہ۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں:

یوسف جو زندہ ہے اس کی قدر کرلو، ورنہ یوسف کے بعد جو آئے گا، اس میں وہ خوبیاں، صفات تم کو نہیں ملیں گی، اور تم کہتے پھرو گے، جو بات حضرت جی مولانا یوسف رحمہ اللہ میں تھی وہ ان میں نہیں۔ اگلوں کی، اسلاف کی تعریف، محاسن بیان کرو لیکن قدر دانی زندوں کی کرو۔ فقط۔

حضرت پیر جی یا پیر صاحب سے میری دوستی ۱۹۷۲ء میں ہوئی، گویا ۴۷ سال مجھے ان کی شفقت و محبت ملی، ہم دونوں ایک ہی ماہ، ایک ہی سال میں پیدا ہوئے، ممکن ہے عالم ارواح ہی میں ارواح مجندہ تھے، عجیب بات، ۴۷ سال میں نہ ان کو مجھ سے کوئی شکایت ہوئی نہ مجھے ان سے۔ سفر، حضر، ہندو بیرون ہند، حج، عمرے میں کافی ساتھ رہا۔ وہ کثرت سے اپنے واقعات سناتے تھے۔

''میں مرکز نظام الدین نئی دہلی میں پیدا ہوا، بہت کمزور، نحیف، ہمیشہ بیمار رہتا تھا، دست بہت لگ جاتے تھے، حتی کہ میں بچوں گا نہیں، ایسا خیال کیا جاتا تھا، چونکہ بہت ساری بہنوں کے بعد تنہا نرینہ اولاد میں تھا، اس لیے بہت دعائیں کی گئیں، حتی کہ شیر خوارگی کے زمانے ہی میں میرے نانا مولانا الیاس کا کہیں تبلیغی سفر تھا، تو انہوں نے مرکز کے ایک پرانے مقیم جو مستجاب الدعوات تھے، ان کو بلایا اور کہا کہ طلحہ بہت بیمار ہے، میں سفر میں جا رہا ہوں، تیرا کام یہ کہ ابھی سے دعا میں لگ جا، اگر میری غیر حاضری میں طلحہ وفات پا گیا تو تیری خیر نہیں۔ تیری پٹائی کروں گا۔

اللہ اکبر! کیا تعلق مع اللہ اور کیسے ہیرے مرکز میں اس وقت قیام پذیر تھے!! دعاؤں میں اڑ جانے والے خیر میں بچ گیا، پھر جب ذرا بڑا ہوا تو مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ صبح صبح کھڑ کا کر کے اندر سے کسی کو بلاتے، میری نانی آتیں تو ان سے کہتے کہ میں نے اپنی بیٹی کو بلایا ہے تمہیں نہیں۔ وہ خفا ہو جاتیں اور کہتیں کہ ایسی کون سے بات ہے جو تم مجھ سے (یعنی میری نانی سے) نہیں کہہ سکتے، اور بیٹی ہی کو کہو گے،

پھر میری والدہ آتیں تو کہتے کہ یہ رات بھر روتا رہتا ہے، اور دست آتے رہتے ہیں تو تو اس (طلحہ) کے واسطے جاگتی رہتی ہے، اور میں تجھ پر ترس کھا کر رات کو جاگتا رہتا ہوں، معاشرت حسن معاشرت کا ایسا نمونہ جو عین سنت کے طریق پر اب کہاں دیکھنے کو ملے گا۔ چل: اب یہ کر کہ طلحہ کو دودھ کی بوتل اور تھوڑے نہالچے (کپڑے کے بنے ہوئے پیمپرز) مجھے دے اور طلحہ کو بھی۔ میں ظہر تک اس کا خیال رکھوں گا تو آرام سے سو جا۔ پھر جب میں (طلحہ) دست کرتا تو مولانا الیاس نہالچہ بدلتے، پرانے آلودہ نہالچے کو خود ہاتھ سے کمرے کے حمام میں دھونے بیٹھتے، اتنے میں کوئی خادم (مثلاً مولانا سعید احمد خاں مکی، مولوی داؤد، میاں جی محراب) آجاتا تو وہ مولانا الیاس صاحب سے کہتا: آپ ہمیں دے دو، ہم دھو کر سکھا دیں گے۔ تو مولانا الیاس صاحب فرماتے: ''نہیں جی، میں ہی دھوؤں گا، دراصل میری نیت تو یہ کہ جب یہ بڑا ہو کر بیعت کرے گا، تبلیغ تقریر کرے گا، تعلیم کا کام کرے گا تو ہم تو ہونے کے نہیں، اس لیے میں تو اس کی ان کوششوں اور ثواب میں اپنا حصہ لگا رہا ہوں''۔

اللہ اکبر! غرض پیر صاحب فرماتے تھے کہ میرے نہالچے بڑے بڑے داعیوں نے دھوئے ہیں، اللہ سب کی مغفرت فرمائے اور بہترین جزاء عطا فرمائے، آمین۔

پیر صاحب کی بہت ساری خوبیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ان پر صاحبزادگی کا وہم وخیال، رعونت، تکبر وترفع ذرہ برابر نہیں تھا، **ذلک الفضل من اللہ**، کوئی ان کو نہ پوچھے ان کی بلا سے، خالد نے خود سوائے چند خلفائے شیخ الحدیث کے مثلاً: مفتی محمود صاحب، مولوی عبدالرحیم متالا، مولوی یوسف متالا، مولوی احسان اور چند اور کے سوا کئی خلفاء کو بھی بہت نازیبا سلوک کرتے دیکھا لیکن واہ پیر صاحب! آپ تو مادح وذام سے بہت اونچے تھے کہ صاحبزادگی کا سور سب سے آخر میں دل سے نکلتا ہے، راہ سلوک میں اور بڑی مشکل سے نکلتا ہے، اس صفت کے گواہ اب بھی سینکڑوں زندہ موجود ہیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے اکلوتے بیٹے کی تربیت کے معاملے میں بہت کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ جیسے مولانا یحییٰ، مولوی زکریا کے بارے میں رکھتے تھے، پڑھیں اور ضرور پڑھیں آپ بیتی، کبھی کبھی تو ایسا لگتا تھا کہ تشدد ہورہا لیکن انسانیت اور نیابت نبی علیہ السلام کا معاملہ ہی کچھ اور تھا یہ سکھانا آسان نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث کے یہاں شام کو چائے کے وقت مشائخ عوام سب کچا گھر آتے تھے، وہاں ایک خاص چبوترہ ہے، آج بھی جہاں صرف مشائخ اور بڑے اساتذہ ہی کو جگہ ملتی اور چائے بھی، جس نے حضرت کا کچا گھر نہیں دیکھا۔ اس نے کچھ نہیں دیکھا، اس کے گھر اور اس کے سادگی کو دیکھ کر سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ نانا جان حضور پاک ﷺ کے گھر کے بارے میں پڑھا تو تھا، اس کا نمونہ آج دیکھا۔

پیر صاحب مولانا چھوٹے بچے تھے، سردیوں میں چبوترے پر جاتے تو شیخ الحدیث دیکھتے کہ کس کی گود میں بیٹھتا ہے۔ پیر طلحہ ایک ایک کو دیکھ کر آخر مفتی محمود حسن گنگوہی کو پسند فرماتے۔ ان کی گود میں بیٹھتے، اور وہ بھی اپنی گرم چادر میں پیر صاحب کو لپیٹ لیتے، غرض جو شخصیت بڑے بڑے اولیاء اللہ کی نظر میں رہی ہو اور فیض یاب ہوئی ہو۔ اس کے کیا کہنے!!! جن اولیا اللہ کی نظر ان پر پڑی ان کی فہرست طویل ہے۔ آپ بیتی پڑھیں اولیاء اللہ کی فہرست کے لیے بڑے مزے لے کر، پیر صاحب سے کوئی پوچھتا کہ کیا آپ نے مولانا الیاس صاحب کو دیکھا ہے؟ تو فرماتے کہ میں تو شعور سے ان کو نہیں، مگر انہوں نے مجھے ضرور دیکھا ہے۔ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا۔

ایک عالم نے لکھا ہے کہ "العین حق" جب نظر بد سے ہرا بھرا درخت سوکھ کر صرف لکڑی رہ جاتا ہے، اچھا بھلا تندرست آدمی بیمار ہو جاتا ہے حتی کہ مر جاتا ہے، تو پھر بزرگوں کی توجہات اور نظر عنایت پر شک چہ معنی؟؟

حضرت پیر صاحب بہت زیادہ زور تعلیم، تبلیغ اور تزکیہ پر دیتے تھے۔ تینوں کو

ضروری اور ایک دوسرے کا معاون گردانتے تھے اور بہت دکھی ہو جاتے تھے۔ جب کوئی ایک کہتا کہ ہم ہی دین کا کام کر رہے ہیں اور باقی ضیائے وقت۔ مولانا الیاس صاحب کو مدرسے نے دیا، وہ کتنا ذکر کرتے تھے اور تبلیغ میں کیسی انتھک کوشش اور جان و مال کی قربانی دے کر گئے! پیر صاحب افسوس کرتے تھے کہ کتابیں لکھی گئی ہیں مگر کوئی پڑھتا نہیں۔ مولانا الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت (مولانا ابوالحسن علی ندوی) تذکرہ حضرت جی (الفرقان کا خاص نمبر) ملفوظات مولانا الیاس صاحب (مولانا منظور نعمانیؒ)۔

بزرگوں اور اسلاف کے طرز پر تبلیغ کا کام ہو، اس کے لیے پیر صاحب نے ایک ''تبلیغی تھیلی'' کے نام سے ایک تھیلی چلائی تھی، جس میں یہ کتابیں اور حضرت جی مولانا یوسف صاحب کا اہم بیان اور مولانا سعید احمد خاں صاحب کے چند خطوط اور نصائح، غرض پانچ، چھ کتابیں اس میں رکھ کر بے روزگار لوگوں کو ترغیب دیتے تھے، ایک تھیلی ۱۵۰/روپئے. پانچ تھیلی ۱۲۵/روپئے فی کس، دس تھیلی لو تو ۱۰۰/روپئے فی کس لے جاؤ، اور گھر گھر میں بیچو، اس طرح نفع کماؤ، یعنی اصل قیمت پانچ چھ کتابیں ۱۵۰/روپئے کی بنتی تھی، لیکن اپنی طرف سے پیسے لگا کر صحیح تبلیغ کا کام چلے، اس کی ترویج، پیر صاحب کا آبائی کتب خانہ مولانا یحییٰ صاحب کا قائم کردہ جو آج بھی چل رہا ہے، کتب خانہ یحیوی سہارنپور، لیکن آپ کی تجارت دنیوی نفع کے لیے نہیں تھی، بلکہ کتب خانہ یحیوی کتب خانۂ آخرت تھی، ہدیے کے طور پر سینکڑوں کتابیں بانٹتے تھے، چاہتے تھے کہ مسلمان پڑھیں اور فائدہ اٹھائیں۔

مدرسوں کے طالب علموں کی تربیت کی بڑی فکر تھی، پڑھنے کے بعد پڑھانے پر بہت زور دیتے تھے، مکاتب قرآنی کے قیام پر بہت کام کیا، طلبہ کی ظاہری شکل و صورت، لباس، داڑھی، سب شریعت کے مطابق ہو، انگریزی بال نہ رکھیں، مسلمان ٹوپی پہنیں، اسی طرح طلبہ فارغ ہونے کے بعد بیعت ہو کر کسی اللہ والے سے تعلق

قائم کریں اور باطنی اصلاح کی فکر کریں۔خود حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ:

میں تجھے (طلحہ) کو مدرسہ کاشف العلوم دہلی مرکز پڑھنے سے زیادہ یوسف کی صحبت وتربیت کے واسطے بھیج رہا ہوں (۶،سال پیر صاحب حضرت جی مولانا یوسف کی نگرانی میں روحانی اور باطنی طاقت کے لیے رہے) صرف پڑھانا مقصود ہوتا تو سہارنپور ہی میں تجھے رکھتا۔

اخلاص وللٰہیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، کسی سے ناراض ہوتے تو آدھا گھنٹہ یا ایک گھنٹہ، پھر جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا، اور پھر ایسا تعامل فرماتے کہ وہ گرویدہ ہوجاتا، اس کا دل جیت لیتے۔ بیان فرماتے تو دن میں اگر پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ وہی بیان زیر وزبر کے فرق کے بغیر، میں چونکہ ساتوں (بیانات) میں حاضر ہوتا اور بہت سارے لوگ دوسرے بھی ہوتے۔سب سمجھتے کہ اللہ کا منادی ہے، جو پانچ وقت اذان دے رہا ہے اخلاص سے۔ میرا اپنا حال یہ ہوتا کہ سوچتا کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو ساتوں جگہ الگ الگ انداز بیاں اختیار کر کے لوگوں پر اپنی چھاپ بٹھاتا۔اے اللہ! ہمیں بھی اخلاص کی کوئی شمع،کوئی ذرہ عطا فرما۔

سخاوت کا معاملہ تو عجیب ہی تھا،قرض لے کر بھی کسی مسلمان کی ضرورت پوری ہوتو مقروض ہونے سے بھی دریغ نہیں تھا، کچے گھر میں جو بھی مہمان آئے، چاہے بے وقت ہی کیوں نہ آیا ہو،تھوڑی سی ڈانٹ ڈپٹ کے بعد ”یہ کوئی آنے کا وقت ہے، بغیر اطلاع کے ٹپک پڑے“ پھر پیرانی صاحبہ کو اندر پیام جاتا کہ ٹپکے کے مہمان اتنے آئے ہیں اور پانچ دس منٹ میں کھانا حاضر۔بعض مرتبہ کوئی بغیر کھانا کھائے جانا چاہتا تو باقاعدہ لڑائی،مہمان رخصتی مصافحہ کرنا چاہے تو انکار۔غرض ”**افشـــو السـلام، أطعموا الطعام**“ پر پورا پورا عمل۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

دنیائے دنی سے اتنی دوری کہ ہوائی جہاز سے کہاں جارہے ہیں؟ پوچھا جائے تو

جواب یہ سوال کا: ''میرا رفیق جواب دے گا'' ساری دنیا کے ملک میرے اللہ کے ملک ہیں، گھر سادہ، کپڑے سادے، کھانا سادہ، ہر چیز سادہ، ٹیپ ٹاپ، شوبازی دُور دُور تک نہیں۔ گاؤں والے بھینسا گاڑی پر گاس پھوس ڈال کر ۲ ٹکئے دے دیں یا لندن والے مرسڈیز، لیکسس (Lexus) یا بی، ایم، ڈبلیو لا دیں، ہم وہ نہیں جو مرعوب و متاثر ہو جائیں، سفر طے ہونا چاہئے، منزل پر پہنچنا ہے، مال کا حساب فرشتے پوچھیں گے تو جواب ہوگا، اللہ کا دیا ہوا مال اللہ کے راستے میں مہمانوں پر، بھوکے پیاسوں پر، ضرورت مندوں پر خرچ کر کے آ گیا ہوں۔ ''مال میں نفع یا مال میں نقصان'' اس اصطلاح سے بندہ واقف نہیں ہے، تھوڑا بہت مال اپنی اپنے گھر والوں کی ضروریات پر بھی خرچ کر لیا کرتا تھا، نہ کپڑا بازار کبھی گیا نہ کچھ سلوایا، نہ تعمیرات کا شوق، نہ کوئی جائداد خریدی یا بیچی۔

قلندر تھے، برسوں پہلے آنے والے فتنوں کو بتاتے، میرا کاغذ بنانے کا مِل (کارخانہ) تھا، آپ نوے کی دہائی میں آفس میں تشریف لائے، ہم نے حساب کتاب اکاؤنٹس سہولت سے ہو جائے، اس کے لیے کمپیوٹر نیا نیا لیا تھا، مانیٹر جو ٹیلی ویژن کے مشابہ ہوتا ہے، دیکھتے ہی خفا ہو گئے، ''ٹی وی، وی سی آر تو نے لگایا ہے''۔ حضرت یہ ٹی وی نہیں ہے، اس پر حساب کتاب کے ہند سے دکھائی دیتے ہیں۔ ''تو مجھے لاکھ مرتبہ سمجھا، میں نہیں ماننے کا، تیری آفس میں بھی قدم نہیں رکھوں گا، یہ ٹی وی ہے، یہ ٹی وی ہے، یہ ٹی وی ہے''۔ اس وقت تک کمپیوٹر صرف حساب کتاب کے لیے تھا۔ بڑی مشکل سے منت سماجت کر کے آفس میں لائے تو مانیٹر کی طرف پورا وقت پیٹھ کر کے بیٹھے رہے۔ ۱۰ سال بھی نہیں گذرے تھے کہ شیطان کے چیلوں اور دجال کے چیلوں نے اسی کمپیوٹر مانیٹر میں ایک زائد کارڈ لگا دیا۔ اب جو (TV Channal) آپ دیکھنا چاہیں حاضر ہے۔ انگریزی بالوں پر فیشن پرستی اور انگریزیت، چھوٹے چھوٹے بچوں کے بیہودہ قسم کے غیر اسلامی کپڑوں پر برسوں پہلے نکیر فرمائی تھی۔ آج

ساری حقیقتیں ہیں، کسی روشنی، مصنوعی روشنی کی ضرورت نہیں، سورج نکل چکا ہے، سب صاف دیکھ لو۔ بس اب تک غنیمت یہ ہے کہ مشرق سے نکلا ہے مغرب سے نہیں۔

پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا، ہم پیر صاحب کو ماموں اور پیرانی کو ممانی بھی کہتے تھے۔ پیر صاحب کے درجنوں بھانجے، بھانجیا ہیں۔ سب کے ماموں، جگت ماموں۔ غرض ممانی رحمہا اللہ تعالیٰ سوا سال پہلے امراض کی وجہ سے بہت تکلیفیں اٹھا کر، ڈاکٹروں کا تختۂ مشق بن کر جنت نشین ہوگئیں۔ وقت کی رابعہ بصریہ تھیں۔ ان کے اوصاف لکھنے کیلئے مستقل الگ سے سوانح لکھنی پڑے گی۔ صابرہ، شاکرہ، عابدہ، زاہدہ، اللہ اور اللہ کے رسول اور مدینہ منورہ کی محبت میں گلے تک ڈوبی ہوئی۔ پیر صاحب کی بہت خیال رکھنے والی، فکرمند، لیکن اللہ کی مرضی، دونوں کی اولاد نہیں ہوئی، نہ بیٹا نہ بیٹی۔ اللہ کے بھید اللہ ہی جانے۔ جب پیر صاحب کی عمر ۴۵ یا ۵۰ سال تھی۔ ایک تجویز آئی کہ اولاد کیلئے پیر صاحب نکاح ثانی کرلیں۔ جب پیر نے سنا تو بالکل انکار کردیا کہ جن غم کے مارے مرجائے گی۔ ممانی کی طرف سے پوری اجازت کہ دین کے کام کیلئے امریکہ جاؤ، یورپ جاؤ، ہندوستان میں، جہاں جانا چاہو جاؤ، پوری اجازت ہے۔ بغیر کسی شرط کے یا قید کے۔ لیکن پیر، پیرانی میں ایک معاہدہ تھا کہ مکہ مدینے جب بھی جائیں گے، ساتھ جائیں گے، اکٹھے جائیں گے۔ ''**خیرکم خیرکم لأهله**'' نہ یہ پہلو کہ ''**الرجال قوامون**'' کے سہارے بیویوں پر ظلم، پیر صاحب ممانی کے انتقال کے بعد اندر سے ٹوٹ چکے تھے اور آخر سوا سال بعد دونوں جنت میں ساتھ ساتھ ہوں گے، انشاء اللہ

ہونٹوں کی ہنسی کو نہ سمجھ حقیقت زندگی
دل میں اتر کے دیکھ! کتنے ٹوٹے ہیں ہم

اس صفت کو آپ چاہے میری خوش اعتقادی پر محمول کرلیں۔ لیکن میرا سالہا سال کا تجربہ ہے کہ مجھے کسی بھی لائن کی کوئی مشکل یا اُلجھن پیش آئی۔ میں نے کاغذ قلم

اٹھایا۔ دعا کیلئے خط لکھ کر درخواست کی اور خط پوسٹ کیا۔ اگلی صبح جب کہ ممکن ہے میرا خط ڈاک خانے ہی میں ہو۔ میرا مسئلہ حل ہونا شروع ہوگیا اور حل چند دنوں میں ہوگیا۔ میرے نزدیک پیر صاحب مستجاب الدعوات تھے۔

ہائے! محمد ﷺ کی فوج کا ایک سپاہی اور وفادار رفیق اعلیٰ سے جا ملا، اللہ کے اس ولی کے لیے دعا کرنا اس کا نہیں، اپنا مرتبہ بڑھانا ہے، کل تک جو ''مدظلہ العالی'' اور ''دامت برکاتہم'' تھا۔ اب ''نور اللہ مرقدہ'' اور رحمہ اللہ'' اور قدس سرہ'' لکھتے ہوئے کلیجہ منھ کو آتا ہے۔

حیرت اس پر نہیں کہ یہ نعمت عظمیٰ اپنے وقت پر واپس لے لی گئی، حیرت اس پر ہے کہ اتنے دنوں ہم میں کیسے رہی، سچ تو یہ ہے کہ اب سورج ڈوب گیا ہے، اللہ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے، تا آنکہ ہم سب اپنے مالک، مولیٰ کے حضور میں اس مقبول بندے کے طفیل و واسطے سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ پہنچ جائیں۔

تاب لاتے ہی بنے گی غالب
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

آہ کہ طبیبوں اور ڈاکٹروں کی اٹکل پر قائم کی ہوئی امیدوں کی بنیاد کیسی ریت پر نکلی۔

کیا گئے تم آنکھ دنیا کی ترستی رہ گئی ۔۔۔ عالم میں تم سے لاکھ سہی، تم مگر کہاں
نظر اپنی اپنی، پسند اپنی اپنی

ہیں اور بھی دنیا میں مرشد بہت اچھے ۔۔۔ کہتے ہیں کہ طلحہ کا تھا، انداز ہی کچھ اور
دیر و حرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا ۔۔۔ مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں
تجھ سا نہ دیکھا، تجھ سا نہ پایا ۔۔۔ اتر دکھن پورب پچھّم

حسن خاتمہ کا آخری دنوں، آخری چند مہینوں کا حال، بدفالی ممنوع ہے، لیکن خود آپ ﷺ تعاؤل خیر کو پسند فرماتے تھے، بدفالی نہ لیتے، لیکن نیک شگون لیا کرتے تھے۔

اسی لیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نیک فالی مجھے پسند ہے اور نیک فالی اچھے لفظ سے لی جاتی ہے، آپ ﷺ کسی ضرورت کی وجہ سے نکلتے (مثلاً غزوہ وغیرہ میں) تو ''راشد'' یا ''نجیح'' کی آواز پسند فرماتے۔ آپ ﷺ نے ایک دن دودھ دوہنے کے لیے پوچھا کہ کون دوہے گا؟ ایک صحابیؓ نے کہا: میں، اور میرا نام ''مرہ'' ہے۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر کسی دوسرے صحابی نے عرض کیا: میں، میرا نام ''جمرہ'' ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر کسی دوسرے نے کہا: میں دوہوں گا، اور میرا نام ''یعیش'' ہے، تو آپ ﷺ نے حکم دیا: جاؤ دوہو! (یعیش کے معنی خوشگواری، اچھائی کے ہیں) گویا اب اس فعل میں اچھائی ہوئی۔ آپ ﷺ غزوہ ودان کے لیے تشریف لے جارہے تھے، ایک شخص کی زبان سے ''سبز شادابی'' نکلا تو آپ ﷺ نے اس سے شگون خیر لیتے ہوئے فرمایا: ہاں! میں اس کا طالب ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ اس غزوے مین تشریف لے گئے، قتال کی نوبت نہ آئی اور کفار نے سرسبز وشاداب علاقہ آپ ﷺ کے حوالے کردیا۔

پیر صاحب رحمہ اللہ کے لیے نیک فالی یہ کہ آپ نے تقریباً آخری دس مہینوں میں خاموشی اختیار کرلی تھی، حجاز مقدس ہی سے جب فالج کا حملہ ہوا تھا، تب سے آخر تک ''من صمت نجا'' بندے نے اسپتال میں، جب آپ کو ہوش آیا اور آنکھیں کھولیں تو اپنے کان ان کے ہونٹوں کے پاس بالکل قریب کیئے تو بہت ہی ہلکی آواز آرہی تھی، ''اللہ، اللہ، اللہ، اللہ'' آخری دنوں میں ایک دن خادم مولوی یوسف اسلام پوری کے فرزند مولوی اویس نے پوچھا کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے، نماز پڑھیں گے، تو سر کے اشارے سے ہاں کہا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے لیے بیدار مغز تھے، پھر اویس نے کہا: پڑھیے ''قل ھو اللہ احد'' تو آپ نے ایسی آواز سے پوری سورۂ اخلاص پڑھی کہ اس کو اویس نے ریکارڈ (Audio) کرلی، جو محفوظ ہے۔

آپ کی موت پیر کے دن ہوئی، جس میں حضور پاک ﷺ کی مشابہت ہوگئی،

حوروں نے کہا ہوگا۔ ع

پیر کے دن پیر جنت میں آ گئے

پھر موت کا دن یوم النحر (۱۰/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ)، اس دن عید اصلی ملاقات محبوب حقیقی میسر ہوئی۔ ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کہہ پر اپنی جان قربان کردی ہوگی۔ **غفر اللہ لہ واسکنہ فسیح جناتک یا رب۔**

حضرت پیر صاحب کو مدینہ منورہ سے بہت لگاؤ تھا، اسی لیے کئی مبشرات ایسے دیکھے گئے کہ حضرت مدینہ میں ہیں یا وہاں جا رہے ہیں، بندے نے بھی پیر صاحب کو مدینہ پاک مواجہ شریف کے سامنے لیٹے ہوئے دیکھا، پیر صاحب کی بہن نے بھی دیکھا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہیں؟

تو فرمایا: مدینہ منورہ، **علی صاحبها الف الف تحیة و السلام۔**

کئی اہل اللہ مردوں میں شمار کئے جاتے ہیں، اور وہ یوں کہتے ہیں۔

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی   ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی
موت التقیٰ حیاۃ لا نفاد لہا   قدمات قوم وہم فی الناس احیاء

تاریخ وفات کی فکر و جستجو کی تو ہاتف غیبی نے اس قدر بھر مار کی کہ بس، مثال کے طور پر چند پیش خدمت ہیں۔

جانشین شیخ : طلحہ متقی   سادگی سے پُر تھی جن کی زندگی
ان کی رحلت سے بہت محزون ہے   ان کا مسترشد یہ خالد سورتی
قطعہ تاریخ رحلت کے لیے   ہاتف غیبی نے یہ آواز دی

"جا" ملا کے پڑھ دے ان کی شان میں تیسویں پارے کی آیت فادخلی

فادخلی فی عبٰدی وادخلی جنتی (۲۰۱۵ء) "جا" (۴)

زندگی پیر طلحہ کی خورشید ہے اور ان کا عمل درسِ توحید ہے

پیر جی اپنے مولیٰ سے ملنے چلے دن مبارک ملاقات کا عید ہے

یوں فروزاں ہے سینے میں یادآپ کی جلوہ گر جس طرح کوئی ناہید ہے

خالد ان کی ہدایت پر ہو عمل کامیابی کی رِہ ان کی تقلید ہے

فادخلی فی عبٰدی فلاح حیات وادخلی جنتی نور امید ہے

۱۴۴۰ھ ۱۴۴۰ھ

زہے قسمت سلام قولا من رب رحیم خراج محبت و عقیدت ولی صالح

۱۴۴۰ھ ۲۰۱۹ء

مژدہ وصال کلمہ حق ان المتقین فی مقام امین اکمل بشریٰ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین

۱۴۴۰ھ ۲۰۱۹ء

بشریٰ صالحہ عجیبہ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

۲۰۱۹ء

فرمان مولا فان الہ لا یضیع اجر المحسنین وعدہ پاک ان اصحاب الجنۃ الیوم فی شغل فاکہون

۲۰۱۹ء ۲۰۱۹ء

انا للہ وانا الیہ راجعون یا منان اغفرلہ دل قریب مژدہ وصال ادخلوہا بسلام آمین

۲۰۱۹ء ۱۴۴۰ھ

سال وفات از دل مجروح ومحزون عاجز احقر خالد وصال پیر حضرت مولانا محمد طلحہ

۲۰۱۹ء ۲۰۱۹ء

۹

مولانا محمد طلحہ صاحب کے

چند ملفوظات وخطابات

☆☆☆☆☆☆

به شکریه

مولانا مفتی فرید بن یونس دیولوی

گجرات

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہ کے خطابات

۱

میرا بچپن سہارنپور اور نظام الدین دونوں میں گذرا ہے چونکہ والد سہارنپور میں ہوتے تھے اور ننہال نظام الدین میں، مولانا الیاس کو میں نے نہیں دیکھا مگر انہوں نے مجھے دیکھا ہے، میں چھوٹا تھا شعور نہیں تھا مگر وہ اپنے نواسے ہونے کی وجہ سے بہت پیار اور شفقت فرماتے۔

میری والدہ کو فجر کی نماز کے بعد دروازے کے پاس بلاتے کہ بیٹی! رات کو تو اس بچے کی وجہ سے نہیں سوتی کیونکہ یہ تیرا بچہ ہے، اور تو میری اولاد ہے، تو اس بچہ کی وجہ سے جاگتی ہے، اور میں تیرے جاگنے کی وجہ سے جاگتا ہوں۔ ظہر کے بعد میرا سبق ہے تو تم سو جاؤ اور بچہ مجھے دو اگر یہ جاگے گا تو میں بھی جاگوں گا اور یہ سووے گا تو میں بھی سو جاؤں گا۔ اس لیے کہ کمرہ میں اس بچہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح میرا بچپن گذرا ہے۔

۲

فرمایا: تعلیم کے ساتھ تصوف وسلوک میں نہیں لگنا چاہئے تعلیم کے لیے یکسوئی ضروری ہے، بعض طلبہ پڑھنے میں غفلت کرتے ہیں، وقت کو ضائع کرتے ہیں، پھر فراغت کے بعد کف افسوس ملتے ہیں، مگر ہاتھ کچھ نہیں آتا اس لیے توجہ اور یکسوئی

سے پڑھو، فراغت کے بعد تبلیغ میں سال لگائیں، جیسے تعلیم میں انحطاط آرہا ہے اسی طرح تبلیغ میں بھی انحطاط آرہا ہے، مولانا الیاسؒ اور مولانا یوسفؒ کے ملفوظات اور تقاریر پڑھیں، مواد مختصر مگر نافع ہے، جتنی محنت کروگے اتنی سہولت ملے گی، اور جتنی لاپرواہی سے پڑھوگے تو ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

۳

اجازتِ حدیث دیتے ہوئے فرمایا: میں نے حدیث کی کتابیں مولانا یوسف، مولانا انعام الحسن، مولانا عبید اللہ، مولانا منیر الدین یہ استاذ الکل تھے ان سے زیادہ کتابیں پڑھی ہیں، اور مولانا یعقوب سہارنپوری سے ان سب حضرات سے مجھے جو اجازت حاصل ہے اسی سند کے ساتھ آپ کو بھی اجازت ہے۔

فرمایا: ہم نے دو سال میں دورہ حدیث پڑھا ہے، اس وقت دورۂ حدیث دو سال میں ہوتا تھا۔

۴

ایک مرتبہ حضرت طلبہ میں خطاب فرما رہے تھے کہ ایک طالب علم نے حضرت کی تصویر کھینچی حضرت کی آنکھیں بند تھی، جیسے ہی تصویر کھینچی گئی تو بہت غصہ ہوئے، طالب علم سے موبائل چھینا گیا اور جو تصاویر کھینچیں تھی وہ مٹادی گئی، فرمایا شرم نہیں آتی حرام کام کرتے ہوئے، مزید فرماتے ہوئے کہا کہ موبائل طالب علم کے لیے زہر کا کام کرتا ہے جب کہ علم کے لیے یکسوئی شرط ہے۔

۵

فرمایا: آج کل ہم میں علم کا شوق اور جذبہ کم ہوتا جارہا ہے، بچپن، بوڑھے، عورتیں غرض تمام طبقات علم سے دور ہورہے ہیں، حالانکہ جب تعلیم عام ہو تو گھروں میں بیٹھنے والی عورتوں کو بھی کھرے کھوٹے کی پہچان ہوجاتی ہے، بچیوں نے اگر کچھ لکھ

پڑھ لیا ہے تو کل جیسی سرال جائیں گی تو گھر والوں کی نیک نامی ہوگی، لکھنا جانتی ہوں، پڑھنا جانتی ہوں، کھانا پکانا جانتی ہوں، پھول بوٹے نکالنا بھی جانتی ہوں، اور ان علوم کے پھیلانے کا شوق وذوق بھی رکھتی ہوں۔

اس مقصد کے لیے ہمارے اکابر نے کئی کتابیں لکھی ہیں، اور ہم نے اس کو الحمدللہ شائع بھی کیا ہے، جو عام مسلمانوں کے لیے مفید ہوگی، عورتوں اور بچیوں کے لیے مفید ہوگی، میرے ذہن میں کچھ کتابیں ایسی ہیں کہ اگر اس کو شائع کرادی جائیں تو اس کا بہت ہی فائدہ ہوگا۔

مولانا علی میاں نوراللہ مرقدہ کی والدہ کی بعض کتابیں ایسی ہیں جو عورتوں کی اصلاح اور رہنمائی کے لیے بہت مفید ہیں، لہٰذا کتب خانوں کو چاہئے کہ ان اصلاحی کتب کی ترسیل کا ضرور اہتمام فرمائیں تاکہ امتِ مسلمہ کو نفع ہو۔

٦

ہر امتی کو چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ضرور اہتمام کرے خاص طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود شریف بھیجنے کا اہتمام ضرور کرے، میرا جی چاہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کا جتنا رسوخ ہوگا اتنا ہی امت کو فائدہ ہوگا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر ملک سے جتنی زیادہ مقدار میں درود شریف پہنچے گا تو آپ کی توجہ اتنی ہی ہوگی آج قوم پریشان ہے جب ان کی توجہ ہوگی، تو ان شاء اللہ پریشانیاں بھی دُور ہوں گی اور ہمیں اتحاد و اتفاق کی دولت بھی نصیب ہوگی، اس سے دنیا کا بھی فائدہ ہوگا اور دین کا بھی فائدہ ہوگا۔

تبلیغ، تعلیم اور تذکیر تینوں کام خوب ہوں گے، تو ہمیں چاہئے کہ اپنے گھروں، علاقوں اور ملکوں میں درود شریف کثرت سے پڑھنے کا اہتمام کریں۔

اللہ کی ذات سے امید ہے کہ درود شریف پڑھنے کی وجہ سے دشمن دشمنی چھوڑ

دے گا، جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد سے لے کر مغرب تک درود کا زیادہ اہتمام کریں، ہمارے یہاں ماشاء اللہ اس کا بہت اہتمام ہوتا ہے اور رمضان شریف میں تو ہم آخری عشرے کے جمعہ میں سوا لاکھ درود شریف اہتمام سے پڑھواتے ہیں۔

اور بحمد اللہ آدھ پون گھنٹہ میں سوا لاکھ درود شریف پورا ہو جاتا ہے، مقربین کو چاہئے کہ اس کا شوق دلائیں اور کوئی شخص پڑھے گا تو ترغیب دینے والے کو بھی ثواب ملے گا کیونکہ حدیث میں ہے "**الدال علی الخیر کفاعله**" (نیکی پر ابھارنے والا بھی نیکی کرنے والے کی طرح ہے) اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

۷

فرمایا: ہم سب مشائخ سے خوب محبت کریں ان سے دعائیں لیں، اپنے مشائخ کا قلبی تعلق اپنے ساتھ رکھیں، اس لیے کہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔

مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ حدیث پڑھا رہے تھے، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا فتوی تھا کہ انگریز کا بنایا ہوا کپڑا استعمال کرنا حرام ہے، لہٰذا سادہ کھدر کپڑا استعمال کرنا چاہئے،، حضرت شیخ زکریا رحمہ اللہ کے بدن کا تقاضہ یہ تھا کہ نرم اور آرام دہ کپڑا نہ پہنیں تو بدن کو کوفت ہوتی تھی، ان کی ضرورت تھی کہ ململ کا کپڑا استعمال کرتے، حضرت مدنی جب سہارنپور تشریف لاتے تو ان کے آنے سے پہلے حضرت شیخ ململ کا کپڑا اتار کر کھدر کا کپڑا پہن لیا کرتے تھے تا کہ حضرت سے دانٹ نہ پڑے۔

ایک مرتبہ حضرت مدنی تشریف لائے اور محبت میں فرمانے لگے! زکریا: مجھے پتہ ہے تو ململ کا کپڑا پہنتا ہے میرے ڈر کی وجہ سے جب میں آتا ہوں تو ململ کا کپڑا اتار کر کھدر کا پہن لیتا ہے، تو حضرت شیخ فرمانے لگے حضرت! میں آپ سے تو نہیں

ڈرتا، آپ کے کندھے پہ کون سی بندوق رکھی ہے، میں اس وجہ سے ڈرتا ہوں کہ اللہ کا آپ سے تعلق بہت ہے، آپ ناراض ہو گئے تو اللہ ناراض ہو جائے گا۔

یہ ہوتی ہے اپنے مشائخ سے محبت۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔

﴿ ۸ ﴾

فرمایا: خانقاہوں کا جو بنیادی مقصد ہے وہ اعمال کی ترغیب اور اعمال پر پختہ کرنا ہے، جو شخص کسی دینی شعبہ میں منسلک ہو خواہ وہ پڑھنے پڑھانے میں ہو یا تبلیغی جماعت میں ہو، اگر اس کا خانقاہ کے شیخ سے تعلق نہ ہو تو اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے، اس کے لیے صرف ایک مثال عرض کرتا ہوں:

ہمارا اس وقت پوری دنیا میں سب سے بڑا جو کام ہو رہا ہے تو وہ تبلیغی جماعت کا کام ہو رہا ہے، تبلیغی جماعت کے بانی میرے نانا حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات میں میں نے پڑھا، حضرت فرماتے ہیں: بازار میں جاتے ہیں، گشت کرتے ہیں، دعوت دیتے ہیں، اور بازار کی ظلمت میں اپنے دل پر محسوس کرتا ہوں اور واپس آ کر خانقاہ میں وقت لگا کر اس قلب کی ظلمتوں کو دُور کرتا ہوں وہ بھی خانقاہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔

﴿ ۹ ﴾

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سینہ بھر جاتا ہے دل بوجھل سا ہو جاتا ہے بہت رونا آتا ہے اور رونے کو دل کرتا ہے، لیکن حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ہم کسی سے کہہ نہیں پاتے اور نہ ہم رو پاتے ہیں اور نہ ہی اس کو سہہ پاتے ہیں، تو میرا یقین کرو یہ وہ لمحہ ہوتا ہے جب ہم خدا سے بات کر سکیں اس کو ہم اپنی پریشانیاں بتا سکتے ہیں وہ سب جانتا ہے لیکن وہ ہماری زبان سے سننا چاہتا ہے۔

آپ خدا سے بات کر کے تو دیکھیں وہ پریشانیاں دینا ہی اس لیے ہے کہ آدمی

خوشی میں اپنے رب کو بھول جاتا ہے وہ پریشانیاں دے کر اپنے قریب بندوں کو بلاتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ بندے اس کے سامنے روئے، گڑگڑائے، مانگے، دنیا والوں سے مانگے تو غصہ ہو جاتے ہیں، اور جب اللہ سے مانگے تو خوش ہو جاتا ہے، نہ مانگے تو ناراض ہو جاتا ہے، اسی لیے اپنی ساری پریشانیاں اللہ ہی کے سامنے بتائیں ان شاء اللہ کوئی نہ کوئی حل ضرور نکلے گا۔

۱۰

فرمایا: ایک مرتبہ میں حرم میں بیٹھا ہوا تھا وہاں مجھے یہ خیال آیا کہ یہاں تینوں کام (تبلیغ، تعلیم، تذکیر) ہوتے ہیں اور ہم ایک ہی کی طرف لے کر چلتے ہیں، اور ضمناً ہم مرکز میں بھی جاتے ہیں اور پڑھنے پڑھانے میں بھی لگے ہوتے ہیں، وہاں مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ محنت تو تینوں کام میں کرنی چاہیے، قبولیت کی بات ہے اللہ تعالیٰ کس کام کی وجہ سے کس کی مغفرت کر دیں، وہ اللہ بہتر جانتا ہے اس لیے تینوں (تعلیم، تبلیغ، تذکیر) کریں، اور یہ ان کے پسند کی بات ہے وہ کونسی بات پسند کر کے سارے علاقے کی مغفرت فرمادیں، سارے ملک کی مغفرت فرمادیں، ساری دنیا کی مغفرت فرمادیں۔

آج ہمارے اوپر اسکول ایسا مسلط ہو چکا ہے کہ اگر ہم کسی مدرسہ کے ذمہ دار ہیں مگر ہماری اولاد اسکول میں جارہی ہے، اگر ہم تبلیغ کے ذمہ دار ہیں تو تبلیغ کی ساری ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں مگر ہماری اولاد تبلیغ میں نہیں جاتی اگر ہم پڑھنے پڑھانے میں لگے ہوئے ہیں مگر مگر ہماری اولاد نہیں پڑھتی، یہ ایسی خامی ہے جیسے چراغ تلے اندھیرا۔ جب اپنے گھر میں یہ چیزیں نہیں ہوں گی تو آدمی قوت سے کرے گا کیسے؟ ہم دعویٰ حضرت ﷺ کی محبت کر رہے ہیں اور دشمنوں کے پیچھے چل رہے ہیں، یہ محبت کی بات نہیں ہے، یہ عداوت کی بات ہے، انگریز کا اتباع کر رہے ہیں، غیروں کا اتباع

کررہے ہیں، اورزبان سے کہہ رہے ہیں کہ ہم حضورؐ سے محبت کرتے ہیں تو عمل اور کلام میں تعارض ہوگیا۔ اتباع تو کررہے ہیں عیسائیوں کا، قادیانیوں کا، یہودیوں کا اورزبان سے کہتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے متبع ہیں، جب حضور کے خلاف ہمارا قدم چل رہا ہوگا تو پھر ہم حضور کے متبع کیسے ہوئے، نبی کی پیاری پیاری سنتیں ان شاء اللہ میں آپ کے ملک میں بھیجوں گا وہ ہر گھر میں ہونی چاہئے، مدرسوں میں بھی ہونی چاہئے، مرکزوں میں بھی ہونی چاہئے، مسجدوں میں بھی ہونی چاہئے، خانقاہوں میں بھی ہونی چاہئے، اوراس کو وقت دے کر روز پندرہ منٹ تک سنیں گے، تو ان شاء اللہ سارے سامعین کے سامنے حضور کی پوری زندگی آجائے گی۔

اس مجلس میں جتنے داڑھی منڈے ہیں، وہ یہ عہد کرکے جائیں کہ ہم اب داڑھی نہیں منڈائیں گے، اور جتنے بھی انگریزی بال رکھنے والے ہیں وہ یہ عہد کرکے جائیں کہ اب آئندہ انگریزی بال نہیں کٹوائیں گے۔ خصوصاً بڑے عہد کریں تاکہ وہ اپنی اولاد کو بھی ٹھیک کرسکیں، ہمارے گھر کا ماحول انگریزی بنا ہوا ہے، چاہے ہم مدرسوں کے ذمہ دار ہوں خانقاہوں کے ذمہ دار ہوں، چاہئے تبلیغ کے ذمہ دار ہوں، اولادوں کو دیکھتے ہیں تو ان کی داڑھی کٹی ہوئی ہوتی ہے، انگریزی لباس پہنا ہوا ہوتا ہے بال انگریزی ہوتے ہیں، ہم بہار کے لوگوں کی فکر تو کررہے ہیں لیکن ہمارے گھروں میں انگریز پل رہے ہیں، اس لیے ذرا اپنے گھروں میں بھی دینی ماحول بنائیں۔

آپ کے گھر کو دیکھ کر لوگوں کو ترغیب ہوگی کہ حضرت کے گھر میں ایسا ہوتا ہے وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائیں اور ختم فرمائیں، اس کے بعد دعا میں تینوں کام تبلیغ، تعلیم اور تذکیر کے لیے خوب دعائیں کیں، امت کی مغفرت کی دعا فرمائی، انگریزی طور طریق کے چھٹکارے کی دعا فرمائی، تادم حیات دینی کاموں میں لگے رہنے کی دعا فرمائی۔

۱۱

فرمایا: اللہ جب ناراض ہوتا ہے تو رزق نہیں چھینتا، آب و دانہ نہیں چھینتا، سورج کو حکم نہیں کرتا کہ اس کے آنگن میں روشنی نہیں پھیلانا، چاند کو نہیں روکتا کہ تیری کرنیں اس کے ڈیرے پر نہیں پڑنی چاہئے، بلکہ جب اللہ کسی سے ناراض ہوتا ہے تو سجدوں کی توفیق چھین لیتا ہے جب سجدوں کی توفیق چھن گئی تو پھر سمجھو کہ اللہ ناراض ہے اور جب سجدوں کی توفیق مل گئی تو سمجھو کہ اللہ راضی ہے۔

جب کسی نے حضرت شیخ سے پوچھا کہ کیسے ہمیں پتہ چلے گا کہ ہماری نماز قبول ہوتی ہے یا نہیں ہوتی ہے؟ تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایک نماز کے بعد دوسری عطا ہو جائے تو سمجھ لو کہ پہلی نماز قبول ہوگئی، تو نمازوں کا نصیب ہو جانا یہ اللہ کی رضاء اور خوشنودی کی دلیل ہے، اور سجدوں کی توفیق کا چھن جانا یہ اللہ کی ناراضگی کی دلیل ہے۔ میں اور آپ دیکھئے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں، اللہ دولت اسے بھی دیتا ہے جس سے وہ راضی ہے اور اسے بھی دیتا ہے جس سے وہ ناراض ہے لیکن سجدوں کی توفیق اسے ہی دیتا ہے جس سے اللہ راضی ہے، تو پنج گانہ نماز کو شعار زندگی بنالیں، نماز قضا نہ ہونے پائے، قیامت کے دن بے نمازی اس صف میں کھڑا ہوگا جس صف میں نمرود کھڑا ہوگا، جس صف میں ہامان کھڑا ہوگا، قارون ہوگا، شداد کھڑا ہوگا، مجھے بتائیں ہم میں سے کوئی یہ گوارا کرتا ہے کہ ہم اس صف میں کھڑے کر دیئے جائیں، جس صف میں کفار کھڑے ہوں۔ آج کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے لیکن حشر کے دن حکم ہوگا اللہ کے سامنے سجدہ کرو، ہر کوئی سجدہ کرنا چاہے گا جو نہیں پڑھتا وہ بھی کرنا چاہے گا لیکن بے نمازی کی کمر اکڑ جائے گی، وہ آرزو رکھنے کے باوجود سجدہ نہیں کر پائے گا۔ اس لیے نماز کی پابندی کریں، اس لیے کہ سب سے پہلے حساب جو بندہ سے لیا جائے گا وہ نماز کے بارے میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے قریب اس وقت زیادہ ہوتا ہے جب

بندہ اللہ کے سامنے اپنا سر جھکاتا ہے، اپنے گھر والوں کو نماز کا پابند بنائیں، اپنے بچوں کو نماز کا پابند بنائیں، جب اپنا گھر نمازی والا بنے گا تو گھر میں سکون ہوگا، اس لیے کہ بندہ بندگی سے سجتا ہے، زندگی آمد برائے بندگی۔ زندگی بے بندگی شرمندگی۔

نماز یہ وصل محبوب کا سب سے عمدہ عمل ہے، اگر کوئی شخص نماز کو اپنے لیے بوجھ سمجھتا ہے تو پھر وہ محبوب کی ملاقات کی اہمیت کو نہیں سمجھتا جب اذان ہورہی ہوتو بندہ کو خوشی ہونی چاہیئے کہ اب محبوب کی ملاقات کا وقت قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز کا پابند بنائیں، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

۱۲

فرمایا: تینوں کام کرے (تعلیم، تبلیغ اور تذکیر) تاکہ ہماری بنیادی مسجدیں قائم ہوں۔ زمین کا کاروبار کرنے والے لوگ اس بات کا اہتمام کریں کہ جب زمین خریدیں تو بجائے دس ٹکرے (پلاٹ) کرنے کے گیارہ ٹکرے کریں، گیارہویں پلاٹ کی قیمت دس پلاٹ پر تقسیم کرکے وصول کرلے، اور جب دس ٹکڑے مسلمان خریدلیں تو ان سے کہے کہ زمین تو میں دوں مسجد اور مدرسہ اور خانقاہ آپ بنائیں۔ جب زمین ان کو مفت کی مل جائے گی، تو گویا آدھا کام ہوگیا۔ مسجد اور مدرسہ اور خانقاہ کے لیے چندہ جمع کرکے تعمیر کرلیں، جو جتنا زیادہ ان تعمیرات میں حصہ لے گا ان کو اتنا ہی زیادہ اجر وثواب ملے گا۔ اور جتنا بھی ان میں عمل ہوتا رہے گا اتنا ہی ثواب ملتا رہے گا، اور اس انداز سے مسجد بنائیں کہ اس میں تینوں کام (تبلیغ، تعلیم اور تذکیر) ہوں۔

۱۳

زندگی بڑی قیمتی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو جو زندگی عطا فرمائی ہے اس کا ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی ہے، اور ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، یہ لمحات ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس لیے دیئے ہیں تاکہ ہم ان لمحات کو دنیا یا آخرت

کے کسی مفید کام میں صرف کریں۔ اگر ہم ان لمحات کو فضول اور بے فائدہ کاموں میں صرف کررہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زندگی کی ناقدری اور ناشکری ہے، اس لیے اپنے قیمتی اوقات کو تینوں کاموں (تبلیغ، تعلیم اور تذکیر) میں لگاؤ۔

کیا پتہ اللہ تعالیٰ کو کونسا کام پسند آجائے، اور ہماری مغفرت ہوجائے، طالب علمی کا زمانہ یہ بننے کا زمانہ ہے، یہاں جو بن گیا وہ بن گیا، اور جو یہاں بگڑ گیا اور اپنے قیمتی اوقات کی قدر نہیں کی، کھیل، کود میں زندگی گزاردی، تو بس وہ ہاتھ سے گیا۔ اس لیے فارغ ہونے کے بعد علماء حضرات ایک سال لگائیں، اور اپنے آپ کو دین کی خدمت میں لگائے رکھیں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے، تاکہ پڑھنے کے زمانہ میں جو کمی رہ گئی ہے وہ پوری ہوجائے، اس لیے سب نیت کریں کہ فراغت کے بعد ایک سال تبلیغ میں جانا ہے، اور وہاں اپنی کمی کو پورا کرنا ہے۔

۱۴

مدرسہ والوں کو بھی کہتا ہوں کہ طلبہ کی کثرت تعداد مطلوب نہیں بلکہ تعلیم مقصود ہے، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے تین مرید مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ پورے ہندوستان پر غالب تھے لہٰذا تعداد کو مت دیکھو کہ اس مدرسہ میں کم لڑکے پڑھتے ہیں، اور فلاں مدرسے میں ایک ہزار لڑکے پڑھتے ہیں، بس جہاں بھی پڑھو، محنت اور تقویٰ سے پڑھو، اپنے اساتذہ کا ادب کرو، اگر آپ نے مطالعہ کرکے حاشیہ اور شرح دیکھ لی اور استاذ صاحب نے اس کی شرح بیان نہیں کی تو بھی استاذ کو حقیر مت سمجھو، کسی وقت تنہائی میں ادب سے پوچھ لو، بھری مجلس میں استاذ سے بحث کرکے اسے ہرانے کی نیت جس طالب علم کی ہوگی وہ علم سے محروم رہے گا، سب سے بڑی چیز اصلاح نیت ہے، جتنے اساتذہ یہاں پڑھا رہے ہیں اور جتنے طلبہ یہاں پڑھ رہے ہیں، سب لوگ اپنی نیت درست کرلیں کہ ہم

کس لیے پڑھتے ہیں، اس لیے سب سے بنیادی چیز نیت کی تصحیح ہے۔ ''**انما الاعمال بالنیات**'' اگر اچھی نیت ہے اور صرف اللہ کے لیے پڑھ رہے ہیں تو پھر اللہ ملے گا، اور اگر یہ نیت ہے کہ مولوی حافظ بن کر پیٹ کمانا ہے تو پھر علم دین پڑھنے کی کیا ضرورت ہے، کیا پیٹ کمانے کا علم ہی ایک ذریعہ رہ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اخلاص نصیب فرمائے۔ (آمین)

۱۵

فرمایا: بعثت نبوی کے تین مقاصد ہیں، تلاوت قرآن، تعلیم کتاب، اور تزکیہ۔ تو تین شعبے ہوگئے، تلاوت قرآن پاک کے لیے مکتب قائم کردیئے، تعلیم کتاب کے لیے مدرسہ قائم کردیئے، اور تزکیہ نفس کے لیے خانقاہ قائم کردیئے، تینوں میں لگے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

طلبہ بری صحبت سے بچیں بڑے لڑکوں کے ساتھ مت رہیں، چھوٹے طلبہ جو لڑکے ٹی، وی دیکھتے ہیں، گناہ کے کام کرتے ہیں ان کے ساتھ بھی مت رہو، جو نمازی اور نیک ہوں ان کے ساتھ دوستی کرو۔